ماہنامہ

قلندر شعور

اپریل ۲۰۱۷ء

سُکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور رُوح کے عرفان کے بغیر سُکون نہیں ملتا

سر بسر ذرّاتِ عالم مظہرِ انوار اوست
جملہ را آئینہ دارِ حسنِ دلبر کردہ اند

خواجہ غریب نوازؒ

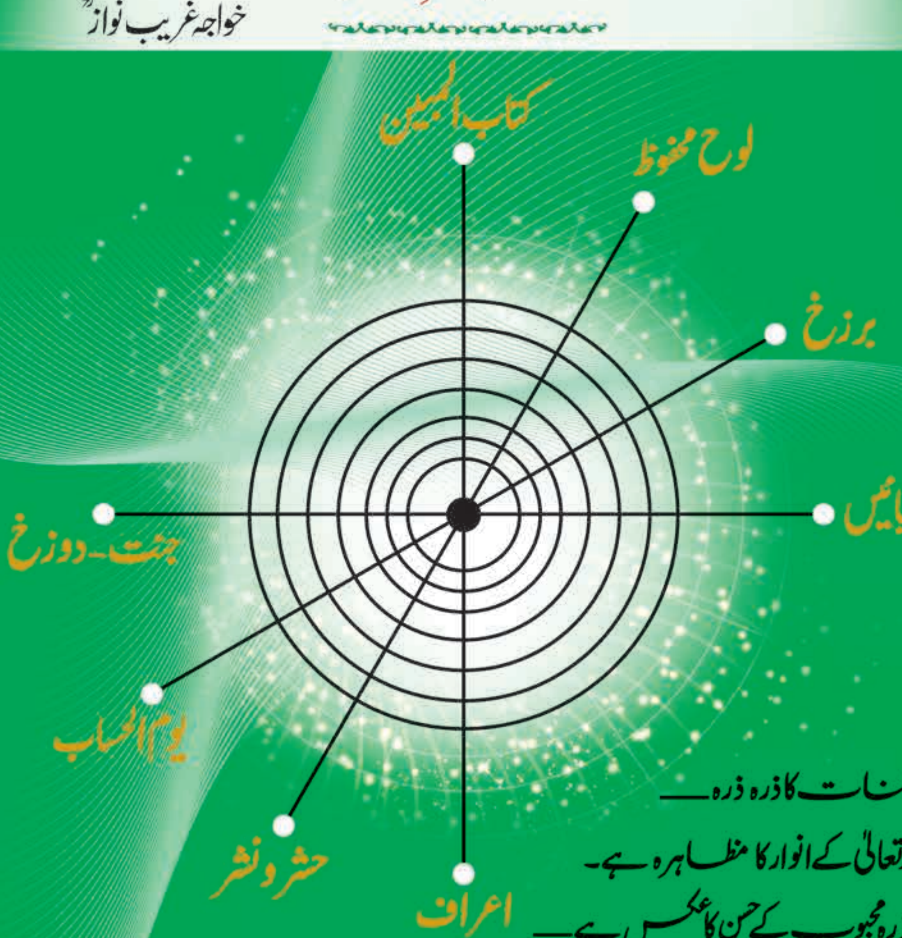

کائنات کا ذرہ ذرہ ـــــ
اللہ تعالیٰ کے انوار کا مظاہرہ ہے۔
ہر ذرہ محبوب کے حسن کا عکس ہے ـــــ

PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES

Property Management Services (PMS) is Exclusively dealing in Bahria Town Projects all over the Pakistan.

BAHRIA APARTMENTS
KARACHI

Standing tall amidst the glorious Bahria Town Karachi, Bahria Apartments are a marvel of modern architecture combining practicality with the utmost in comfort and luxury.

Fazeel-Ur-Rehman
0300-8711836
0333-4715823

Dilawar Hussain
0301-8711836
0321-9527729

Lahore Office
20-C, Commercial Zone, Main Boulevard Sector C
Bahria Town Lahore, Pakistan.

Karachi Office
Shop # 1, Plot 58-C 25th Street, Tauheed
Commercial, DHA, Phase 5, Karachi, Pakistan.

Tel: 0092-42-37861164 Fb: www.facebook.com/propertymservices
Email: fazeel@propertymservices.com
URL: www.propertymservices.com

• Domestic/Commercial Independent solar systems
• Solar Powered Street Lights
• Solar Tube well pumps
• Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
• Large Scale Photo Voltaic plants
SOLAR SOLUTIONS
Midea
World No.1 AIR TREATMENT BRAND
ALL DC INVERTER COMPRESSORS
LATEST GENERATION INVERTER VRF
LOWEST OPERATING COST IN INDUSTRY
45% SAVINGS AT LOW LOAD
Home and Commercial
Air Conditioners
1080p FULL HD
Cummins
Power Generation
DIESEL GENERATORS
SAMSUNG CCTV commercial I Residential alhua
We offer best IT solutions to meet your needs!
GUIDELIGHT
BUSINESS SOLUTIONS
We Offer Sustainable Solutions...
Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.Ph# 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com web: www.gbs.com.pk

FML A-56 S.I.T.E. Hyderabad 022-3886844-50 fml@hero-pk.com www.hero.com.pk facebook.com/HeroMotorsLtd

LAVISH Dine

Restaurant

Diversity of Style In Cuisine & Service

FL-5 & 6, Gulshan-e-Jamal, Rashid Minhas Road, Karachi.
Tel: 021-34601406 Fax: 021-34570428
E-mail: lavishdinerestaurant@gmail.com

شہد
میں شفا ہے
wild flower
organic
honey
Net Wt.
125gm
Net Wt.
250gm
AZEEM
Life Sciences
Karachi-Pakistan
عظیمی میڈیکل اسٹور
ہولسیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

The Wisdom School System
Where Learning Begins...

Super WINGS
Schools and Colleges Network

The Wisdom School System

A Project of Wings Group of Colleges

POST GRADUATE / PROFESSIONAL PROGRAMS
B.Ed, M.Ed, M.Com, MA*(English)* BS*(Mathematics, Botany-4Years)*

DEGREE PROGRAMS B.Sc, B.Com
INTERMEDIATE PROGRAMS F.Sc, ICS, I.Com

OUR SCHOOLS & COLLEGES CAMPUSES

For Admission and queries
Please contact ......
0313-5914147

Adhwal 0514-673078
Dhudial 0333-5073315
Gujar Khan 0513-511292
Kallar Syedan 0513-571704
Daultala 0513-597448-0513-597195
VU campus Gujar Khan 0513-513514
Chak beli Khan 0514-211171-0514-210181

SEARLE

CANDEREL

کینڈرل

پھیلائے دنیا بھر میں مٹھاس لو کیلوری کے ساتھ

30 سال سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں **کینڈرل** چینی جیسی مٹھاس شامل کر رہا ہے وہ بھی معمولی سی کیلوری کے ساتھ ۔ **کینڈرل** بلڈ گلوکوز لیول پر بھی کوئی اثر نہیں کرتا ہے ۔ اگر آپ ذیابیطس کے مریض ہیں جو زندگی میں مٹھاس لانا چاہتے ہیں یا آپ اپنے وزن کی خاطر روز میٹھے سے نظر چراتے ہیں تو اب آپ کی مشکل ہوئی آسان ۔۔۔ **کینڈرل** کے ساتھ

STARCREST

جلد 5 شمارہ 3 | اپریل 2017ء | رجب — شعبان 1438ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ
قلندر شعور
کراچی

Neutral Thinking

(اردو — انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

بااہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس — پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 60 روپے...... سالانہ ہدیہ 820 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 60 امریکی ڈالر سالانہ

خط وکتابت کا پتا:

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۳۸ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ	حفیظ تائبؒ	10
نعت رسول مقبول ﷺ	اقبال عظیم	11
رباعیات	ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ	12
آج کی بات	مدیر مسئول	14
فقیر کی ڈاک	ادارہ	20
جنوری 2017ء کے سرورق کی تشریح	قارئین	23
ہرا بھرا عظیمی گلشن	ڈاکٹر عمیر ریاض (FCPS—Pathology)	27
مفروضہ	حامد ابراہیم (M.A-Fine Arts)	33
چشمہ جاری ہو گیا	گلِ نسرین	41
آدمی اور حیوان	سید اسد علی (MBA)	47
چاند گاڑی اور مریخ	محمد ناصر الدین (نیو یارک)	53
دل میں دو دروازے	سید اقبال احمد	59
Ph.D. مقالہ کی تلخیص | تلاش اس کی، اپنی تلاش ہے	ڈاکٹر شہناز اقبال (Ph.D.)	65
اقتباسات	ادارہ	71
توانائی کیا ہے—؟	قرۃ العین واسطی (M.A-Mass Comm.)	75
اندر کابت	ڈاکٹر ایاز الحق (یو کے)	79
بلیک اینڈ وائٹ دنیا | بالائے بنفشی، ایکسرے اور گیما شعاعیں	ڈاکٹر نعیم ظفر (Ph.D.)	85
اسپیس کیا ہے—؟	محمد عاصم بیگ (B.SE-Software Eng.)	89

مرشد کی باتیں	عائشہ خان (M.A-Mass Comm.)	93
حضرت یحییٰ علیہ السلام	ماخوذ	99
باولی کھچڑی	قارئین	102
یہاں کے بعد کی زندگی ــــ؟	فرزانہ پرویز	103
میٹر کا سورس کیا ہے ــــ؟	پروفیسر محمد طاہر (M.A- Urdu & History)	109
نامے میرے نام	خانوادہ سلسلہ عظیمیہ	113
آواز کی دنیا	ڈاکٹر زبیر احمد (Ph.D.)	115
چمک دار دانت	کوکب شاہ عالم	121
پرتیا ہار	محمد عدنان خان (M.Sc-Applied Physics)	123
اللہ میاں کے باغ کے پھول ــــ بادشاہ کا بیٹا	سارہ خان (M.A-Mass Comm.)	129
اللہ میاں کے باغ کے پھول ــــ چیونٹیوں کی نانی	ھدیٰ پیرزادہ	132
آپ کے خواب اور ان کی تعبیر	خواجہ شمس الدین عظیمی	135
The Autobiography of the Devil (Iblees)	Nasser Abbas (UK)	148
Voice of the Unseen	Muhammad Zeeshan	152
The Death and Birth of Oceans	Dr. Naeem Zafar (UAE)	156
Two Dimensions	Qudsia Lone (Canada)	159
Prophet Ayyub (PBUH)	Extracted	164
A Woman	Bibi Anuradha	166
Living in the Illusion	Sarah Khan	169
Message of the Day	K. S. Azeemi	172

حمد باری تعالیٰ

جو اسم ذات ہویدا ہوا سرِ قرطاس
ہوا خیال منور، مہک گیا احساس

اسی کے فکر میں گم صم ہے کائناتِ وجود
اسی کے ذکر کی صورت ہے نغمۂ انفاس

اگر ہیں نعمتیں اس کی شمار سے باہر
تو حکمتیں بھی ہیں اس کی ورائے عقل و قیاس

ہے ارتباطِ عناصر اسی کی قدرت سے
اسی کے لطف سے قائم ہے اعتدالِ حواس

کئے خلا میں معلق ثوابت و سیّار
بغیر چوب کیا خیمۂ فلک کو راس

ہر ایک مومن و منکر کا وہ ہے رزق رساں
ہر ایک بے کس و درماندہ کا ہے قدر شناس

بڑھائی اس نے زن و آدمی کی یوں توقیر
انہیں بنایا گیا ایک دوسرے کا لباس

مجھے شریک کرے کاش ایسے بندوں میں
جنہیں نہ خوف و خطر ہے کوئی نہ رنج و ہراس

عجیب ذکرِ الٰہی میں ہے اثر تائبؔ
مٹائے زیست کی تلخی، بجھائے روح کی پیاس

نعت رسول مقبول ﷺ

گو روضۂ اقدس کی طلب گار ہیں آنکھیں
سچ پوچھو تو خود راہ کی دیوار ہیں آنکھیں

اللہ رے یہ جرأتِ بیتاب نگاہی
بے نور ہیں اور طالبِ دیدار ہیں آنکھیں

یہ بات میں کن لفظوں میں سمجھاؤں کسی کو
اب خواب کے عالم میں بھی بیدار ہیں آنکھیں

ہر رات چلی جاتی ہیں چپکے سے مدینہ
مجھ سے بھی چھپاتی ہیں، پراسرار ہیں آنکھیں

یہ سجدے بھی کرلیتی ہیں جب چاہے یہیں سے
دیوانی ہیں لیکن بڑی ہشیار ہیں آنکھیں

یہ نرگسِ شہلا ہیں گلستانِ حرم کی
یہ کس نے کہا، نرگسِ بیمار ہیں آنکھیں

طیبہ نظر آجائے تو یہ طاقِ حرم ہیں
طیبہ سے ہوں محروم تو بے کار ہیں آنکھیں

جو نازشِ گنجینۂ کونین ہے اقبالؔ
اس گوہرِ یکتا کی خریدار ہیں آنکھیں

مٹی کا کھلونا

دنیائے طلسمات ہے ساری دنیا
کیا کہئے کہ ہے کیا یہ ہماری دنیا
مٹی کا کھلونا ہے ہماری تخلیق
مٹی کا کھلونا ہے یہ ساری دنیا

قرآن کریم

''اور یہ دنیا کی زندگی تو نرا کھیل اور تماشا ہے اور جو آخرت کا گھر ہے وہی
اصل زندگی ہے۔کاش وہ اس بات کو جانتے۔''　　(العنکبوت:۶۴)

دنیا کیا ہے ــــ؟ عجوبۂ روزگار ہے جہاں مخلوقات اور اقسام آدمی کی شماریات سے زیادہ ہیں۔ایک ذرّہ سے اربوں کھربوں ذرّے تشکیل پاتے ہیں۔اربوں کھربوں ذرّات میں سے ہر ذرّہ اتنے ہی ذرّات کی فلم ہے اور ــــ کائنات لاشمار ذرّات کا مجموعہ ہے۔کیا کہئے کہ ہے کیا یہ ہماری دنیا ــــ تعجب کا اظہار ہو رہا ہے کہ کس طرح تشریح بیان کی جائے۔اس طلسم کدہ کی تشریح آدمی کے بس کی بات نہیں۔

کھلونا صرف مٹی سے نہیں بنتا۔تخلیق ــــ عناصر کا مجموعہ ہے جن کو مخصوص پروسیس یا تناسب سے جمع کیا جائے تو کوئی نہ کوئی شے وجود میں آتی ہے۔آگ، ہوا، مٹی اور پانی ــــ چار بنیادی عناصر ہیں جن کے خاص تناسب سے مٹی کی شکل بدل جاتی ہے۔مٹی الگ چیز ہے، پانی الگ ہے، آگ الگ ہے اور ہوا الگ ہے۔ان چاروں کے مخصوص Ratio کے ساتھ یک جا ہونے سے آدمی، ، درخت، بکری، پہاڑ، معدنیات اور دیگر مخلوقات تخلیق ہوتی ہیں۔کسی تخلیق میں مٹی کا وجود بظاہر زیادہ نظر آتا ہے، کہیں آگ، پانی اور کہیں ہوا کا۔

کمہار کھلونا بناتا ہے تو مٹی، پانی، ہوا، آگ، خمیر، رنگ ــــ ساری چیزیں مرکب ہو کر کھلونا بنتی ہیں۔مٹی، پانی، رنگ اور دوسرے عناصر کو آگ نہ پکائے تو کھلونا کیسے بنے گا ــــ؟ ہر عنصر دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہے تاہم غالب عنصر مٹی ہے۔مٹی کی خصوصیات سمجھنا ہوں گی کہ اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں ــــ؟

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھری پری دنیا ایک قسم کا طلسم کدہ ہے۔اس میں ایسا جادو ہے کہ اس کو سمجھنا تولہ ماشہ تولنے والی عقل کے بس کی بات نہیں۔غور کیا جائے تو ساری دنیا مٹی کا کھلونا ہے جس کا مقدر بالآخر ٹوٹ کر بکھر جانا ہے۔

آج کی بات

زمین ـــ شعور اور زمین کا باطن ـــ لاشعور ہے۔ زمین پر وہی ظاہر ہوتا ہے جو زیرِ زمین موجود ہے۔ آم کی گٹھلی بونے سے اناس نہیں ـــ اناس کے بیج سے آم نہیں نکلتا۔ سطح پر وہ شے مظہر بنتی ہے جو زیرِ سطح موجود ہے۔ زمین پر آم کے درخت کی موجودگی ''اطلاع'' ہے جو زمین کے اندر بیج کو مل رہی ہے۔ غور کیا جائے تو زمین پر اور جو کچھ زمین کے ''اندر میں'' ہے، سب ایک لیکن مختلف ہیں۔ اختلاف ـــ پردہ ہے اور پردہ ـــ زمین ہے۔

آیئے غور کرتے ہیں کہ زمین کیا ہے ـــ؟

ایسی مخلوقات بے شمار ہیں جو زمین میں اس طرح داخل ہوتی ہیں جیسے ہم ایک مکان سے دوسرے مکان یا گراؤنڈ فلور سے بیسمنٹ میں داخل ہوں۔ ہدہد کی نگاہ بلندی سے دیکھتی ہے تو پرت در پرت زمین میں کئی سو فٹ نیچے پانی دیکھ لیتی ہے۔ ہدہد زمین کے اندر پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جیسے آدمی گلاس میں پانی دیکھتا ہے۔

زمین کی گہرائی ہدہد کی نگاہ میں پردہ نہیں ہے۔ اگر زمین ہدہد کے لئے پردہ نہیں ہے تو پھر آدمی کے لئے پردہ کیوں ہے ـــ؟ آدمی زمین کی گہرائی آلات (Seismometer) سے دیکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھنے والے نے اپنے اور زمین کے درمیان میڈیم سے زمین کے اندر دیکھا۔ کیا یہ دیکھنا، براہ راست دیکھنا ہے ـــ؟ جب کہ نہیں ہے۔

شعور میں وہی کچھ داخل ہوتا ہے جو لاشعور میں ہے۔ اس کے باوجود شعور الگ اور لاشعور

الگ ہے۔ پردہ کے ایک طرف شعور، پردہ کے دوسری طرف لاشعور ہے۔

باہر موجود پانی، ریفریجریٹر کے اندر برف ہے جب کہ برف — پانی ہے۔ برف اور پانی کے درمیان ریفریجریٹر، پردہ ہے۔ ریفریجریٹر خود کیا ہے—؟ ایسا ڈبا ہے جہاں حرارت کا درجہ، ڈبے کے باہر کے درجہ حرارت سے مختلف ہے۔ پانی برف اس لئے بن جاتا ہے کہ پانی کے اندر برف کی مقداریں غالب ہیں۔ پانی کا منفی درجہ حرارت ریفریجریٹر میں غالب اور باہر مغلوب ہے۔

درجہ حرارت منفی ہو یا مثبت — حرارت دونوں میں مشترک ہے۔ حرارت کے کم یا زیادہ ہونے سے ماہیت (خدوخال) تبدیل ہوتی ہے۔ اگر تبدیل شدہ صورت کو واپس اس درجہ پر لے آئیں جس پر وہ پہلے تھا تو ایسا ممکن ہے۔ دوسری طرف پانی کو چولھے پر رکھیں اور ابالیں۔ پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے یعنی بھاپ پانی ہے۔ چولھا بند کر دیں۔ گرم پانی — اپنے درجہ حرارت پر واپس آ جائے گا۔ فکر طلب ہے کہ پانی معتدل درجہ پر واپس آ جاتا ہے لیکن ابلنے سے پہلے اور بعد میں پانی کی خاصیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ جو لوگ مقداروں کے قانون سے واقف ہیں وہ پانی میں تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔

زمین — رحم اور اسپرم (Sperm) بیج ہے جو رحم میں متعین مقام پر سکونت اختیار کرتا ہے۔ اسپرم میں پوری تصویر ہے مگر تصویر میں رنگ شعوری نگاہ سے اوجھل ہیں۔ رنگوں کا پھیلنا — تصویر کا نمایاں ہونا ہے۔ پھیلنے سے اسپیس میں اضافہ اور رفتار کم ہوتی ہے — ماہیت تبدیل ہو رہی ہے تاکہ اس میں موجود خدوخال عام شعور کی حد میں داخل ہو سکیں، جس کے لئے مادی شعور کے حساب سے نو ماہ لگتے ہیں۔

اس علم کو ایک بار پھر سمجھئے — لاشعور سے آنے والی اطلاع کو دنیاوی شعور میں ڈھلنے کے لئے 540 دن رات لگتے ہیں۔ نو ماہ کا یہ عرصہ لاشعور میں کتنا ہے، نہیں معلوم۔

احسن الخالقین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ــــ میرا ایک دن پچاس ہزار برس کا ہے ــــ میرا ایک دن ایک ہزار سال کا ہے ــــ ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

نو ماہ ــــ رفتار ہے۔ باری تعالیٰ کے ارشاد پر تفکر کیا جائے تو شعور میں نو ماہ کا عرصہ لاشعور میں کتنے ہزار سال ہوں گے، ورائے فہم ہے۔ لاشعوری اطلاع ــــ شعور میں داخل ہونے کے لئے مختلف مدارج سے گزرتی ہے۔ شعور میں داخل ہو کر رفتار کم ہو جاتی ہے۔

سمجھنے کے لئے اس تحریر کو پانچ دفعہ پڑھئے۔

سطح زمین پر شے کی ظاہری وسعت زیرِ زمین شے سے زیادہ ہے جب کہ دورخوں کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے زیرِ زمین شے، وسعت میں کم ــــ توانائی میں زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً جو شے زمین پر درخت ہے وہ زیرِ زمین بیج کے اندر شکل وصورت ہے۔ بیج چھوٹا لیکن اس میں پورا درخت ہے۔ پھل لگتے ہیں اور پھل میں درجنوں بیج ہوتے ہیں، ہر بیج ایک درخت ہے اور ہر درخت سے لاشمار درخت بنتے ہیں۔ بیج کیا ہے ــــ؟

بیج درخت کی نوع کی مائیکروفلم ہے۔ غوروفکر سے نوع کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

تفکر طلب ہے کہ جو بیج زمین میں ہے وہ پھل میں ایک سے زائد تعداد میں ظاہر ہو رہا ہے۔ بیجوں کو اس بیج سے الگ نہیں کیا جا سکتا، درخت جس کا مظہر ہے۔ شاخ، پھل، پھول، پتوں اور ان کے رنگوں کو توانائی زمین سے مل رہی ہے۔ پانی جڑوں میں ڈالا جاتا ہے اور مقداریں تقسیم ہوتی ہیں۔ ہر بیج عکس ہے اس بیج کا جس سے شے پیدا ہوتی ہے اور مقداروں میں ردوبدل کے ساتھ مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۙ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ۙ (الاعلیٰ: ۲۔۳)

جس طرح آسمان حدِّ نظر ہے ــــ زمین بھی نظر کی حد ہے۔ نگاہ شعوری طور پر جہاں ٹھہرتی

ہے اسے زمین یا خلا کہہ دیا جاتا ہے۔ مخلوقات میں فہم وادراک ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

بلیاں اندھیرے میں آدمی سے آٹھ گنا بہتر دیکھتی ہیں۔ شاہین کی نگاہ حاصل ہوجائے تو آدمی دس منزلہ عمارت کی چھت سے چیونٹی دیکھ سکتا ہے۔ آدمی جو شے چار یا پانچ فٹ کے فاصلہ سے دیکھتا ہے — شاہین کو بیس فٹ سے نظر آتی ہے۔ باز اور شکرے دس سے پندرہ ہزار فٹ کی بلندی سے خرگوش یا چوہے کو دیکھ لیتے ہیں۔ 160 کلومیٹر فی گھنٹا کی رفتار سے فضا میں غوطہ لگاتے ہوئے شکار پر جھپٹتے ہیں اور شکار نگاہ کے سامنے رہتا ہے۔ شارک کی نظر تاریکی میں آدمی کے مقابلہ میں پانچ سے دس گنا بہتر کام کرتی ہے۔ سانپ محدود Vision کے باوجود حرارت کے ذریعے قرب و بعد میں چیزوں کا ادراک کرتا ہے۔

ہر مخلوق میں آنکھ، ناک، کان، زبان، دماغ، ہاتھ، پیر، پھیپھڑے، دل اور دیگر اعضا موجود ہیں۔ اعضا کی ساخت مختلف لیکن ان میں اشتراک ہے۔ جو کام آدمی ہاتھ سے کرتا ہے، مچھلی پنکھ (Fins) سے انجام دیتی ہے۔ کسی کی آنکھ نمایاں تو کوئی کھال میں موجود ذرات سے دیکھنے کا کام لیتا ہے یا لہروں کے ذریعے (Echolocation) چیزوں سے واقف ہوتا ہے۔

بصارت کے قانون میں مشاہدہ کرایا جاتا ہے کہ آدمی کی نگاہ چوہے کو بڑا جب کہ سانپ چوہے کو چھوٹا دیکھتا ہے اور چھوٹا سمجھ کر نگل جاتا ہے۔

قانون: نگاہ کا زاویہ، حجم کی نفی ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت سب میں ہے لیکن میکانزم الگ الگ ہے۔

کائنات کی تشکیل اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

''اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو، اور وہ ہوجاتی ہے۔'' (یٰسٓ: ۸۲)

رب کائنات کے ذہن میں کائنات کا پروگرام جس طرح موجود ہے وہ ''کن'' فرمانے سے ظاہر ہوگیا۔ ہر مخلوق — انسان، ملائکہ، جنات، سماوات، ارضیات، جمادات، نباتات، حیوانات وغیرہ کی مقداریں ''کن'' کا مظاہرہ ہیں۔ تخلیق کے بعد مخلوقات کو ادراک نہیں تھا

کہ وہ کون ہیں اور کائنات کیا ہے۔ خالق کائنات نے الست بربکم فرمایا— سماعت، بصارت اور ادراک، تین زون بنے۔

★ سماعت کی بحالی سے اللہ کی آواز کو سن لیا اور آواز کے قانون کا استعمال سیکھا۔

★ بصارت متحرک ہونے پر نور کا مشاہدہ ہوا۔

★ ادراک ہوا کہ اللہ — سماوات و ارض کا خالق ہے۔ اور تخلیق — معین مقداریں ہیں۔

قالوا بلیٰ — اطاعت کا سمبل ہے۔

دل دار — دوستو! الست بربکم سے مخلوقات نے خالق کا عرفان اور کائنات کا تعارف حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شے باطن میں دوسری شے کا علم رکھتی ہے۔ ہد ہد کو معلوم ہے کہ زمین میں پانی کہاں ہے۔ بلی جانتی ہے کہ اندھیرا بھی روشنی ہے۔ ہاتھی — چیونٹی کی توانائی سے واقف ہے۔ چمگادڑ کو لہروں کے قانون کا علم ہے۔

پانی، اندھیرا، روشنی، توانائی، لہریں — سب مخلوقات ہیں۔ فہم کے مطابق ان میں تصرف ہوتا ہے۔ رب العالمین نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے۔ نائب کی صفات یہ ہیں کہ وہ مخلوقات سے زیادہ باصلاحیت ہو۔ المیہ یہ ہے کہ موازنہ کیا جاتا ہے تو واضح ہوتا ہے کہ انسان جن صفات کا مجموعہ ہے، نوع آدم کی اکثریت ان سے واقف نہیں۔

”اور ہم نے امانت پیش کی سماوات کو، زمین کو، پہاڑ کو، انہوں نے کہا اگر ہم نے اس امانت کو اٹھا لیا تو ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا۔ بے شک یہ ظالم اور جاہل ہے۔“ (الاحزاب: ۷۲)

مقام فکر ہے کہ علم حاصل ہونے کے بعد ظالم اور جاہل ہونے کا مطلب کیا ہے —؟

انسان یا کائنات میں موجود کوئی بھی نوع یا کسی بھی نوع کا کوئی فرد زندگی گزارنے کے لئے دو رخوں کا محتاج ہے۔ وَمِنۡ كُلِّ شَیۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَیۡنِ — اور ہم نے ہر شے کو جوڑے جوڑے تخلیق کیا ہے۔ زندگی کیا ہے —؟ مختصر تعریف یہ ہے کہ زندگی ایسا وجود ہے جو حیات و

ممات پر قائم ہے اور دونوں رخ ظاہر غیب ہیں۔ حیات و ممات کے ردوبدل کے نتیجہ میں حواس تخلیق ہوتے ہیں۔ حواس ــــ ردوبدل کی بیلٹ پر مستقل متحرک ہیں۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ رات چھپ جاتی ہے تو دن ظاہر ہوتا ہے، دن چھپ جاتا ہے تو رات ظاہر ہوتی ہے۔ ظاہر اور چھپنا، غیب پر قائم ہے۔ یعنی رات غائب ہوتی ہے تو دن کا ظہور ہوتا ہے، دن غائب ہوتا ہے تو رات مظہر بن جاتی ہے۔ یہ قانون پوری زندگی پر محیط ہے۔ علم اکتسابی ہو یا حضوری ــــ دونوں کی بنیاد غیب و شہود ہے۔

''وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر چیز کا جاننے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔'' (الحشر: ۲۲)

اللہ حافظ

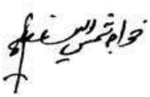

خلاصہ

۱۔ زمین پر وہ شے مظہر بنتی ہے جو موجود ہے۔ زمین کیا ہے ــــ ؟

۲۔ آدمی زمین کی گہرائی آلات سے جب کہ ہدہد مادی آلات کے بغیر دیکھتا ہے۔ کیا میڈیم کے ذریعے زمین کے اندر دیکھنا ــــ براہ راست دیکھنا ہے ــــ ؟ جب کہ ایسا نہیں ہے۔

۳۔ برف پانی اور پانی برف ہے۔ پانی اور برف کے درمیان ریفریجریٹر، پردہ ہے۔

۴۔ درجہ حرارت منفی ہو یا مثبت ــــ حرارت دونوں میں مشترک ہے۔

۵۔ ماں کے رحم میں آنے والی اطلاع کو دنیاوی شعور میں ڈھلنے کے لئے نو ماہ لگتے ہیں۔

۶۔ شے کی ظاہری وسعت زمین پر زیادہ اور زیر زمین کم ہوتی ہے۔

۷۔ چوہا سانپ کو چھوٹا نظر آتا ہے۔ نگاہ کا زاویہ حجم کی نفی ہے۔

۸۔ کن ــــ کائنات کی تشکیل کا فارمولا ہے۔ الست بربکم میں سماعت و بصارت اور ادراک مخفی ہے۔

۹۔ حواس کے دونوں رخ، غیب و شہود کی بیلٹ پر قائم ہیں۔

فقیر کی ڈاک

اسرار و رموز سے واقفیت کی کنہ غور و فکر ہے۔ غور و فکر سے ذہن میں سوالات ابھرتے ہیں۔ سوال — جواب تک رسائی ہے۔ ''فقیر کی ڈاک'' روحانی علوم کی آبیاری کی ایک کڑی ہے جس میں مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی جانب سے علمی سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔ قارئین نے اس سلسلہ کو سراہا ہے۔ ماضی کے اوراق سے ایسا ہی ایک خط پیشِ خدمت ہے۔ (ادارہ)

عزت مآب محترم و مکرم مرشد کریم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ،

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تن درستی عطا فرمائے اور سلسلہ کے پیغام کی ترویج میں مزید ترقی اور برکتیں عطا ہوں۔ آپ یہاں تشریف لائے اور تشنہ روح کو سیرابی ملی۔ جو وقت ساتھ گزرا وہ مختصر لگا۔ امید ہے کہ جلد ملاقات نصیب ہوگی، انشاء اللہ۔ حالات و واقعات کے باعث اکثر اوقات ذہنی انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ ہدایت و راہ نمائی کی درخواست ہے۔

آپ کے روحانی بچے — نثار احمد، طاہرہ نثار (مانچسٹر)

عزیزانِ گرامی قدر نثار احمد، طاہرہ نثار صاحبہ، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ،

تقریباً ۲۳ دن بعد طبیعت لکھنے پر مائل ہوئی ہے۔ پینڈنگ ڈاک لے کر صبح ۸ بجے بیٹھ گیا تھا۔ ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ پر تمام ارجنٹ خطوط پڑھ لیے ہیں، نوٹنگ کر دی ہے تاکہ جواب لکھ دیا جائے۔ آپ کو اور طاہرہ کو بقلم خود خط لکھ رہا ہوں۔

ہمارا سب سے بڑا — چھپا اور کھلا دشمن شیطان ہے۔ بڑے سے بڑا عالم فاضل آدمی اس کے سامنے طفل مکتب بھی نہیں بلکہ انگوٹھا چوستا بچہ ہے۔ الاّ یہ کہ آدمی کو علم الاسما حاصل ہو جو ساڑھے گیارہ لاکھ آدمیوں میں جزوی طور پر ایک شخص کو بفضلِ ایزدی حاصل ہوتا ہے۔ ہر آدمی آسانی سے شیطان کا آلۂ کار بن جاتا ہے لیکن — اگر اسے روحانیت کا سبق یاد ہو جائے تو وہ شیطانی مزاحمت کا سامنا کرتا ہے۔ بس یہی بات شیطان کے لئے سوہانِ روح ہے۔ وہ ہر اس شخص کے پیچھے لگ جاتا ہے جو خلوص نیت سے روحانی راستہ پر چلنے کی جدوجہد یا آرزو کرتا ہے۔

روحانی زندگی مسلسل امتحان ہے، ایسا امتحان جس کا رزلٹ سامنے نہیں آتا۔ یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ہم امتحان گاہ میں

ہیں۔سب اندھا کھاتہ ہے۔اس کھاتے کی مرشد کے سوا کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی جاتی۔روحانیت کا مقصد یقین، عفوو درگزر، عاجزی، انکساری، خودکی نفی، ہوش وحواس کے ساتھ مرشد کے احکامات پر غور و تفکر — اس طرح غور و تفکر کہ اپنی ذات کسی بھی طرح سامنے نہ آئے۔

ہالینڈ کے سفر کے دوران فیری میں اور ریل میں اتنی زیادہ باتیں ہوئیں کہ آپ کا ذہن پوری طرح احاطہ نہیں کرسکا۔میں نے اگر آپ کے اور طاہرہ کے مستقبل کے بارے میں کچھ تعینات کئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہوجائے گا یا ایسا کرنا ہے۔وہاں مراقبہ ہال کی تعمیر کے دوران پریشانیاں اور مسائل سامنے آئے۔مشکور وممنون ہوں کہ آپ دونوں دوستوں نے میری خواہش پر اس جگہ کو آثار قدیمہ ہونے سے بچایا، اپنا وقت لگایا، چوٹیں کھائیں اور یہ سب مرشد کو خوش کرنے کے لئے کیا۔اللہ تعالیٰ یقیناً آپ کو صلہ عطا فرمائیں گے — آپ کے اوپر عنایاتِ الٰہی سایہ فگن رہی ہیں۔

نجی مجلس میں عرض کیا تھا کہ غلطیاں سب سے ہوتی ہیں لیکن معافی کا دروازہ ہمہ وقت کھلا رہتا ہے۔جس کے مقدر میں جو ہوتا ہے بہر حال اسے ملتا ہے۔اللہ کے سامنے عجز و انکساری سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔اس وقت میرے جذبات یہ ہیں کہ آپ ''انا'' کی دلدل کے کنارے کھڑے ہیں اور شیطان نے پوری توانائیوں کے ساتھ راستہ کھوٹا کرنے کا آغاز کر دیا ہے لیکن — اللہ کی ذات پر یقین ہے کہ شیطان کا یہ وار خالی جائے گا اس لئے کہ آپ کے مرشد کے سر پر حضور قلندر بابا اولیاؒ اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ ہے۔میری ڈیوٹی اور ذمہ داری ہے کہ میں خیال رکھوں اور — چاہنے والوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ روحانی باتوں کی حکمت پر غور کریں — امتحان میں کامیاب ہونے کی کوشش کریں۔اشاروں کنایوں میں بات کی جاسکتی ہے مگر پرچے کھولنے سے امتحان — امتحان نہیں رہتا۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔اللہ کرے کہ راستہ کھوٹا نہ ہو اور آپ حضرات بخیر وخوبی اس دلدل سے گزر جائیں۔

میرے ساتھ پیش آنے والا ایک واقعہ سن لیجئے — ایک پیر بھائی نے تھائی لینڈ سے حضور قلندر بابا اولیاؒ کے لئے ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھیجا تو اچھا نہیں لگا کہ مرشد کریم میرے پاس سے چلے جائیں۔میں نہیں چاہتا تھا کہ اپنے مرشد سے چند روز کے لئے بھی دور ہوجاؤں۔اس خیال کے تحت میں نے پیر بھائی کو سخت سست کہہ دیا۔رات کو دربار عالی مقامؐ میں حاضری ہوئی تو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، پیر بھائی کا نام لے کر، وہ کیسا آدمی ہے —؟

عرض کیا، یارسول اللہؐ! وہ اچھے آدمی ہیں۔آپؐ نے فرمایا، اچھا آدمی برا کیسے ہوسکتا ہے —؟ جب آپ نے ایک دفعہ رائے قائم کرلی اور یہ تسلیم کرلیا کہ فلاں آدمی اچھا ہے تو اسے برا کہنا یا برا سمجھنا کیا معنی رکھتا ہے —؟

لرزہ طاری ہوگیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔اللہ کے محبوبؐ کے قدموں میں سر رکھ کر معافی مانگی اور اگلے روز

پیر بھائی سے دست بستہ معافی کا طلب گار رہوا۔

سنائیے کہ آپ کیسے ہیں، بیگم کی صحت کیسی ہے، ماشاءاللہ کچھ کمی ہوئی ہے یا ترقی پذیر ہیں ؟ جس طرح مسلمان قوم یا مسلمان ملک ترقی پذیر ہیں ویسے آپ کی بیگم صاحبہ ترقی پذیر نہ ہوں تو اچھی بات ہے اور کچھ نہیں تو کار کا وزن ہی کچھ کم ہوگا، زیادہ تیز اور سبک چلے گی۔ آپ کی بہو کا وقت، پوتی کے ساتھ اچھا گزر رہا ہے۔ ایک بچہ کی مصروفیت تین بڑے آدمیوں کے برابر ہوتی ہے۔ رضا، علیم، تہمینہ اور میری کو بہت بہت پیار دیں۔

آپ کے شب و روز میں کیا غیبت نہیں بڑھ گئی ہے ؟ دوسروں پر تنقید اور تبصرہ بھی غیبت کے زمرہ میں آتا ہے۔ جناب اخلاق مغل صاحب سے پوچھئے! مسجد ضرار کا کیا واقعہ ہے ؟ ہمیں یہ نہیں سوچنا کہ کوئی کیا کرتا ہے بلکہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی ہے۔ ہر آدمی کے لئے قبر مخصوص ہے۔ کوئی کسی کی قبر کے بارے میں کیوں کھوج لگائے ؟ ہمیں اپنا آپ شفاف کرنا ہے۔

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ نے اس عاجز مسکین بندہ خواجہ شمس الدین عظیمی سے فرمایا:

''گرو جو کہے وہ کرو، گرو جو کرتا ہے اس کی نقل نہ کرو۔ گرو جو کہے، گرو کے ذہن سے سمجھو، اپنا ذہن استعمال نہ کرو۔''

مسجد کے لئے وضو خانہ کی تعمیر شروع کی تو حساب کتاب بجٹ سے باہر نکل گیا۔ ابھی پلاسٹر، اوپر کا ٹینک، نلکے، ٹونٹیاں اور فرش باقی ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ مسجد کی چھت ڈالی جائے۔ پتہ نہیں میں کس قسم کا آدمی ہوں دل چاہتا ہے کہ اپنے روحانی بچوں کے لئے یہ بھی کردوں، وہ بھی کام ہو جائے تاکہ انہیں آرام ملے سلسلہ کے کام احسن طریقہ سے ہوتے رہیں۔ بھائی جان حکیم وقار یوسف عظیمی کہہ رہے تھے، ابا! آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں ؟ آپ کی عمر آرام کرنے کی ہے، گھر میں رہیں، آخر ہمیں بھی آپ کی ضرورت ہے۔ آپ کے پوتوں اور پوتیوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ نے جنگل کو مسکن بنالیا ہے۔ آپ اور کتنا تھکیں گے اور کتنے زیادہ بیمار ہوں گے ؟ میں سوچتا ہوں، بچے بھی ٹھیک کہتے ہیں اور میں بھی ٹھیک ہوں۔ اگر میری زندگی، میری نسل کو لگ جائے تو سودا مہنگا نہیں ہے۔ الحمدللہ! میں بخیریت و عافیت ہوں، خوش ہوں۔

مبارک وصول کریں کہ مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاؒ کے مزار شریف کی چھت پڑ گئی ہے۔ اللہ نے دعا قبول کی اللہ سب کے ارمان پورے کرے، آمین۔ سلسلہ کے تمام حضرات اور خواتین کو سلام پہنچے۔

دعا گو، خواجہ شمس الدین عظیمی

(24 اگست، 1996ء)

سرورق کی تشریح

عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضور قلندر بابا اولیاؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میرے دماغ میں جھماکا ہوا اور اندر کی آنکھ کھل گئی۔ حضور قلندر بابا اولیاؒ کے سینہ میں گھڑی کے فنر کی طرح بے شمار دائرے ہیں اور دماغ میں سے آنکھیں خیرہ کرنے والی روشنی کی لہریں نکل رہی ہیں اور دائروں کو حرکت دے رہی ہیں۔ ہر دائرہ سے روشنی کا تار بندھا ہوا ہے اور ہر تار کے ساتھ مخلوق متحرک ہے۔ ہر دائرہ میں عالم اور کئی دائروں میں عالمین بھی نظر آئے۔

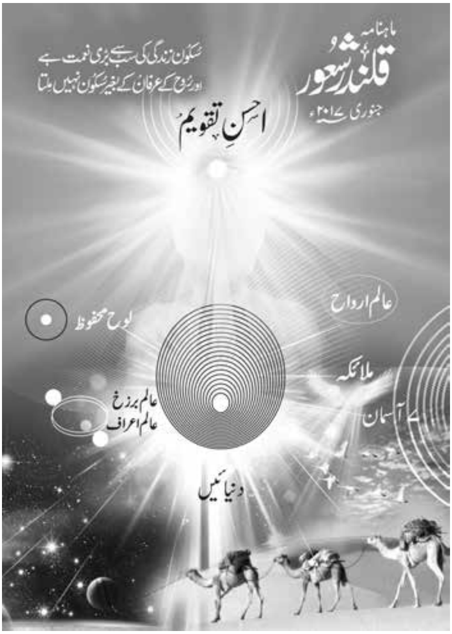

مشاہدہ ہوا کہ اوپر سے فلیش لائٹ کی طرح لہریں آرہی ہیں، وہ چار نورانی آبشاریں ہیں جو حضور قلندر بابا اولیاؒ کے اندر اس طرح جذب ہوگئیں جیسے گلاس کے اندر ڈراپر سے قطرے ڈالے جاتے ہیں۔ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ نے اس امر کی تشریح اس طرح فرمائی:

''خواجہ صاحب ایک حضیرہ میں ایک کھرب آباد نظام شمسی اور تیرہ کھرب سیارے نور کی ڈوری سے بندھے ہوئے ہیں۔ صاحبِ تکوین بندہ جب تکوینی کام کرتا ہے تو اس کی یہی صورت ہوتی ہے جو آپ نے دیکھی ہے۔''

سرورق جنوری 2017ء میں درج بالا نقشہ کی تصویری وضاحت کی گئی ہے۔ رحمٰن و رحیم ہستی اللہ نے مخلوق کے لئے نظام بنایا ہے جس میں برگزیدہ اور مقرب بارگاہ ہستیاں خلوص و محبت کی خوش بو بکھیرتی ہیں۔ ان ہستیوں کی حلاوت اور شگفتگی نظام قدرت میں نمایاں ہے۔ سماوات و ارض ان کے لئے مسخر ہیں۔ زمان و مکان گرفت میں ہیں ـــ کائنات کا ذرہ ذرہ تابع فرمان ہے مگر یہ پاک باطن

بندے غرض اور طمع سے آزاد ہیں۔ طلب ہے تو فقط ماورائی ہستی کے عشق کی اور اللہ سے قربت ان کی زندگی ہے۔

یہ آپ ہی کا تو نواسا ہے، دریا پی کر جو پیاسا ہے
جلووں کا سمندر دے دیجئے، اے بادۂ حق! اے جوئے علیؑ!

(سید اسد علی۔ کراچی)

کائنات کی تفصیل — تشریح کے ساتھ انسان کے اندر جس مرکز میں موجود ہے وہ نقطۂ وحدانی ہے۔ یہ مخلوقات کا یک جائی پروگرام ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم ہیں اور علم کی صفت اللہ نے ہر مخلوق کو عطا فرمائی ہے۔ انسان مخلوقات میں اس لئے افضل ہے کہ اللہ نے اسے اپنی صفات کا علم فرشتوں سے زیادہ عطا فرمایا ہے اور انسان کو احسن تقویم فرمایا ہے۔

جنوری 2017ء کے سرورق پر تفکر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس کائنات کو آدمی باہر تلاش کرتا ہے وہ اس کے اندر موجود ہے۔ اگر وہ اپنے اندر غور و فکر کرے تو حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ کائنات کن قوانین پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کا نظام کائنات میں کس طرح جاری و ساری ہے۔

حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ — ''جس نے اپنے نفس کو پہچانا، اس نے اپنے رب کو پہچانا''۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ میں تمہارے اندر ہوں، تم دیکھتے کیوں نہیں —؟ (ماریہ فیصل، عجمان)

اس دنیا میں اپنی پیدائش پر غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہاں پیدا ہونے سے پہلے ایک اور پیدائش ہے جو اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صناعی قرار دیا ہے۔ یہ شرف علم الاسما کی بنیاد پر ہے۔ علم الاسما کیا ہے —؟ اللہ کی صفات کا علم ہے جس سے واقف ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور دیگر الہامی کتابوں میں کائنات میں غور و فکر کا حکم دیا ہے۔ علم الاسما سے واقف ہو کر آدمی اپنی پیدائش یا اصل سے واقف ہو جاتا ہے۔

کائنات کو انسان کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ جب بندہ غور کرتا ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کیوں آیا ہوں، مجھے پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے اور اس دنیا کے بعد میں کہاں چلا جاؤں گا —؟ غور و فکر سے لاشعوری صلاحیتوں سے واقفیت بڑھتی ہے اور بندہ شے کے پس پردہ میکانزم سے واقف ہوتا ہے۔ مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ شے میں حرکت کیا ہے اور کس شے میں کتنی مقداریں کام کر رہی ہیں۔ جو لوگ مقداروں کے قانون سے واقف ہیں انہیں کائنات میں تصرف کا اختیار ہے اور یہی لوگ احسن تقویم ہیں۔ (زبیر احمد۔ کراچی)

جنوری 2017ء کے سرورق پر غور کیا تو محمد عظیم برخیا حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا خیال ذہن پر محیط ہو گیا۔ تفکر کے نکات پیشِ خدمت ہیں۔ کائناتی پروگرام لوح محفوظ پر نقش ہے اور وہاں سے لا شمار اسکرینوں پر مظاہرہ ہو رہا ہے۔ لوح محفوظ میں نقش ریکارڈ، نورانی آبشاروں کے ذریعے کائنات کو سیراب کرتا ہے۔

ساقی کا کرم ہے، میں کہاں کا مے نوش مجھ ایسے ہزار ہا کھڑے ہیں خاموش
مے خوار عظیم برخیاؔ حاضر ہے افلاک سے آرہی ہے آواز سروش

قلندر بابا اولیاءؒ علم و عرفان کا بحرِ ذخار ہیں۔ سیدنا حضور پاکؐ کے فیض و کرم سے آپ حامل علم لدنی ہیں۔

جب بندہ علم لدنی سے واقف ہو جاتا ہے تو ٹائم اور اسپیس اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور وہ مادی شعور سے ماورا عالمین کا مشاہدہ کرتا ہے — اللہ کے محبوب حضرت محمدؐ سے تعلق قائم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔

ذات وصفات کے عارف حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے وحدانیت کی تعلیم دی ہے اور بتایا ہے کہ تمام مسائل کے حل کے لئے نوع آدم کو نقطۂ توحید کی طرف لوٹنا ہوگا۔ ابدالِ حق نے روحانی علوم کو سائنسی طرزوں پر عام کر کے لوگوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم — غور و فکر کو شعار بنائیں اور مخلوقات میں ممتاز ہوں۔ (نگہت حیات۔ پشاور)

سیرابی کیا ہے —؟

ہر آدمی روزانہ کئی گلاس پانی پیتا ہے لیکن وہ یہ نہیں سوچتا کہ پانی سے سیرابی کیوں ہوتی ہے لیکن جس بندہ کو نسبت حاصل ہوتی ہے — غور کرتا ہے کہ پانی اللہ کی تخلیق ہے۔ مثلاً سمندر، بادل، بارش، پہاڑوں پر برف کا پگھلنا سب نظام قدرت ہے۔ نظام قدرت سیرابی کے لئے انتظام کرتا ہے۔ جب بندہ سوچتا ہے کہ پانی پینے سے سیرابی ہوتی ہے تو ذہن میں از خود بغیر کسی ارادہ اور اختیار کے یہ بات آتی ہے، پیدائش سے نو ماہ تک اللہ نے مجھے رزق عطا فرمایا ہے اور جب تک میں دنیا میں ہوں، رزق ملتا رہتا ہے لیکن 60— سال کا آدمی یہ نہیں سوچتا کہ میں کبھی دو دن کا تھا۔ اللہ کا بندہ سوچتا ہے کہ اللہ نے مجھے دو دن کے بچہ کی عمر سے 60 سال تک زندگی کے وسائل فراہم کئے ہیں۔ یہ سوچ اور فکر اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ میری اپنی کوئی ہستی نہیں۔ اللہ ایسی ہستی ہے جس نے مجھے دنیا میں پیدا کیا، رزق فراہم کیا، پروان چڑھایا اور بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپے کے ادوار سے گزار کر دوبارہ اپنے پاس بلا لیا۔

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین

پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

فری ممبرشِپ

فری مطالعہ

روحانی علوم کے متلاشی خواتین وحضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ وطالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی
نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

ڈاکٹر عمیر ریاض

ہرا بھرا عظیمی گلشن

اہل طلب دید کی تڑپ سینوں میں لیے، امید کے دیئے جلائے، خنداں وتاباں چہروں کے ساتھ موجود تھے۔اس عالم ناسوت میں اللہ کے دوستوں کا ایک لمحہ کا تقرب صد سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے اوران کی ایک نگاہِ کیمیا سنگ پارس کی تاثیر رکھتی ہے۔

جنوری کا مہینہ دل آویز یادوں کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔دل دار و دل نواز کی باتیں ـــ صبح و شام ان کے تذکرے! روح کے اندر اترنے اور کثیف وجود کولطیف بنانے والا جذبہ ـــ محبت ـــ اس عظیم ہستی کے لئے جسے دنیا ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے نام سے جانتی ہے۔

اللہ کے دوستوں کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ زندگی میں ان کے ساتھ ایک ساعت سو سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے اور ـــ جب وہ پردہ فرما جائیں تو ان کا ذکر خیر محبت، محبت ـــ محبت ہے۔ان پاکیزہ ہستیوں کا ذکر قلب وذہن میں، اللہ کی محبت بسا دیتا ہے۔

دسمبر شروع ہوتا ہے تو دل لطیف جذبات سے معمور ہوجاتا ہے اور ابدال حق کی خدمت میں حاضری کا شوق شدت اختیار کر جاتا ہے۔نامۂ اعمال کی روسیاہی تو دعویٰ محبت کے قابل نہیں چھوڑتی لیکن عاشق بے نوا کی شفقت ـــ سائل کو ہمت عطا کرتی ہے۔

شفقت کے تصور سے طبیعت میں گداز پیدا ہوتا ہے اور پُرگداز دل کے ساتھ مرکزی مراقبہ ہال جانے کی تیاری شروع ہوجاتی ہے۔روانگی عرس مبارک سے تین دن قبل ہوتی ہے لیکن چشمِ تصور میں روح گویا پہلے سے وہاں موجود ہے۔تیاری کے دوران گھر، دفتر اور دیگر معمولات جاری رہتے ہیں مگر آنکھوں میں خمار اور پلکوں پر جھلملاتے موتی باطن میں مغلوب محبت کی تپش ہے۔

عجیب بات ہے ـــ محبت تو مراد کرتا ہے اور دعویٰ مرید! لوہے کی مجال نہیں کہ مقناطیس کو کھینچے!

❁ ❁ ❁

جنوری کے شب و روز گزرتے ہیں ـــ وارفتگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جہاں دو لمحے کو فرصت ملی، چشمِ تصور میں روح کو مرکزی مراقبہ ہال کا طواف کرتے پایا۔کبھی آستانہ میں لوبان وبخور کی گہری خوش بو میں مراقبہ، کبھی مرکزی مراقبہ ہال میں قطار اندر قطار پھولوں کا حسن، کہیں مزار شریف پر گلاب کی خوش بو،

سلسلہ کے بہن بھائیوں کے روشن چہروں کا تصور لیکن ـــ سب سے بڑھ کر نورانی، خندہ دہن، روشن چہرہ ہستی کی معصوم مسکان ـــ میرے مرشد کریم !

❁ ❁ ❁

کہتے ہیں کہ بندہ سچ کی جستجو میں سچ تک پہنچ نہیں سکتا۔ ہاں، کوشش کر کے کسی سچے تک ضرور پہنچ جاتا ہے، جو بندہ کو سچ تک پہنچا دیتا ہے۔

ہر سال حضور قلندر بابا اولیاؒ کے عرس کے موقع پر عشاق کے قافلے اسی نابغہ روزگار، روشن چہرہ، سچے انسان کے حلقہ میں اذنِ باریابی کے لئے آتے ہیں جو صاحبِ عرس کے تربیت یافتہ، منظورِ نظر، عاشقِ صادق اور فنافی الشیخ ہیں۔

یہ ابدال حق سے بے پایاں محبت کا عکس ہے کہ محترم مرشد کریم ہر سال عرس کے موقع پر حضور قلندر باباؒ کے نام لیوا ہزاروں زائرین کی میزبانی بحسنِ انتظام فرماتے ہیں اور چمنستان عظیمی کے غنچوں کی حتی المقدور سیرابی ہوتی ہے۔

25 جنوری 2017ء کو رختِ سفر باندھ کر محبت اور سرشاری کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ہم بھی عازم کراچی ہوئے۔ کوئے یار کا سفر ہو تو سفر کی صعوبتوں پر کیا نظر! بحمد اللہ بعد از ظہر کراچی پہنچے۔

ہر سال عرس کے لئے کراچی آتے ہیں تو عجیب صورت حال درپیش ہوتی ہے۔ ایک کراچی کا وہ تصور ہے جو اخبارات کی شہ سرخیوں اور خبروں کی طوفاں سامانیوں پر مبنی ہے، جہاں خوف اور غم کے سائے ہیں۔ اور ایک وہ کراچی ہے جو شہرِ یار ہے ـــ جس کا معتدل موسم آغوشِ محبت کی طرح آنے والے کا احاطہ کر لیتا ہے۔ مزدور، راہ گیر اور حتیٰ کہ راہ چلتے اجنبی بھی اپنے معلوم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ یہ درِ محبوب ہے۔

❁ ❁ ❁

ائیر پورٹ سے ٹیکسی لے کر سرجانی ٹاؤن کی طرف روانہ ہوئے۔ آسمان پر کالی گھٹا اور بوندا باندی نے ماحول کو مزید خوب صورت بنا دیا تھا۔ خنک ہوا دل کو مسرت و شکر سے مامور کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں سرجانی ٹاؤن کی حدود میں داخل ہو گئے۔ دیکھی بھالی سڑکیں، منظور نظر رستے۔ ذہن ایک لمحہ کو ماضی میں چلا گیا اور فلم کی طرح سارے لمحات ذہن سے آ کر گزر گئے جو ان فضاؤں میں گزرے تھے۔

پہلی مرتبہ یہاں آمد، نامعلوم جگہ کا خوف، آستانہ میں حاضری، ذہن میں گوناگوں خیالات جو بالآخر مرشد سے ملاقات پہ منتج ہوئے۔ ایسا لگا کہ خوف اور گھبراہٹ کی گھٹا سے نکل کر ممتا کی آغوش میں آ گیا ہوں۔

جوں ہی مراقبہ ہال کی دیوار نظر آئی تو ماضی کے جھروکوں سے لمحہ، موجود میں آ پہنچا۔ ایک خاص حسن انتظام کے تحت مختلف علاقائی مراقبہ ہالز کے نگران و ذمہ داران باقی زائرین سے قبل مرکز پہنچ جاتے ہیں اور دیگر زائرین کی اقامت کے لئے مرکز کی ہدایات کے مطابق پہلے سے تفصیلات طے کر لیتے ہیں۔

پہلا کام یہ کیا کہ اپنے مراقبہ ہال کے نائب نگران کو فون کر کے اقامت گاہ کے بارے میں استفسار کیا۔ اس دفعہ اقامت کا انتظام سلسلہ کے ایک سینیئر رکن کے زیرِ تعمیر مکان میں تھا۔ رہائش گاہ پر پہنچ کر سامان رکھا اور وہاں موجود دوستوں سے ملاقات کی۔

سلسلہ عظیمیہ کے ذمہ داران کا اعجاز ہے کہ عرس کے انتظامات میں ہر شے کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ بالخصوص زائرین کی رہائش کے قضیہ کو احسن طریقہ سے نمٹایا جاتا ہے۔ مرکزی مراقبہ ہال کے اردگرد سلسلہ کے کئی بہن بھائیوں کے گھر موجود ہیں جو ان ایام میں مہمان زائرین کے لئے اپنے گھروں کو وقف رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ جامع مسجد عظیمیہ اور عظیمی پبلک سکول میں بھی زائرین کی رہائش کا انتظام کیا جاتا ہے۔

مزید احوال بیان کرنے سے قبل بہتر ہے کہ مرکزی مراقبہ ہال اور مضافات کا اجمالی نقشہ پیش کیا جائے۔

❀ ❀ ❀

مرکزی مراقبہ ہال ــــ سرجانی ٹاؤن میں عید گاہ گراؤنڈ سے متصل ہے۔ قرب و جوار میں سلسلہ سے متعلق اہم ادارے و عمارتیں اور سلسلہ کے احباب کے گھر ہیں۔ مراقبہ ہال کے بالکل سامنے سڑک شرقاً غرباً گزرتی ہے جو مشرق کی طرف عظیمی پبلک سکول سے شروع ہو کر مغرب کی طرف عید گاہ گراؤنڈ پہ ختم ہوتی ہے۔ مراقبہ ہال کے صدر دروازہ کی سیدھ میں ایک سڑک جاتی ہے جس پر چند سو فٹ دور بائیں ہاتھ پر ''ماہنامہ قلندر شعور'' کا دفتر ہے۔

عظیمی پبلک سکول کے پچھلی جانب عظیمیہ جامع مسجد ہے جس کا مرکزی دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ یہ عرس کے دنوں میں کھلتا ہے البتہ شمال کی طرف دروازہ عام دنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مسجد کے مرکزی دروازہ سے نکل کر سڑک پر شمال کی جانب چند قدم کے فاصلہ پر برخیا میموریل ہسپتال ہے۔ جنوبی سمت میں تقریباً تین سو گز کے فاصلہ پر حضور مرشد کریم کی اقامت گاہ ہے۔ گویا مرکز ــــ مرکزہ کی طرح بیچ میں ایستادہ ہے اور تمام مقامات و مکانات اس کے اردگرد موجود ہیں

جب کہ مرکز کا اصل مرکز مرشد کریم ہیں۔ گرد و پیش دراصل شفیق ہستی کی پرخلوص محبت کا حلقہ ہے جس میں سب محولطف واکرام ہیں۔

❁ ❁ ❁

"روحانی شاگرد جب مرشد کے حلقہ میں آجاتا ہے تو شاگرد کے اندر Positive اور Negative روشنیوں کا نظام بحال ہو جاتا ہے۔مرید کی روشنیوں میں مراد کی روشنیاں شامل ہوجاتی ہیں۔اس عمل سے تعفن بتدریج کم ہوتا رہتا ہے۔جس مناسبت سے تعفن کم ہوتا ہے، اسی مناسبت سے لطیف روشنیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے۔" (کتاب: احسان وتصوف)

اگرچہ مرشد کی ذات والا صفات کے انوار سے فیض حاصل کرنے کے لئے ظاہری قربت شرط نہیں — اہمیت طرزفکر کی ہے۔طرزفکر ایک ہونا — قربت ہے۔ قربت میں گزرے لمحات خود احتسابی پر مائل کر کے سوچ میں تبدیلی کا باعث بنیں تو یہ عین مطلوب ہے۔

عرس ایسا موقع فراہم کرتا ہے جس میں مرید، مرشد کے حلقہ بگوش انوار ہو جاتا ہے اور طبیعت میں تکدر و تعفن کی جگہ انشراح اور طمانیت پیدا ہوتی ہے۔

❁ ❁ ❁

اقامت گاہ پر سامان رکھ کر ہم نے استقبالیہ کا رخ کیا اور رجسٹریشن کارڈ حاصل کئے۔سلسلہ عظیمیہ کے تحت عرس کا انتظام بالفعل زائرین کے لئے تربیتی نشست ہے۔عرس کے رائج طریقوں سے واقف مہمان جب مرکزی مراقبہ ہال کے زیرِاہتمام تقریبات کا نظارہ کرتے ہیں تو حیرت و استعجاب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔حسن انتظام کے ساتھ باقاعدہ نظم وضبط، حضور قلندر بابا اولیاؒ کے عرس کی تقریبات کا طرہ امتیاز ہے۔

ہر زائر کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جاتی ہے، شناختی کارڈ دیا جاتا ہے اور اقامت گاہ متعین کی جاتی ہے۔کھانے کے نظام الاوقات مقرر ہیں۔

ورکشاپ کی رجسٹریشن علیحدہ مرحلہ ہے۔زائر کو "راہ نمائے زائر" نامی پرچہ دیا جاتا ہے جس میں اہم نکات، تقریبات کی ترتیب اور اوامر و نواہی کے بارے میں معلومات درج ہوتی ہیں۔

رجسٹریشن کارڈ گلے میں آویزاں کیا اور اس ازدحام کا حصہ بن گیا جو مراقبہ ہال کے اردگرد موجود تھا۔چہروں پر بشاشت اور شگفتگی، اپنائیت کا احساس، قلب و نگاہ کی پاکیزگی اور جذبات کا خلوص ہر طرف عیاں تھا۔اپنے علاقوں، شہروں، قصبوں اور بیرون ملک سے مرکزی مراقبہ ہال تک کا سفر گویا گھر سے گھر تک کا سفر ہے۔ خوش وخرم، سعید روح اور خوش بخت بہن بھائیوں کے ہجوم میں قطعاً اجنبیت دامن گیر نہ ہوئی۔

❁ ❁ ❁

جامع مسجد عظیمیہ کا رخ کیا۔مراقبہ ہال سے مسجد کے راستہ میں دائیں اور بائیں اسٹالز آراستہ تھے جن

میں علم وتحقیق کے علاوہ کھانے پینے کے اسٹالز بھی تھے۔

برسرِراہ حکیم شاہ عالم بھائی کے مطب سے گزر ہوا۔

سامنے برخیا میموریل ہسپتال کا بورڈ ایستادہ نظر آیا۔ یہ ہسپتال مرشد کریم کی جدوجہد کا مظہر ہے اور ان کی زیرنگرانی روبہ ترقی ہے۔ جامع مسجد عظیمیہ عرس کے ایام میں کشت زعفران کا منظر پیش کرتی ہے۔ ہر نماز کے بعد مختلف شہروں سے آئے ہوئے عظیمی دوست نہ صرف ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں بلکہ یہ ملاقات خیالات وتجربات کے تبادلہ کا موقع بھی فراہم کرتی ہے۔

عظیمی جامع مسجد میں عرس کے ایام میں زائرین کے وقت کو کارآمد بنانے کے لئے مربوط نظام الاوقات اور اعمال کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ فجر، ظہر اور عشا کی نماز کے بعد اجتماعی مراقبہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ترتیب عام دنوں میں بھی جاری رہتی ہے تاہم عرس کے دنوں میں سینکڑوں زائرین کی مراقبہ میں اجتماعی شرکت ماورائی ماحول پیدا کردیتی ہے۔ ماحول کا خاصہ تھا کہ مراقبہ کے دوران فوراً یکسوئی ہوجاتی اور لطیف کیفیات سے طبیعت میں گداز طاری ہوتا۔

ہر نماز کے بعد زائرین دو، تین اور چار کی ٹولیوں میں مسجد میں بیٹھ جاتے، کچھ لوگ مراقبہ کرتے، دوسری جانب ایسے ساتھی بھی تھے جنھوں نے گروپ کی صورت میں اگلے دن ہونے والی ورکشاپ کے عنوانات پر تفکر کیا۔ کچھ دوست دنیا و مافیہا سے بے خبر آنکھیں موند کر دیوار سے لگے بیٹھے چہرہ پہ مسکان سجائے کسی اور عالم میں روبہ سفر نظر آئے۔ مسجد کے اندر لوبان اور بخور کی خوش بو کا تیز جھونکا لاشعوری حواس کا دروازہ وا کردیتا اور لطیف احساسات وجود کو گھیر لیتے۔

❁ ❁ ❁

مسجد میں کچھ دیر قیام کے بعد باطن کو پہلے سے مجلّا محسوس کرتے ہوئے ہم نے اقامت گاہ کا رخ کیا۔ سفر کی تکان بھی تھی اور پھر اگلے روز کی تیاری کا ارادہ۔ مسجد سے نکل کر مرشد کریم کی رہائش گاہ کے قریب پہنچے تو محبین قطار بنائے کھڑے تھے۔

اہل طلب دید کی تڑپ سینوں میں لیے، امید کے دیئے جلائے، خنداں و تاباں چہروں کے ساتھ موجود تھے۔ اس عالم ناسوت میں اللہ کے دوستوں کا ایک لمحہ کا تقرب صد سالہ بے ریا عبادت سے افضل ہے اور ان کی ایک نگاہِ کیمیا سنگ پارس کی تاثیر رکھتی ہے۔

عالم خیال میں اپنا وجود معدوم محسوس ہوا— فقط ایک تصور باقی رہا۔ انگلی پکڑ کر چلنے والا نادان بچہ اور اس کے رفیق وشفیق ابا جان۔ مرید رہا نہ مراد۔ دل تشکر، ناز اور لطف وکرم کے احساس سے لبریز ہوگیا اور جذبات پلکوں پر موتیوں کی شکل میں ڈھلک گئے۔

مرشد کا دیدار ہے باہُو
سانوں لکھ کروڑاں حجاں ہو

کیفیت دل میں لیے ہم بھی قطار کا حصہ بن گئے۔

(قسط نمبر ۱)

❁ ❁ ❁

جملہ را آئینہ دارِ حسن دلبر کردہ اند

ہر کسے را در ازل رزقے مقدر کردہ اند	رزق ازل میں مقدر کردیا گیا ہے
وزبرائے ہریکے کارے مقرر کردہ اند	اور ہر ایک کا کام بھی معین ہے
عشق را آمیزشے دادند باجان و دلم	میرے جان و دل میں عشق کی آمیزش کر دی
پیشِ ازاں کاب و گلِ آدم مخمر کردہ اند	یہ خمیر پہلے ہی آدم کی مٹی میں تھا
عاشقان را ایں پریرویاں بزنجیرِ بلا	عاشقوں کو پری رخوں نے مصائب کی زنجیر سے
ایں چنیں دیوانۂ زلفِ معنبر کردہ اند	باندھ کر اپنی زلف عنبریں کا دیوانہ بنادیا ہے
للہ اے واعظ بجاے جنتم دعوت مکن	اے واعظ! اللہ کے واسطے جنت کی دعوت نہ دے
کایں گدا را وعدۂ انعام دیگر کردہ اند	کہ اس فقیر سے کسی اور انعام کا وعدہ ہے
پرتوِ نور شہود افتاد در قصرِ وجود	شہود کے نور کا عکس قصر وجود پر پڑا
کز شعاعش حجرۂ دل را منور کردہ اند	اس کی شعاعوں سے خانۂ دل منور ہو گیا
عکسِ نورِ ذات بر مراتِ جاں شد منعکس	ذات کا نور جان کے آئینہ میں منعکس ہوا
زیں مرایائیکہ باحسنش برابر کردہ اند	کہ اس کے حسن کے مقابل آئینے رکھے ہیں
سربسر ذرات عالم مظہر انوار اوست	کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے انوار کا مظہر ہے
جملہ را آئینہ دارِ حسن دلبر کردہ اند	ہر ایک، دلبر کے حسن کا آئینہ دار ہے
جاں زمہرش عاقبت بیروں پرد زیں دام تن	محبت میں جان تن کے پنجرہ سے اڑجائے گی
گرچہ مرغ روح را بے بال و بے پر کردہ اند	اگر چہ روح کا پرندہ بے بال و پر بنایا ہے

حامد ابراہیم

مفروضہ

لاشعوری ماہرین نے نوع انسانی کو کائنات اور خالق کائنات سے روشناس کرانے کی عملی و علمی کاوشیں کی ہیں۔ انسان کو اللہ نے نیابت کے شرف سے نوازا ہے، وہ بحیثیت نائب فقط ایک سیارہ تک محدود کیسے رہ سکتا ہے جب کہ اس کا خالق ساری کائنات کا مالک ہے ـــــ؟

قرآن کریم کو ترتیب سے پڑھا جائے تو ابتدا سورۃ فاتحہ کی آیت ''الحمد للہ رب العالمین'' سے ہوتی ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ رب سے مراد وہ ہستی ہے جو مخلوق کو پیدا کرتی ہے، زندگی کو قیام بخشنے کے لئے وسائل تخلیق کرتی ہے اور اپنے کرم سے مخلوقات کو وسائل عطا کرتی ہے۔

قرآن کریم میں عالمین کا لفظ 77 بار استعمال ہوا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مخلوقات کا وجود فقط ہماری زمین تک محدود نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ

★ کیا دوسرے عالمین میں مخلوقات خصوصاً نوع انسان موجود ہے ــــ؟ اگر ایسا ہے تو ان میں عناصر اور مرکبات کا تناسب کیا ہے ــــ؟

★ اسی طرح وہاں دوسری طبعی اور کیمیائی مقداریں ہماری زمین سے کتنی مختلف یا مماثلت رکھتی ہیں ــــ؟

موجودہ دور میں یہ موضوع زیر بحث ضرور ہے لیکن اس حوالہ سے کوئی پیش رفت یا دریافت ناپید ہے۔

ہمارے نظام شمسی کے علاوہ دوسرے نظام ہائے شمسی میں سیاروں کی دریافت کے دعوے کئے گئے ہیں۔ ان سیاروں کو Exoplanets کہا گیا ہے ــــ ایسے سیارے جو ہمارے نظام شمسی کے علاوہ دوسرے نظاموں سے متعلق ہیں۔ ان میں صداقت ہے یا نہیں، یہ ایک الگ بات ہے ــــ اہم یہ ہے کہ محققین غور و فکر تو کر رہے ہیں ــــ کوشش تو کر رہے ہیں کہ دوسرے سیاروں اور ان میں مخلوقات کی موجودگی کے بارے میں معلومات حاصل ہوں۔

قارئین! مضمون میں مادی سائنس کی تحقیقات و مفروضات کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر روحانی علوم کی روشنی میں عالمین کی حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

محققین کے لئے ہمارے نظام شمسی کے علاوہ

دوسرے سیاروں کا وجود تسلیم کرنا قابل قبول نہ تھا۔ وجہ مادی سائنس کا اصول ہے کہ جب تک مادی حواس سے کسی شے کی موجودگی کا ادراک نہ ہو، وہ لاموجود ہے۔ تحقیق وتلاش کے لئے ظاہری حواس کو مرکز بنایا جائے تو لامحدودیت کا ادراک نہیں ہوسکتا۔

یہاں ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور تغیر پذیر ہے۔ مادی وجود چاہے وہ آدمی کا ہو، درخت کا ہو، حیوانات، نباتات یا جمادات کا ہو، جب تک تغیر سے نہیں گزرتا— نشوونما نہیں ہوتی۔ اسپرم بچہ کی صورت اختیار کرنے کے لئے ہر لمحہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتا ہے اور لاتعداد مرتبہ تغیر سے گزرتا ہے۔ آدمی ساری عمر جتنی مرتبہ ردوبدل سے گزرتا ہے، اس کا شمار ممکن نہیں ہے۔

ردو بدل کی صورت یہ ہے کہ جب پہلے دن کا بچہ ایک، دو، تین، چار اور پانچ سال کا ہوتا ہے تو اس کی شکل وصورت مکمل طور پر تبدیل ہوجاتی ہے۔ پانچ سال کے بچہ کا پہلے دن کے بچہ سے موازنہ کیا جائے تو شکل وصورت میں مماثلت نظر نہیں آتی۔ تغیر کی وجہ سے ایک دن کے بچہ پر کیا جانے والا تجزیہ دوسرے دن پر لاگو نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس دوران وہ کئی بار تغیر کے مراحل سے گزر چکا ہے۔ یہ مادی وجود کی تعریف ہے۔ مادی وجود پر کی گئی ہر تحقیق کے نتائج میں تغیر ہے جب کہ حقیقت میں تغیر نہیں ہے۔

سائنس نے نظام شمسی سے باہر جس پہلے سیارہ کے وجود کی تصدیق کی وہ 6 اکتوبر 1995ء میں دریافت ہوا۔ یونی ورسٹی آف جینیوا سے تعلق رکھنے والے دو سوئس ماہرین فلکیات، مشل مایور (Michel Mayor) اور ڈی ڈائر کوائیلوز (Dedier Queloz) نے ایک ستارہ 51 Pegasi کے گرد محو گردش کسی سیارہ کی دریافت کا دعویٰ کیا۔ تصدیق دیگر ماہرین فلکیات نے بھی کی۔

ناسا نے نظام شمسی سے باہر سیاروں کی تلاش کے لئے خصوصی طور پر خلائی دوربین کیپلر (Kepler) تیار کی اور 7 مارچ 2009ء کو خلائی مشن پر بھیجا۔ ناسا کے مطابق کیپلر نے جنوری 2015ء تک 2300 مختلف اقسام کے ایسے سیارے دریافت کئے ہیں جن کی سائنسی طریقہ کار سے تصدیق کی گئی ہے۔ ان میں ٹھوس سطح کے چٹانی سیارے اور گیسی سیارے شامل ہیں۔ 3601 سیارے ایسے ہیں جن کی جانچ پڑتال باقی ہے۔ بہرحال یہ سب جمع تفریق یک طرفہ طور پر پیش کی جاتی ہیں اور پھر— آرٹسٹوں اور مصوروں کی ٹیم ان دعووں کو تصویری فن پاروں میں تبدیل کرتی ہے جنہیں تحقیقی اداروں کی ویب سائٹس پر شائع کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ان سیاروں کی حقیقت وماہیت سوالیہ نشان ہے۔

حال ہی میں یورپ کے خلائی ادارہ ESO (یورپین سدرن آبزرویٹری) جس کی رصدگاہیں

جنوبی امریکہ کے ملک چلی میں قائم ہیں، ہمارے نظام شمسی سے قریب ترین نظام شمسی الفا سینٹوری (Alpha Centauri) میں ایک سیارہ کی دریافت کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ زمین سے ملتا جلتا ہے اور اپنے ستارہ Proxima Centauri سے اس کا فاصلہ اس حد تک ہے کہ وہاں ہماری زمین جیسا درجہ حرارت ہو سکتا ہے۔ اسے Proxima b کا نام دیا گیا۔ اگرچہ اس دعویٰ کی خوب تشہیر ہوئی لیکن بیش تر معلومات مفروضات پر مبنی ہیں۔

قابل توجہ ہے کہ محققین نے ہمارے نظام شمسی سے باہر کسی دوسرے نظام شمسی سے متعلق تصویر حاصل نہیں کی۔ بیرونی سیارہ کی موجودگی کا پتہ چلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی سیارہ اپنے سورج (ستارہ) کے سامنے سے گزرتا ہے تو حجم کے اعتبار سے ستارہ کی روشنی میں کمی بیشی کو حساس آلات سے ناپا جاتا ہے اور مفروضات قائم کئے جاتے ہیں۔

مثال: بجلی کا بلب روشن ہے۔ آس پاس کیڑے پتنگے اڑ رہے ہیں۔ پتنگے کی موجودگی کا پتہ اس طرح چلاتے ہیں کہ جب وہ بلب کے سامنے سے گزرتا ہے تو حجم کے اعتبار سے بلب کی روشنی کا کچھ حصہ بلاک ہو جاتا ہے۔ بلب کی روشنی کے پھیلاؤ میں معمولی کمی کو ہم آلہ کی مدد سے ناپ لیتے ہیں اور پھر قیاسات کا سہارا لیتے ہیں کہ بلب کے آس پاس کوئی جسم تقریباً اس سائز کا موجود ہے اور یہ اس کی شکل وصورت ہے۔

نظام شمسی سے باہر سیارے دریافت کرنے کے تمام تر طریقے قیاس پر مبنی ہیں۔

غور طلب ہے کہ جتنے بھی مشاہدات ہیں ان میں ابھی تک کوئی چیز آنکھ سے مشاہدہ نہیں کی گئی، مشاہدہ کے لئے میڈیم کو ضروری سمجھا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ عناصر جن کو کیمرے کے لینس یا چشموں کی مدد سے دیکھا جاتا ہے، انہیں آنکھ سے کیوں نہیں دیکھ رہے ـــ؟ یہ کہا جائے کہ نظر کی حد نہیں ہے کہ وہ خلا میں ہبل جیسی کسی دوربین کے بغیر دیکھ سکے تو سوال یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں میل دور سورج، چاند اور ستاروں کو ہم کس طرح دیکھ رہے ہیں ـــ؟ زمین سے سورج کا فاصلہ نو کروڑ میل اور چاند کا ڈھائی لاکھ میل بتایا جاتا ہے۔ نو کروڑ میل دور دیکھنے والی نگاہ ـــ زمین سے اوپر تین سو میل خلا میں کیوں نہیں دیکھتی اور نو کروڑ میل دور سورج کو دیکھ لیتی ہے ـــ؟

لاشعوری ماہرین نے نوع انسانی کو کائنات اور خالق کائنات سے روشناس کرانے کی عملی و علمی کاوشیں کی ہیں۔ انسان کو اللہ نے نیابت کے شرف سے نوازا ہے، وہ بحیثیت نائب فقط ایک سیارہ تک محدود کیسے رہ سکتا ہے جب کہ اس کا خالق اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک ہے ـــ؟

اللہ نے انسان کو نائب بنایا۔ اللہ عالمین کا رب ہے

لہٰذا ہر عالم میں اللہ کی عنایت سے انسان کی نیابت قائم ہے۔ یہ واضح ہے کہ انسان محض ایک سیارہ تک محدود نہیں بلکہ اس کا وجود کائنات میں بے شمار زمینوں پر موجود ہے اور ہر زمین کے ماحول، حجم، آب و ہوا، عناصر و مرکبات اور سالمات کے تناسب میں فرق ہے لیکن بنیادی طور پر سب انسان ہیں۔

ہماری زمین کی فضا تقریباً 78 % نائٹروجن ، 21% آکسیجن، 0.934% آرگان، 0.0407% کاربن ڈائی آکسائیڈ اور انتہائی قلیل مقدار میں چند دوسری گیسوں پر مشتمل ہے۔ پھیپھڑے اس طرح تخلیق ہوئے ہیں کہ وہ فضا میں مقداروں سے منسلک ہیں اور بخوبی کام انجام دیتے ہیں۔

خوراک اور جسم بھی ایک دوسرے کے لئے تخلیق کئے گئے ہیں۔ معدہ میں جو کیمیائی رطوبتیں اور مرکبات پیدا ہوتے ہیں ان کے ہضم کرنے کی صلاحیت اور اثر انگیزی کے اعتبار سے زمین پر اشیائے خورد و نوش موجود ہیں۔ ہم سیلیکان ہضم نہیں کر سکتے کیوں کہ اسے ہضم کرنے کی کوئی رطوبت ہمارے معدہ میں پیدا نہیں ہوتی اور زمین سیلیکان پر مشتمل کوئی خوراک نہیں اگاتی۔

بتانا یہ ہے کہ زمین کا ماحول، عناصر، مرکبات، آب و ہوا، کیمیائی تعاملات ، طبعی مقداریں غرض ہر شے کڑی در کڑی منسلک ہے۔ ایک کڑی کے موجود نہ ہونے سے نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔

ذہن کے دریچے کھولیں اور محدود روایتی انداز فکر کو نظر انداز کر کے کھلے دل سے تفکر کریں کہ خالق کائنات نے بے شمار زمینیں تخلیق کی ہیں اور ہر زمین کی مقداروں کا پیٹرن منفرد ہے، اس میں مخلوقات ایک دوسرے سے اسی طرح منسلک ہیں جس طرح ہماری زمین پہ ہیں۔

روحانی سائنس وہ علم ہے جس سے ہمیں اپنا ادراک ہوتا ہے اور کائنات کی ساخت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ وہ وضاحت قابل تسلیم ہے جس کی بنیاد مفروضات کے بجائے تحقیق بالمشاہدہ پہ ہو۔ روحانی حواس کے ذریعے ہم کائنات کے دور دراز گوشوں کا مشاہدہ اور ساخت سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ نے قرآن کریم کے حوالہ سے کائنات کی ترتیب و ساخت کی جو تشریح فرمائی ہے وہ دوجمع دو برابر چار کے انداز سے جامع ہے۔

’’اللہ نے اپنے ذہن میں موجود کائناتی پروگرام کو شکل و صورت کے ساتھ وجود میں لانا چاہا تو کہا ’’کن‘‘ اللہ کے ذہن میں کائناتی پروگرام ترتیب و تدوین کے ساتھ اس طرح وجود میں آ گیا—

* ایک کتاب المبین
* ایک کتاب المبین میں تیس کروڑ لوح محفوظ
* ایک لوح محفوظ میں اسی ہزار حضیرے
* ایک حضیرہ میں ایک کھرب سے زیادہ مستقل آباد

نظام اور بارہ کھرب غیر مستقل نظام

* ایک نظام کسی ایک سورج کا دائرہ وسعت ہوتا ہے۔ ہر سورج کے گرد نو بارہ یا تیرہ سیارے گردش کرتے ہیں۔ یہ محض قیاس آرائی ہے کہ انسانوں کی آبادی صرف زمین (ہمارے نظام شمسی) میں پائی جاتی ہے۔ انسانوں اور جنات کی آبادیاں ہر حضیرہ پر موجود ہیں۔ بھوک، پیاس، خواب، بیداری، محبت، غصہ، جنس، افزائش نسل وغیرہ زندگی کا ہر تقاضہ، ہر جذبہ، ہر طرز ہر سیارہ میں جاری وساری ہے۔

* ایک حضیرہ پر ایک کھرب سے زیادہ آباد نظام واقع ہیں۔ ایک آباد نظام کو قائم رکھنے کے لئے غیر مستقل نظام اسٹور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ غیر مستقل نظام سے مراد یہ ہے کہ پورے پورے نظام بنتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں اور اس ٹوٹ پھوٹ سے آباد، مستقل نظام فیڈ ہوتے ہیں۔ ہر نظام میں الگ الگ سماوات، ارض، جبال، حیوانات، جمادات، نباتات وغیرہ اسی طرح موجود ہیں جس طرح ہم اپنے نظام میں دیکھتے ہیں۔''

قرآن کے علوم ـــــ روح کے علوم ہیں۔ روح سے واقفیت کے بعد ہی یہ ممکن ہے کہ حقائق تک رسائی ہو اور آدمی اپنی حقیقت، کائنات اور خالق کائنات کا عرفان حاصل کرے۔ روحانیت کا منبع قرآن کریم ہے۔

عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''روحانیت سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم قرآن کریم کو سمجھتا ہو اور تزکیۂ نفس کو جانتا ہو۔ روحانیت کے اوپر جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ شاگرد ایسے شخص کی شاگردی اختیار کرے جو روحانی علوم پر دسترس رکھتا ہو اور منزل رسیدہ ہو۔

عرش و کرسی، حجاب عظمت، حجاب کبریا، حجاب محمود، سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کیا ہیں؟

بے شمار کہکشانی نظام کن فارمولوں پر قائم ہیں؟

بے شمار دنیائیں کہاں واقع ہیں؟

بے شمار سورج ہیں۔

چاند اتنے ہیں کہ ہم شمار نہیں کر سکتے۔

ہر سیارہ میں انسان اور دوسری مخلوق آباد ہے۔

مخلوق کہیں ٹرانسپیرنٹ ہے، کہیں ٹھوس مادہ سے تخلیق ہوئی ہے، کہیں قد کاٹھ میں بہت بڑی ہے اور کسی سیارہ پر بہت چھوٹی ہے۔

روحانیت کا مطلب ہے اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق اس طرح قائم ہو جائے کہ آپ کی سوچ اپنی نہ رہے۔ آپ کی سوچ، اللہ تعالیٰ کی سوچ کے تابع ہو جائے۔''

مندرجہ بالا اقتباس کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو کہیں گے کہ ـــــ بے شمار سورج ہیں اور ان کے سیاروں کا اپنا نظام ہے۔ ہر تیرھواں نظام (Star System) آباد ہے یعنی اس میں ہماری زمین جیسا آباد کم از کم ایک سیارہ لازماً موجود ہے۔ نوع آدم کے ساتھ دوسری انواع بھی ہماری زمین کی طرز پر آباد

ہیں۔ زمین پر کاربن اور ہائیڈروجن اوران کے ذیلی مرکبات جان داروں کا بنیادی مسالا بناتے ہیں تو دوسرے سیارہ پر مخلوق کی جسمانی ہیئت وہاں کے ماحول کے مطابق ہے۔

جہاں مخلوقات ٹرانسپیرنٹ ہیں وہاں ان کی ساخت میں ایسے مادے شامل ہیں جن کے سالمات (مالیکیولز) شیشہ نما ٹرانسپیرنٹ اعضا تخلیق کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ہماری زمین پہ جن سالمات سے اجسام بنتے ہیں وہ غیر شفاف (Opaque) ہیں۔ جس طرح ہمارے لئے کسی آدمی یا درخت کا شیشہ نما ٹرانسپیرنٹ ہونا بہت عجیب ہے، ممکن ہے کہ دوسرے سیارہ کے افراد کے لئے ہمارے اجسام کا غیر شفاف ہونا حیران کن ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی سیارہ میں جان داروں کے اجسام سیلیکان اور کلورین کے مرکبات اور ذیلیات (Derivatives) پر مشتمل ہوں۔ جیسے ہم ہائیڈروجن اور کاربن اوران کے ذیلیات سے مرکب ہیں۔ یعنی طبعی مقداروں (کشش ثقل، درجہ حرارت، کرۂ ہوائی کا دباؤ اور بے شمار مقداروں کے مختلف توازن) میں ردوبدل سے مختلف نظام حیات ترتیب پاتے ہیں۔

کائنات میں جو کچھ ہے، سب کا علم قرآن کریم میں موجود ہے۔ قرآن کریم میں روح سے واقفیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ جب تک بندہ روح سے واقف نہیں ہوگا، تحقیق وتلاش کا دائرہ مفروضات ہی رہیں گے۔

اسحٰق الکندی پہلا مفکر ہے جس نے موسیقی کو سائنس کے زمرہ میں شامل کیا۔ وہ عَود بجانے کا ماہر (Lute Performer) تھا۔ موسیقی کا لفظ پہلی بار اس نے اپنی کتاب میں شامل کیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ موسیقی مختلف سروں کی ہم آہنگی کا نام ہے۔ ہر سر کا ایک درجہ ہوتا ہے۔ تعدادِ ارتعاش معلوم کرنے کا طریقہ بھی ایجاد کیا۔ خود بھی کئی سر ایجاد کئے اوران کی درجہ بندی کی۔

اسحٰق الکندی نے موسیقی سے کئی مریضوں کا علاج کیا۔ الکندی اور الفارابی کی کتابوں کے ساتھ ابن سینا اور ابن رشد کی موسیقی کی کتابوں کے یورپ میں ترجمہ کئے گئے۔ یہ کتابیں یورپ میں موسیقی کے نصاب میں شامل رہیں۔

حکایت ہے کہ بصرہ میں ایک تاجر کے بیٹے کو سکتہ ہوگیا۔ تاجر نے اطبا کو بلوایا مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ آخر میں الکندی کو بلایا گیا۔ الکندی نے اپنے شاگرد کو سارنگی لانے اور فلاں دھن بجانے کا کہا۔ دھن میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ لڑکا اٹھ بیٹھا۔ اسحٰق الکندی نے لڑکے کے والد سے کہا کہ اس کی زندگی کے چند لمحے باقی ہیں اس لئے اس سے جو کہنا ہے کہہ لو۔ کچھ وقفہ کے بعد الکندی نے اشارہ سے شاگرد کو دھن بجانے سے روک دیا اور لڑکے نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

LIFE KARO BOOST
لائف کرو
بوسٹ
80 سال سے آزمودہ
شاہی
ہربل ہیلتھ ٹانک
Tayyebi
Shahi
Herbal Health Tonic
IMMUNITY BOOSTER
Rich in Vitamins & Minerals
100%
HERBAL, NATURAL
شاہی قدرتی اجزاء سے تیار کردہ صحت بخش ٹانک، ہر عمر کے مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
منتخب جڑی بوٹیوں، پھلوں اور شہد سے تیار کردہ شاہی قدرتی وٹامنز اور منرلز سے بھرپور ہے جونشوونما کو بڑھاتے اور جسم کو توانا بناتے ہیں۔
شاہی میں موجود قدرتی اجزاء
☆ کیلشیم ☆ فولک ایسڈ ☆ فولاد ☆ وٹامنز
طیّبی
طبی دواخانہ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی پاکستان

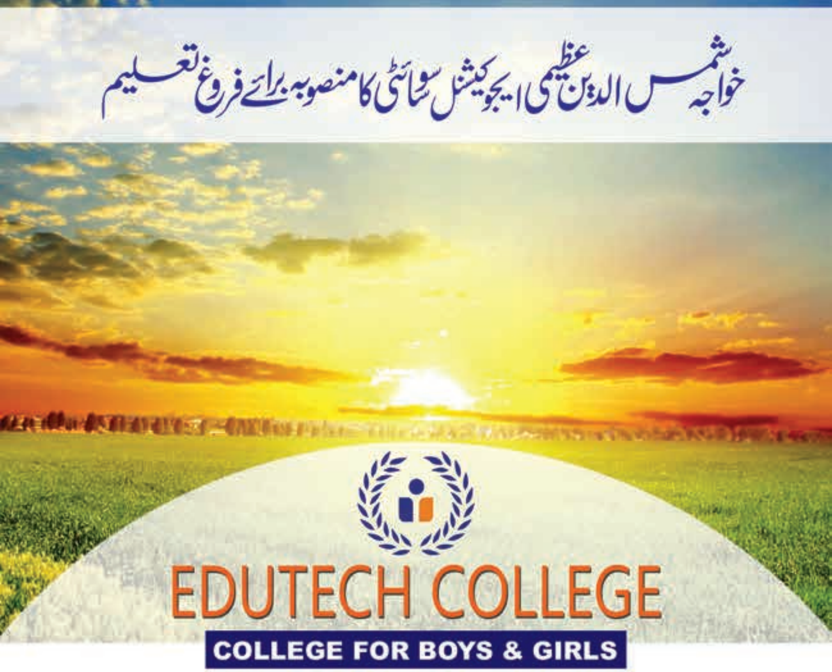

شاندار نتائج، اسکالرشپ

روزانہ ٹیسٹ کا نظام

کم فیسوں میں اعلیٰ معیار تعلیم

کامرس گروپ میں بورڈ میں پوزیشن

F.A / B.A / B.Ed / M.A / M.Sc / M.Phil
I.Com / B.Com / M.Com / L.L.B / Ph.D

کوٹلی بہرام، گوہد پور روڈ، سیالکوٹ

052-4000100 / 0345-7120100

facebook : edutech sialkot, Email : edutechskt@gmail.com

چشمہ جاری ہوگیا

فیروز تم برسوں سے آگ کی پوجا کر رہے ہو۔ عمر کا طویل حصہ آتش پرستی کی نذر کر دیا مگر مجھے معلوم ہے تم آگ پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ کہہ کر آپ نے سامنے جلتے الاؤ میں ہاتھ ڈال دیا۔ فیروز نے آپ کو آگ میں ہاتھ ڈالتے دیکھا تو جلدی سے ہاتھ باہر کھینچا مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ـــــ

آباؤ اجداد ترکستان کے رہنے والے تھے۔ شاہجہاں کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور بستی شاہجہاں کو مسکن بنایا۔ والد شیخ نوراللہ ذہین اور قابل انجینیئر تسلیم کئے جاتے تھے۔ آباؤ اجداد علم نجوم اور ہیئت میں کمال رکھتے تھے اس لئے لال قلعہ کی تعمیر کے وقت ہندوستان آنے کی دعوت دی گئی۔

24 جمادی الثانی 1060 ہجری مطابق 1650ء میں شاہجہاں آباد میں پیدا ہوئے۔ دنیاوی تعلیم کے بعد کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی غرض سے دہلی تشریف لائے۔ معروف بزرگ حضرت رسول نماؒ سے ملاقات ہوئی اور مقصد بیان کیا۔ حضرت رسول نماؒ کو آپ کی آمد کا پہلے سے علم تھا۔ حضرت یحیٰی مدنیؒ کی طرف سے روحانی طور پر انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ جب ایسا کوئی شخص آئے تو میرے پاس بھیج دینا۔ بیعت کی خواہش کا سن کر انہوں نے فرمایا کہ تمہاری منزل مدینہ منورہ میں ہے۔ وہاں جا کر حضرت یحیٰی مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

دہلی شہر میں ایک مجذوب بزرگ تھے۔ لوگ ان کی خدمت میں مٹھائی لے کر جایا کرتے۔ جس کی مٹھائی قبول فرماتے، حاجت پوری ہو جاتی لیکن جس کی مٹھائی مسترد کر دیتے وہ محروم رہ جاتا۔

مٹھائی لے کر حاضر ہوئے۔ مجذوب نے دیکھتے ہی فرمایا، ادھر لاؤ اور مٹھائی قبول کر لی۔ انسیت بڑھی تو ہر روز خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ایک روز وہ بزرگ آپ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ بیدار ہوئے تو جذب طاری تھا۔ اثر آپ پر بھی ہوا۔ کچھ عرصہ تک جذب کو چھپائے رکھا مگر ناممکن ہو گیا تو مجذوب سے حل دریافت کیا۔

فرمایا، برخوردار! اگر مزید آگ کے طالب ہو تو وہ میرے پاس بہت ہے، تمہیں دے سکتا ہوں لیکن جذب کی آگ پانی کے ذریعے بجھانا چاہتے ہو تو مدینہ منورہ چلے جاؤ اور وہاں حضرت یحیٰی مدنیؒ سے

مقدر کا حصہ وصول کرلو۔

مدینہ منورہ پہنچے اور قافلہ کے ہم راہ نخلستان میں پڑاوَ ڈالا۔ حضرت یحییٰ مدنیؒ کو نورِ بصیرت سے آپ کی آمد کا علم ہوا تو مرید سے فرمایا کہ فلاں نخلستان میں جاؤ اور اس نام کے شخص کو لے آوَ۔ مرید نخلستان میں پہنچا اور کئی مرتبہ نام لے کر آوازیں دیں مگر جواب نہ آیا۔ آپ قافلہ کے ہم راہ تھے، اپنا نام سنا تو سوچا کہ یہاں مجھے کون جانتا ہے، ضرور کسی اور کو آواز دی جارہی ہے۔ مرید واپس آ گیا۔ حضرت یحییٰ مدنیؒ نے فرمایا کہ دوبارہ جاوَ اور پورا نام پکارو۔ نام سنا تو حضرت یحییٰ مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

ایک شخص حضرت یحییٰ مدنیؒ سے درس لے رہا تھا۔ آپ انتہائی آسان طریقہ سے پڑھا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر خیال آیا کہ بزرگ عام انداز میں درس دے رہے ہیں شاید انہوں نے خود بھی سادگی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ خیال کا آنا تھا کہ حضرت یحییٰ مدنیؒ جس کتاب سے درس دے رہے تھے، آپ کے سامنے رکھ دی۔ کتاب پڑھنی شروع کی تو محسوس ہوا، اب تک جو علم حاصل کیا وہ ذہن سے مٹ چکا ہے یہاں تک کہ عبارت بھی نہ پڑھ سکے۔ جان گئے کہ گستاخی ہوگئی ہے۔ فوراً معافی مانگی اور بیعت کی درخواست کی۔

کچھ عرصہ زیرِ تربیت رہے۔ حضرت مدنیؒ نے اسرار و رموز منتقل فرمائے۔ اس کے بعد زادِ راہ دے کر رخصت کیا۔ دل میں سوچا کہ مجھے پیسوں کی نہیں باطنی نعمت کی ضرورت ہے۔ خیال کا آنا تھا کہ حضرت یحییٰ مدنیؒ نے فرمایا: برخوردار! میں نے تمہیں ظاہری اور باطنی دونوں نعمتیں منتقل کر دی ہیں، اللہ تمہیں مبارک اور نصیب فرمائے۔ (خلاصۃ الفوائد)

دہلی واپس آ کر درس و تدریس شروع کی۔ علمی شہرت بہت جلد ہر طرف پھیل گئی۔ دور دراز سے طلبا تحصیل علم کے لئے خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ذریعہ آمدن ورثہ میں ملنے والی حویلی تھی۔ دو روپے آٹھ آنہ ماہوار کرایہ پر دی۔ جس مکان میں رہائش اختیار کی، آٹھ آنہ وہاں کا کرایہ دیا۔ باقی دو روپے وابستگان اور عقیدت مندوں پر خرچ کر دیتے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کا آخری زمانہ تھا۔ بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ شاہی خاندان اور فوج کی اکثریت دکن کی مہم پر لگی ہوئی تھی۔ دہلی، آگرہ اور لاہور اپنی عظمت کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ ایسے وقت میں ملت کی حفاظت کٹھن کام تھا۔ آپ نے اپنے مرید شاہ نظام الدینؒ کو تبلیغ و اصلاح کے لئے دکن روانہ فرمایا اور ان کے لئے ہدایت نامہ جاری کیا کہ

”جہاں کہیں بھی ہو، کلمۂ حق کے اعلان میں مصروف رہو اور جان و مال کو اس راہ میں وقف کر دو۔ لوگوں کو دینی و دنیاوی فیض پہنچاوَ اور اپنا آرام لوگوں کے لئے قربان کر دو۔ مخلوق کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرو۔

ان کو سمجھاؤ کہ دنیا نفس پروری اور تن آسانی کی جگہ نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ اور رسول اللہؐ کے نزدیک وہی شخص مقرب ہے جس کا دل ایمان سے روشن ہوگا۔"

ایک مرتبہ دریائے جمنا میں ایسی طغیانی آئی، لگتا تھا دلی شہر جمنا کی نذر ہو جائے گا۔ شہر کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی لیکن اقدامات ناکافی تھے۔ لوگ آپ کے پاس آئے۔ آپ ان کے ہم راہ دریائے جمنا کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا کنارے پہنچے تو پانی کی سطح خطرناک حد تک بلند ہو چکی تھی۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اے مشکلات و آفات سے بچانے والی برتر و اعلیٰ ذات! ہم تجھ سے مدد کے طلب گار ہیں۔ کیا تو ہمیں جمنا کے حوالہ کر دے گا؟ ہماری حفاظت فرما۔

زبان سے کلمات کی ادائیگی کے ساتھ پانی کی سطح کم ہونا شروع ہوئی اور بپھرا ہوا دریا پرسکون ہو گیا۔ لوگوں کے لئے یہ واقعہ غیر معمولی تھا۔ اس روز خانقاہ میں بہت لوگ آئے، سب فیض حاصل کرنے کے خواہش مند تھے۔

کسی نے پوچھا، کیا سبب ہے کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں؟ فرمایا، سبب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہو لیکن اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ اس کے ملک میں رہتے ہو لیکن بغاوت کرتے ہو۔ اس کے رسولؐ کا ذکر کرتے ہو لیکن اطاعت نہیں کرتے۔ قرآن پڑھتے ہو لیکن عمل نہیں کرتے۔ یہ جانتے ہوئے کہ دوزخ گناہ گاروں کے لئے ہے، دوزخ سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو لیکن اس کی دوستی سے باز نہیں آتے۔ عزیزوں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہو لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے۔ جب زندگی اس انداز سے بسر ہو تو دعا کیوں کر قبول ہو؟

دکن میں آپ کے مرید حضرت شاہ نظام الدینؒ کی خانقاہ میں روسا کا ہجوم بڑھنے لگا تو انہوں نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ روسا سے اتنا اختلاط اچھا نہیں کہ کام میں خلل اور روحانی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو۔ اگر کوئی امیر تمہارے در پر آئے تو آنے سے منع نہ کرو اور خود ان کے در پر نہ جاؤ۔ امرا و سلاطین کے محلات کا طواف کرنے سے ایمان کی رونق چلی جاتی ہے۔ خلفا کو خاص ہدایت تھی کہ

"اپنے کام میں اور زیادہ سرگرم ہو جاؤ یہاں تک کہ جو شخص تمہارے پاس پہنچے وہ بھی تمہارا کام کرنے لگے۔"

ایک مرید کا انار کا باغ تھا۔ فصل تیار ہوتی تو انار کھٹے ہوتے اور محنت غارت ہو جاتی۔ مسلسل یہ صورت رہی تو حاضر ہو کر مشکل بیان کی۔ آپ نے باغ میں جا کر فرمایا کہ ہمیں بھی اپنے باغ کا پھل چکھاؤ، آخر دیکھیں کہ اس میں کیا ترشی ہے۔ انار چکھا تو فرمایا، تم تو کہتے ہو کہ تمہارے باغ کے سارے انار ترش ہوتے ہیں مگر میں

نے تو اس سے زیادہ شیریں انار آج تک نہیں کھایا۔ مرید نے بے یقینی سے دیکھا۔ مسکراتے ہوئے فرمایا، لو یہ انار کھاؤ۔ انار واقعی بہت میٹھا تھا۔ کئی اور انار توڑ کر کھائے اور سب شیریں نکلے — باغ کی شہرت اور انار کی مٹھاس دور دور تک پھیل گئی۔

کسی سے تکلیف پہنچتی تو فرماتے،

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد
ہر کہ مارا یار نبود ایزد اورا یار باد
ہر کہ خارے برنہد در راہِ ما از دشمنی
ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

ترجمہ: جو شخص ہمیں تکلیف پہنچائے اس کو بہت راحت نصیب ہو اور جو کوئی ہمارا دوست نہ ہو اللہ اس کا دوست بن جائے۔ جو شخص دشمنی کے قصد سے ہماری راہ میں کانٹے بچھائے، اس کی عمر کے باغ کا جو پھول کھلے، اللہ کرے کہ بے خار ہو۔

ایک مرتبہ دکن کے کچھ لوگوں نے برا کہا۔ عقیدت مندوں نے آپ سے شکایت کی تو فرمایا:

اگر کوئی ہمیں برائی سے یاد کرتا ہے تو ہمیں اس سے شکایت نہیں اس لئے کہ ہم میں اس سے زیادہ برائیاں موجود ہیں۔ یہ ان لوگوں کی مہربانی ہے کہ انہوں نے ہمیں گالیاں دینے اور برا کہنے میں پھر بھی کوتاہی سے کام لیا۔ ہم نے انہیں معاف کر دیا، تم بھی معاف کر دو۔

ایک شخص روزانہ حاضر ہوتا تھا۔ اس نے دعا کے لئے التجا کی۔ فرمایا، کوچۂ خداوندی میں بیٹھ جا، دعا کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

عرض کیا، اللہ کا کوچہ کہاں ہے؟

فرمایا، جہاں تو نہ ہو۔

اس نے فضول باتوں سے توبہ کی اور اپنی مراد کو پہنچا۔

فرماتے ہیں کہ تین قسم کے لوگوں سے دور رہو۔

۱۔ جھوٹا آدمی، کہ وہ خرابی کی طرف لے جائے گا۔

۲۔ جھوٹی تعریف کرنے والے سے کہ اس کی باتوں سے تمہارے اندر غرور پیدا ہوگا۔

۳۔ خود غرض آدمی سے کہ وہ تمہیں ضرور دھوکا دے گا۔

حصول سعادت کے لئے پانچ باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ قرآن کی تلاوت اور معانی پر تدبر اور تفکر کرنا۔

۲۔ بھوک سے کم کھانا کھانا۔

۳۔ تہجد قائم کرنا۔

۴۔ صبح کے وقت تضرع وزاری (رو رو کر دعا مانگنا)

۵۔ صالحین سے قریب رہنا۔

کسی مرید نے فنا فی المحبت کے معنی دریافت کیے۔

ارشاد ہوا — یہ اعلیٰ مقام ہے۔ جب محبت دل میں بیدار ہوتی ہے تو آتش عشق سے دل میں ایک سوزش پیدا ہوتی ہے۔ دل میں ہر وقت جلن سی رہتی ہے۔ اس کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ محبت رفتہ رفتہ دل کی گہرائی تک پہنچتی ہے تو اس مقام پر محبوب کے سوا باقی خیالات و تفکرات منقطع ہو جاتے ہیں۔ ہر وقت محبوب کا تصور

اور محبوب کی محبت دل پر حکم ران ہوتی ہے۔

سورت میں ایک کٹر آتش پرست رہتا تھا۔ ایک مرتبہ خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

فیروز تم برسوں سے آگ کی پوجا کر رہے ہو۔ عمر کا طویل حصہ آتش پرستی کی نذر کردیا مگر مجھے معلوم ہے تم آگ پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ کہہ کر آپ نے سامنے جلتے الاؤ میں ہاتھ ڈال دیا۔

فیروز نے آپ کو آگ میں ہاتھ ڈالتے دیکھا تو جلدی سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچا مگر یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ہاتھ پر آگ کا اثر نہیں ہوا۔

اپنی غفلت میں گزری زندگی پر زاروقطار رونے لگا اور ہدایت وفلاح کے راستہ کی درخواست کی۔ آپ نے تعلیم دی کہ کائنات میں صرف اللہ کی ذات عبادت کے لائق ہے۔ سورج، چاند ستارے اس کے تابع ہیں۔ محکوم چیزوں کی عبادت کیا معنی رکھتی ہے ___؟

ایک دن آپ طلبا کو درس دے رہے تھے کہ اچانک مزاج تبدیل ہوا اور درس دیتے دیتے خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد طلبا سے فرمایا کہ طشت لے آؤ۔ فوراً طشت پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈالا تو انگلیوں کے پوروں سے چشمہ جاری ہوگیا۔ اس کے بعد دوبارہ تدریس میں مشغول ہوگئے۔ طلبا اس خلاف معمول واقعہ پر حیران تھے۔ انہوں نے دریافت تو نہیں کیا البتہ تاریخ اور دن لکھ لیا۔

چند دن کے بعد ایک تاجر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ___ میں جہاز میں سوار تھا کہ طوفان کی وجہ سے جہاز ڈوبنے لگا۔ میں نے آپ کی طرف توجہ کی، اچانک پانی سے ہاتھ برآمد ہوا اور جہاز کو اس طرح سہارا دیا کہ جہاز غرق ہونے سے بچ گیا۔ اس دن منت مانی تھی چنانچہ وہی نذر خدمت میں لے کر حاضر ہوا ہوں۔ خانقاہ میں طلبا نے تاجر سے واقعہ کی تاریخ معلوم کی تو یہ وہی تاریخ تھی جس دن طشت میں پانی جاری ہوا تھا۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا: جس کے دل میں عشق کی آگ روشن ہے اسے آگ نہیں جلاسکتی۔ عشق کی آگ سے دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔

کسی مرید نے دریافت کیا کہ عارف حق شناس کی شناخت کیا ہے؟ فرمایا، جو اپنی خواہشوں کو اللہ کی محبت میں فنا کردے۔

کسی نے دریافت کیا، کیا دنیا میں بھی عذاب نازل ہوتا ہے؟ فرمایا، کیوں نہیں، دنیا کا عذاب یہ ہے کہ اللہ کی یاد سے دل غافل ہوجائے۔

ایک طالب نے نصیحت چاہی۔ فرمایا، جو تمہارے ساتھ بداخلاقی سے پیش آئے، خلق عظیم سے جواب دو۔

تزکیۂ نفس کے سوال پر فرمایا، کامل تزکیہ کم کھانے، کم بولنے، کم سونے اور کم ملنے جلنے سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک شخص نصیحت کا طالب ہوا۔ فرمایا، جس نے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔ توحید یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ آئے۔

کسی نے پوچھا کہ ذکر حق کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

فرمایا: اللہ کو یاد کرتے وقت سوائے اللہ کی ذات کے اور سب بھول جاؤ۔ اے سالک! اپنے مالک کا وفادار بن، ہر قسم کی نعمتیں صرف اس کے قبضہ میں ہیں۔ وہ صاحب جلال و جمال ہے۔ سب سے برتر اور دل سوختگان عشق کی بصیرت سے قریب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی چشتیؒ نے بتیس کے قریب کتب تصنیف کیں لیکن چند محفوظ رہ سکیں۔ ان میں ''عشرہ کاملہ'' کے دس ابواب ہیں۔ یہ اعتکاف میں لکھی۔ دوسری کتاب ''کشکول'' ہے جو ذکر، فکر اور مراقبہ کے فوائد پر مشتمل ہے۔ ''مرقع شریف'' میں نماز ونوافل اور وظائف کی تفصیل ہے۔ چوتھی کتاب ''سواء السبیل'' میں تصوف اور اہل معرفت کے حالات کی تفصیل قلم بند ہے۔

فرماتے ہیں کہ موت کو سرہانے سمجھو۔ زندگی صحرا ہے جس پر ہلاکت کے بادل چھا جائیں گے۔ کسی گناہ کو حقیر نہ سمجھو۔ 24 ربیع الاول 1142ھ مطابق 17 اکتوبر 1729ء کو وصال ہوا۔ بوقت وصال یہ شعر ورد زبان تھا۔

غبار خاطر عشاق مدعا طلبی است
بہ خلوتے کہ منم، یاد دوست بے ادبی است

ترجمہ: ''عاشقوں کے لئے وصل کی طلب درد کا باعث ہے۔ جو خلوت مجھے حاصل ہے اس میں محبوب کی یاد (خیال) بھی بے ادبی ہے۔''

شاہ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی چشتیؒ فرماتے ہیں،

★ سنت کی پیروی کرتے رہو اور دائرہ اطاعت سے باہر نہ ہو جاؤ۔ اللہ جو چاہتا ہے اپنی مشیت اور ارادہ سے کرتا ہے۔ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ توبہ اور غفلت دور کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ شب و روز استغفار کو خود پر لازم سمجھو۔

★ دوست کی خوبی یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرے، وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔ جو کچھ دوسروں کے پاس موجود ہے، حسد نہ کرے۔ جفا کو برداشت کرے، اس کی نیکی یاد رکھے، اپنی بھول جائے۔

★ وقت کی پابندی نہ کرنے والوں کی دنیا اور آخرت دونوں خسارہ ہے۔

★ عبادت میں اخلاص رب سے قریب کرتی ہے۔ ریاکاری کے ساتھ عبادت رب سے دور کر دیتی ہے۔

★ طالبان معرفت کے فرائض میں سب سے اہم فرض یہ ہے کہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھیں۔ تزکیۂ نفس کے لئے اس سے بہتر کوئی راہ عمل نہیں۔

سید اسد علی

آدمی اور حیوان

رحم دل طبیب شام کو لان میں ٹہل رہا تھا۔ سوچا، نقاب پہنے ہوئے بہت دن ہو گئے، تھوڑی دیر کے لئے نقاب اتارتا ہوں۔ اس نے نقاب اتار کر چہرہ درخت کی طرف کیا تو حیرت ہوئی، درخت پر بیٹھے کوے کائیں کائیں کرتے ہوئے اڑ گئے۔

جب نوع آدم منافقت سے ناآشنا تھی، زندگی ہنسی خوشی کے لباس میں ملبوس تھی۔ محبت، سچائی اور اخلاص زندگی کے اوصاف تھے۔ ایک دوسرے کے کام آنا، دکھ درد میں شریک ہونا، راہ چلتے ہوئے دیگر افراد کو راستہ دینا، بڑوں کا احترام لوگوں کی زندگی تھی۔

زمین پر ملکِ بے مثال کی بہت شہرت تھی۔ باشندے اعلیٰ اخلاق کے حامل اور مہمان نواز تھے۔

ایک دن سمندر پار سے سوداگر آیا، لوگ نام پوچھتے تو فخر سے بتاتا کہ میرا نام ''منافقت'' ہے۔ لوگ حیرت کا اظہار کرتے کہ کیسا عجیب نام ہے، پہلے کبھی نہیں سنا۔ سوداگر سے پوچھتے کہ تم کس چیز کی خرید و فروخت کرتے ہو۔ فخریہ بتاتا کہ میں نقاب بیچتا ہوں۔ نقاب کی حیرت انگیز خصوصیات ہیں، پہن کر جائز و ناجائز خواہشات پوری کر سکتے ہیں، ناآسودہ جذبات کو تسکین دے سکتے ہیں، معیارِ زندگی بلند کر سکتے ہیں، روپے پیسے کی ریل پیل ہوگی اور ہیرے جواہرات سے تجوریاں بھر جائیں گی۔

لوگ حیران ہوتے اور کہتے —

''سوداگر میاں! تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ ملک بے مثال میں جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے، وہی زبان پر ہوتا ہے۔ یہاں تمہارا کاروبار نہیں چلے گا، کسی اور بستی میں خریدار تلاش کرو۔''

سوداگر نے بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ مہینوں میں بھی ایک نقاب فروخت نہ ہوا۔ پریشان ہوا کہ اب تک منصوبہ کارگر نہیں ہوا۔ اس نے حکمت عملی تبدیل کرنے کا سوچا اور تقریروں میں دو چیزوں پر زور دینا شروع کیا۔

★ دنیا سے محبت کرو۔ ★ موت سے ڈرو۔

لوگوں سے کہتا تھا کہ دنیا کی زندگی پہلی اور آخری بار ملی ہے، اس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ موت تمہیں فنا کر دے گی، پھر مزے کر سکو گے نہ نام و نشان ہوگا۔ رفتہ رفتہ لوگ متاثر ہوئے۔ ایک تاجر جو مسالا بیچتا تھا،

سوداگر کے پاس آیا۔ وہ بہت پریشان تھا۔ اس نے کہا، کاروبار نہیں چل رہا ہے، کچھ دن اور یہ صورت رہی تو فاقے پڑجائیں گے۔ جمع پونجی پہلے ہی ختم ہو چکی ہے، بتاؤ کیا کروں؟

سوداگر نے تسلی دی اور یقین دلایا کہ فکر مت کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مشورہ پر عمل کرو گے تو دن دونی رات چوگنی ترقی کرو گے۔ کرنا یہ ہے کہ مرچوں میں لال اینٹیں پیس کر ڈالو۔ اضافہ کے لئے لکڑی کے برادہ کو دھنیا میں ملا کر تھوڑا کیمیکل شامل کرو۔ منافع ہوگا اور خریداروں کا رش بڑھ جائے گا۔ تاجر کے چہرہ پر گھبراہٹ کے آثار تھے۔ اس نے کہا، نیت اور عمل چہرہ سے عیاں ہو جاتا ہے۔ لوگ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ ملاوٹ ہو رہی ہے۔ سوداگر نے کندھے پر ہاتھ رکھا اور راز داری سے بولا، یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ میرے پاس ایمان داری کا نقاب ہے، وہ خرید لو۔ چہرہ پر چپک جائے گا اور کسی کو اندازہ نہیں ہوگا کہ تم نے نقلی چہرہ لگایا ہوا ہے۔ چہرہ سے ایمان داری جھلکے گی، ہر آدمی کہے گا کہ مسالا فروخت کرنے والا تاجر دیانت دار ہے۔

سوداگر کی بات تاجر کے دل کو لگی۔ ایمان داری کا نقاب پہنا اور زبردست ملاوٹ شروع کر دی۔ دونوں ہاتھوں سے منافع جمع کیا اور مختصر عرصہ میں محل نما کوٹھی بنالی۔ نوکر چاکر، گاڑی، بینک بیلنس اور آسائشوں کی ریل پیل ہوگئی۔ دوست احباب متاثر ہوئے۔

تاجر کا ایک دوست طبیب تھا۔ اس نے سوچا کہ میرے دوست نے راتوں رات ترقی کی ہے اور سوداگر کے پاس بہت آنا جانا ہے، ضرور کوئی راز ہے۔ مجھے بھی سوداگر سے ملنا چاہیئے۔ طبیب سوداگر کے پاس گیا اور کہا، کچھ ایسا بتائیں کہ مطب پر مریض زیادہ ہو جائیں۔ سوداگر مسکرایا اور دل میں سوچا کہ ایک کے بعد ایک شکار جال میں آرہا ہے۔ وہ بولا، تم نے بہت چھوٹی بات کی ہے۔ ہمیشہ بڑے خواب دیکھو۔ مطب کیا، ہسپتال بھی بنالو گے اور تمہاری اپنی دوائیوں کی کمپنی ہوگی۔ دوائیاں ہاتھوں ہاتھ خریدی جائیں گی۔ دولت سنبھالے نہیں سنبھلے گی۔ طبیب پریشانی سے بولا، ملک بے مثال میں لوگ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ کر دل کا حال معلوم کر لیتے ہیں، میں پھانسی چڑھ جاؤں گا۔ سوداگر منافقت نے عیاری سے کہا، رحم دلی کا نقاب پہن لو، کوئی نہیں جان سکے گا کہ چہرہ نقلی ہے۔

طبیب نے رحم دلی کا نقاب پہن لیا اور ایک دو سال میں روپے پیسے کی فراوانی ہوگئی۔ تاجر اور طبیب کا مشترکہ دوست، تعمیرات کے پیشہ سے وابستہ تھا۔ دوستوں کی دیکھا دیکھی منافقت سوداگر سے رابطہ کیا۔ مشورہ ملا کہ ہنر مندی کا نقاب پہن لو اور پھر اس نے سڑکوں اور عمارتوں میں ناقص مال استعمال کرنا شروع کیا، جتنا ٹھیکہ ملتا، آدھا پیسا تعمیرات اور آدھا دوستوں میں تقسیم ہو جاتا۔ غرض تینوں دوستوں کے پاس پیسوں

کی فراوانی ہوگئی۔منافق سوداگر کا کام چل پڑا کہ نقاب خریدنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ ملک کے طول وعرض سے لوگ آنے لگے۔کوئی اعلیٰ تعلیمی قابلیت کا نقاب خریدتا تو کسی کی ترجیح خوشامد ہوتی لیکن کوئی کسی کو نہیں بتاتا کہ نقاب پہنا ہوا ہے۔

ایک روز تاجر اپنے چار سال کے بچہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ان دنوں سخت بے چینی محسوس ہوتی تھی اور اندر اضطراب واضمحلال کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔سوچا کہ تھوڑی دیر کے لئے نقاب (نقلی چہرہ) اتار دیتا ہوں تاکہ ٹھنڈی اور تازہ ہوا لگے۔نقاب اتارا تو تاجر کے بیٹے نے رونا شروع کر دیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

رحم دل طبیب شام کو لان میں ٹہل رہا تھا۔سوچا نقاب پہنے ہوئے بہت دن ہو گئے، تھوڑی دیر کے لئے نقاب اتارتا ہوں۔اس نے نقاب اتار کر چہرہ درخت کی طرف کیا تو حیرت ہوئی، درخت پر بیٹھے کوے کائیں کائیں کرتے ہوئے اڑ گئے۔

تیسرے دوست ہنر مند معمار نے بلی پالی تھی۔وہ ان دنوں شدید احساس کمتری محسوس کرتا تھا۔تھوڑی دیر کے لئے نقاب اتارا تو بہت پریشان ہوا۔اس کی پیاری بلی پہلے پھٹی پھٹی آنکھوں سے معمار کو دیکھتی رہی اور آنکھیں بند کر کے وہاں سے بھاگ گئی۔

تینوں دوست بہت پریشان ہوئے اور فیصلہ کیا کہ رات کو جب سب سو جائیں گے تو آئینہ دیکھیں گے کہ آخر ایسی کیا تبدیلی آ گئی—؟

تاجر نے آدھی رات کو قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر نقاب اتارا— آئینہ میں چہرہ لومڑی جیسا تھا۔رات گھبراہٹ اور بے چینی میں گزر گئی۔اس کروٹ چین تھا نہ اس کروٹ آرام۔ادھر طبیب نے بھی رات گہری ہونے پر نقاب اتارا تو چیخ نکل گئی۔آئینہ میں بھیڑیا کھڑا تھا جس کے ہونٹوں پر تازہ خون تھا۔طبیب بے ہوش ہو گیا۔آئینہ دیکھ کر ہنر مند معمار پسینہ میں شرابور ہو گیا۔دیکھا کہ ایک گدھا اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔

آسمان سے ہر ایک کو ہدایت ملتی لیکن ملک بے مثال کے افراد نقاب کی وجہ سے آواز سننے سے محروم رہتے۔

کاش! کم عقل لوگوں کو معلوم ہوتا کہ انہوں نے کیا سودا کر لیا ہے؟ عقل مند اور باشعور کہلانے والے لوگ گونگے، بہرے اور اندھے ہو چکے تھے۔وہ معاشرہ جو کبھی انسانی طرزوں پر قائم تھا—لومڑیوں، بھیڑیوں اور گدھوں کا معاشرہ بن چکا تھا۔

صبح تینوں دوست جمع ہوئے۔موضوع بحث تھا کہ کیا ہم اپنے چہرہ سے نقاب نوچ کر پھینک سکتے ہیں؟ ایک نے کہا، مجھ میں ہمت نہیں ہے، ڈر لگتا ہے کہیں بچے گھر چھوڑ کر نہ چلے جائیں۔دوسرے نے کہا کہ کیا معاشرہ ہمیں قبول کرے گا؟ تیسرا بولا، میں بھی ایسا کرنے کی جرأت نہیں رکھتا کیوں کہ آسائشوں سے محروم ہونا پڑے گا۔تینوں یک زبان ہو کر بولے کہ ہمارے پاس اتنی

دولت ہے کہ ہم سب کچھ خرید سکتے ہیں۔ دیر تک گفتگو کی۔ دوتر کیبیں سمجھ میں آئیں اور وہاں سے چل پڑے۔

تینوں ملک کی سب سے بڑی درس گاہ کے سربراہ کے کمرے میں موجود تھے۔ مختصر روئیداد سنائی اور کہا کہ ہم خودفریبی میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اپنے جیسے آدمیوں کو بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے عدم تحفظ کا احساس دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ شک اور بے یقینی نے کھوکھلا کردیا ہے۔ نیندیں روٹھ گئی ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ معلوم کرسکیں کہ آپ کے یہاں کوئی ایسا نصاب، کورس یا ڈپلومہ کروایا جاتا ہے جسے پڑھ کر بے چینی اور شکوک وشبہات سے نجات مل جائے—؟

معزز سربراہ نے اپنے سامنے بہترین لباس میں بیٹھے تینوں افراد کو حیرت سے دیکھا اور کہا، ہم یہاں مادی علوم پڑھاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دماغی عارضہ ہے۔ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ گھنٹی بجائی، چپراسی آیا۔ سربراہ نے کہا کہ ان تینوں کو باہر چھوڑ آؤ۔

ایک دوست نے اٹھتے ہوئے محسوس کیا کہ درس گاہ کی معزز ہستی نے بھی اعلیٰ تعلیمی قابلیت کا نقاب پہنا ہوا ہے۔ تینوں مزید مایوسی میں مبتلا ہوگئے اور فیصلہ کیا کہ ملک کے سب سے بڑے ڈاکٹر سے ملنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ وہاں مسئلہ حل ہوجائے۔

تینوں دوست ڈاکٹر کے پاس بیٹھے تھے۔ اپنا اپنا حال بیان کیا۔ کثافت کے اندھیروں نے ہمیں نڈھال کردیا ہے۔ جھوٹی خواہشات کا زہر رگوں میں اتر رہا ہے۔ بے نقاب چہرہ دیکھنے سے اب ہمیں ڈر لگتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب پریشان ہوگئے۔ بولے، میں تو مادی وجود کی بیماریوں کا علاج کرتا ہوں، آپ کی باتیں سمجھ سے باہر ہیں۔ دوستوں نے کلینک سے اٹھتے ہوئے محسوس کیا کہ مسیحائے وقت نے اعلیٰ اخلاق کا نقاب پہنا ہوا ہے۔ پریشانی مزید بڑھ گئی۔

بالآخر ایک راستہ نظر آیا۔ صدق دل سے دعا کی:

اے رحمٰن ورحیم ہستی! مایا جال سے نجات عطا فرما۔

وہ تینوں کسی خانقاہ کے پاس سے گزر رہے تھے، خانقاہ کے بزرگ کی آواز سنائی دی جوحق کے متلاشی افراد سے گویا تھے—

دوستو! آج ہر چہرہ غم و یاس کا عکس ہے۔ آرام و آسائش کے اتنے وسائل کے باوجود آدمی پریشان ہے۔ اس ترقی نے نوع آدم کا سکون چھین لیا ہے۔ سکون کی تلاش میں سرگرداں نوع نئے نئے امراض کا شکار ہے۔ ہر طرف آدمی، آدمی کی زندگی میں زہر گھول رہا ہے۔ حال یہ ہے کہ افراد دولت کے غلام بن گئے ہیں۔ جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ اور غیبت کرب ناک عذاب ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں نے غیر حقیقی اور مفروضہ چیزوں کو اصل قرار دے دیا ہے۔ منافقت کو ایمان بنالیا ہے اور مصنوعی چہروں میں خود کو چھپالیا

ہے۔جس معاشرہ میں محبت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ ہمیشہ پرسکون رہتا ہے۔یاد رکھئے! سکون اور خوشی کوئی خارجی شئے نہیں ہے، یہ اندرونی کیفیات ہیں۔اس سے واقف ہونے کے لئے زندگی کے اس رخ پر غور کرنا ہوگا جو تغیر و تبدیلی سے آزاد ہے۔آدمی صرف مادی وجود نہیں ہے—غیر مادی وجود جب تک مادی وجود کو سنبھالے رکھتا ہے، مادی وجود میں حرکت رہتی ہے۔روح رشتہ منقطع کرلے تو مادی وجود مٹی کا ڈھیر ہے۔یہ بات ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ کے ذکر کے بغیر، اصل سے واقف ہوئے بغیر زندگی آرام و سکون سے آشنا نہیں ہوسکتی۔

تینوں دوست خانقاہ میں داخل ہوئے۔دکھ بھری داستان سنائی۔بزرگ نے تسلی دی اور کہا، اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہستی ہیں اور مخلوق سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔آج آپ شب بیداری کریں اور ساری رات استغفار کا ورد کریں—اس کے در سب کے لئے کھلے ہیں، وہ غفور الرحیم ہے۔

صبح جب انہوں نے آئینہ دیکھا تو چہرہ پر مکاری کا نقاب نہیں تھا۔قارئین! آدمی جب تک حیوانات کے دائرہ میں رہتا ہے اس پر حیوانی خصلتیں غالب رہتی ہیں۔وہ بھی دیگر جانوروں کی طرح ایک جانور ہے۔اس کے برعکس جب وہ اللہ کے راستہ میں قدم بڑھاتا ہے تو درجہ بدرجہ سفر کرکے اشرف المخلوقات بن جاتا ہے۔

کھڑکی سے باہر دیکھا تو نیچے بادلوں کا منظر تھا جس کے اوپر جہاز رینگتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔میں نے سوچا کہ یہ منظر ہر جہاز میں اور ہر ملک میں سفر کے دوران دکھائی دیتا ہے۔اسرائیل کے سفر میں جو مشاہدہ نظر آرہا ہے وہی غیر اسرائیل کے سفر میں بھی نظر آتا ہے مگر آدمی کا مزاج عجیب ہے۔وہ مشابہتوں پر دھیان نہیں دیتا اور اختلافات کی طرف زیادہ دوڑتا ہے۔بمبئی اور تل ابیب کے درمیان پرواز کرتے ہوئے ایک انگریزی میگزین ایکشن ایشیا کا شمارہ اگست—ستمبر 1995ء دیکھا جو امریکہ سے شائع ہوتا ہے۔یہ دو ماہی میگزین ہر اعتبار سے عمدہ تھا۔اس میں ایک مضمون کامیاب لوگوں کے بارے میں تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ نیپال کے کچھ دریاؤں میں پانی نہایت طغیانی کے ساتھ بہتا ہے۔ان میں کشتی چلانا بہت جوکھم کا کام ہے۔معذور لوگوں کی ایک ٹیم نے طے کیا کہ وہ ان دریاؤں میں عین طغیانی کے زمانہ میں کشتی چلائیں۔انہوں نے سوچا کہ ہم جسم کے اعتبار سے معذور ہیں مگر ہمارا دماغ معذور نہیں۔نومبر 1994ء میں چھ معذور افراد نے ضروری ساز و سامان سے لیس ہوکر اپنی کشتی دریا میں ڈال دی۔ہمت سے کام لیا، کامیابی حاصل کی اور یہ ثابت کیا کہ اعلیٰ کارکردگی کے لئے واحد رکاوٹ صرف وہ ہے جو آدمی خود اپنے آپ پر ڈال لے۔

(سفرنامہ اسپین و فلسطین: مولانا وحیدالدین خان)

ماہنامہ
روحانی ڈائجسٹ
کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

اللہ آسمان سے پانی برسا کر
زمین پر رزق رسانی کے لئے
انواع واقسام کے ثمرات پیدا کرتا ہے۔

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل ومشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین ودنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

محمد ناصرالدین

چاند گاڑی اور مریخ

یہ دنیا قیاس آرائی پر مبنی دنیا نہیں ہے۔ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس میں تغیر نظر آنے کے باوجود تغیر نہیں ہے۔پیغمبران کرام علیہم السلام اجمعین کی تعلیمات مظہر بنتی ہیں کہ کائناتی رموز حقیقت پر قائم ہیں۔

اندھیری رات میں چھوٹے گاؤں میں رہنے والا شخص جب جانوروں کے چارے اور گوبر سے بنے اُپلوں کی ملی جلی مہک میں بسے کچے آنگن میں، دن بھر کی تھکن اتارنے کے لئے چارپائی پر لیٹتا ہے تو نظر آسمان پڑتی ہے۔آسمان اسے شرمیلی دلہن کے ستاروں سے جھلملاتے، چم چم کرتے دوپٹے سے زیادہ نظر نہیں آتا لیکن — حقیقی دنیا میں یہ مناظر کسی اور نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

محقق ان مناظر کو کھرب ہا کھرب نوری سالوں پر محیط عظیم الشان کائنات کی چھوٹی سی جھلک کے طور پر دیکھتے ہیں۔کسان ہو یا شہر کا پڑھا لکھا نوجوان، سب وسیع وعریض آسمان پر پھیلے، چمکتے اجسام کو محض ستارے سمجھتے ہیں۔جب کہ جھلمل کرتے ستاروں کے جھرمٹوں میں ہمارے سورج سے سینکڑوں ہزاروں گنا بڑے آگ کے گولے ہیں۔دیگر سیاروں میں ہمارے نظام شمسی کی طرح نظام ہیں۔معروف روحانی سائنس دان خانوادہ سلسلہ عظیمیہ، عظیمی صاحب بتاتے ہیں کہ ہر نظام میں نو، بارہ، یا تیرہ سیارے ہیں۔اس کے علاوہ مِلکی وے، ہمارا نظام شمسی جس کا انتہائی چھوٹا حصہ ہے، سے ہزاروں لاکھوں گنا بڑی کروڑوں کہکشائیں ہیں۔

روشن آسمان میں دیکھیں تو اس ماہ برج ثور کے ستارہ الدبران کے ساتھ سرخ رنگ کا چمکتا ہوا جرم فلکی نظر آئے گا۔یہ مریخ ہے جو صدیوں سے تجسس کا باعث ہے۔

مریخ زمین سے اوسطاً 140 ملین میل (225 ملین کلومیٹر) دور بتایا جاتا ہے۔جون میں سورج کے گرد اپنے مدار میں چکر کے سبب زمین سے دور ہو جاتا ہے اس لئے رنگ پھیکا ہو جانے سے دھندلا نظر آتا ہے۔ مریخ آخری مرتبہ زمین سے قریب ترین فاصلہ پر 30 مئی 2016ء کو نظر آیا تھا۔محققین کہتے ہیں کہ 31 جولائی 2018ء میں دوبارہ قریب آنے کا امکان ہے۔

کہاوت مشہور ہے کہ مرد مریخ سے اور عورتیں وینس سے اس زمین پر آئی ہیں۔رومن لوک کہانیوں میں مریخ کو "سرخ سیارہ" کا نام دیا گیا ہے۔جنگ وجدل کے

یونانی دیوتا کا نام مارس تھا۔ مریخ کا نام سرخ رنگ کی وجہ سے اس کے نام پر رکھا گیا۔

جب بجلی نہ ہونے سے شہر اور قصبے روشن نہیں تھے، رات کو آسمان صاف وشفاف نظر آتا اور مریخ کو بآسانی دیکھا جاسکتا تھا۔ قدیم مصری زبان میں اسے ''حار ڈیکار'' (سرخِ واحد) کہتے تھے۔ بہر حال اس سرخ رنگ کو اب بھی آلات کے بغیر دیکھا جاسکتا ہے۔ سرخ رنگ فضا میں سب سے دیر میں جذب ہوتا ہے اس لئے دور سے نظر آتا ہے۔ پرانے وقتوں میں لیٹر بکس کے سرخ ہونے کی وجہ بھی یہی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ سرخ کو خطرہ کا رنگ قرار دینے کی ایک وجہ اس کا دور سے نظر آنا ہے۔ ٹریفک روکنے کے لئے سرخ رنگ کے استعمال کے پیچھے یہی حقیقت دکھائی دیتی ہے۔

موجودہ سائنس کے مطابق مریخ کا سرخ رنگ اس کے گرد آئرن آکسائیڈ کے سرخ ذرات پر مشتمل ماحول کی وجہ سے ہے۔ عام زبان میں اس کو زنگ کہتے ہیں۔ محقق کہتے ہیں کہ سرخ سیارہ چاروں طرف سے آئرن آکسائیڈ کے پرت میں لپٹا ہوا ہے۔ پرت کی موٹائی کہیں دو میٹر تک اور کہیں محض چند ملی میٹر ہے۔

مریخ پر زندگی کی موجودگی کو اس کیمیائی قانون سے وابستہ کردیا گیا کہ آئرن آکسائیڈ کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور ضرور ماضی میں کسی وقت یہاں پانی تھا جو اب نہیں ہے مگر زنگ کے ذرات باقی رہ گئے اور غلاف کی شکل میں مریخ کو گھیرے میں لے لیا۔

مریخ سیمولیشن لیبارٹری کے محققین نے ایک غیر روایتی عمل کو سرخ ذرات کی وجہ گردانا ہے۔ انہوں نے لیبارٹری میں سنگ مردار (سلیکان ڈائی آکسائیڈ) کے نمونوں کو شیشہ کے فلاسک میں رکھا اور کئی ماہ تک مسلسل ہلایا۔ دس ملین سے زیادہ مرتبہ متحرک رکھنے سے سنگِ مردار کی ریت گرد وغبار کی مانند باریک ذرات میں تبدیل ہوگئی۔ جب اس میں کچے مقناطیسی پتھر کو پاؤڈر کر کے شامل کیا گیا تو سرخ رنگ گہرا ہوگیا۔ اس عمل کی وضاحت کتاب ''مریخ سرخ کیوں ہے؟'' میں ہے۔

چند باتوں کا ذکر کرتے ہیں جواب تک حل طلب ہیں۔

۱۔ سوال یہ اٹھتا رہا ہے کہ کیا مریخ پر پانی ہے —؟

بہت سے شواہد پیش کئے گئے ہیں کہ مریخ کی سطح پر پانی ماضی میں موجود تھا لیکن اب تحقیق اس مرحلہ میں ہے کہ پانی موجود ہے یا نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مریخ کی ڈھلانی سطح پر تنگ وتاریک لکیریں پتہ دیتی ہیں کہ جب اس کی زمین پر بہار کا موسم ہوتا ہے تو سمندری پانی کی طرح کا نمکین پانی یہاں بھی نشیب میں بہتا ہے۔

۲۔ کیا مریخ پر زندگی موجود ہے —؟

ناسا کی طرف سے مریخ پر پہلے کامیاب خلائی جہاز وائکنگ اول نے 1976ء میں صدیوں پرانے راز پر تحقیق کا آغاز کیا کہ آیا یہاں زندگی کی رمق موجود ہے یا نہیں۔ اس خلائی جہاز کی تحقیقات آج بھی تعلیمی اور تحقیقی سطح پر سنجیدگی سے زیر بحث ہیں۔ وائکنگ کی بیان کردہ

دریافت میں سب سے اہم میتھائل کلورائڈ (نامیاتی سالمہ) اور ڈائی کلورومیتھین (بے رنگ طیران پذیر مائع) ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ مریخ کی آب و ہوا انسانی زندگی کے لئے بے انتہا مضر ہے۔ رگوں میں خون جما دینے والا سرد موسم، خطرناک حد تک تابکاری، سطح کا انتہائی درجہ بنجر اور خشک ہونا اور کئی عوامل مریخ کے بیابان اور ویرانوں کے ذمہ دار ہیں۔ اس طرح مریخ کے روزمرہ ماحول کا موازنہ کرۂ ارض پر انٹارکٹیکا کی سخت خشک وخنک وادیوں اور چلی کے خطرناک، بے برگ و گیاہ، بنجر و بے کیف، نمی سے محروم، تپش سے جھلسا دینے والے صحرا، ایٹکاما سے کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے شدید ماحول میں زندگی کی مثالیں زمین پر ہیں۔ زمین پر جہاں پانی ہے، زندگی موجود ہے۔ ماہرین کے بقول قرین از قیاس ہے کہ مریخ پر زندگی موجود تھی، وجہ سمندروں کے آثار ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ انسانی زندگی کا ارتقا درحقیقت پہلے مریخ پر ہوا۔

۳۔ کیا مریخ کے دونوں کرے مختلف ہیں؟

دوربین سے لی گئی تصاویر کے مطابق دونوں کرے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ماہرین بہت عرصہ سے حیران اور متجسس ہیں کہ دونوں رخوں میں اتنا فرق کیوں ہے؟ شمالی کرہ نسبتاً ہموار اور نشیبی ہے۔ شمالی حصہ کی سطح ہمارے نظام شمسی کے تمام سیاروں سے زیادہ سپاٹ اور ہموار ترین ہے۔ قطعی امکان ہے کہ مریخ کے اس حصہ میں بڑی مقدار میں پانی رہا ہو جو رفتار اور بہاؤ کی وجہ سے اس درجہ ہمواری کا سبب بنا۔ جنوبی حصہ کی سطح انتہائی ناہموار، کھردری، سخت اور غیر مسطح ہے۔ جگہ جگہ آتش فشانی گڑھے، چھوٹے بڑے خم دار دہانے، پیالہ نما سوراخ اور غار ہیں۔ ایک اور دلچسپ بات یہ کہ جنوبی حصہ، شمالی حصہ کے مقابلہ میں تقریباً ڈھائی سے پانچ میل (چار سے آٹھ کلومیٹر) اونچا ہے۔ نئی تحقیق سے اخذ کیا جا رہا ہے کہ شمالی اور جنوبی حصوں میں تفاوت اور فرق دراصل دور خلا سے آنے والی کسی عظیم الشان چٹان کے مریخی سطح سے ٹکراؤ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

۴۔ میتھین گیس بے رنگ و بے بو، آتش گیر گیس ہے اور سب سے آسان ترکیب کا نامیاتی سالمہ رکھتی ہے۔ یوروپین خلائی ایجنسی کے مطابق مریخ پر میتھین کی موجودگی کو اسپیس کرافٹ ''مریخ ایکسپریس'' نے سن 2003ء میں دریافت کیا۔ اس خلائی جہاز کی مریخ گاڑی لینڈ کرنے کے دوران ہی کھو گئی تھی اور مرکز سے اس کا رابطہ ختم ہو گیا لیکن خلائی مشن کے ذریعے دریافتوں کا سلسلہ جاری رہا جس پر سوال بھی اٹھتے رہے ہیں۔ میتھین کی موجودگی اس مشن کی اہم ترین دریافت سمجھی جاتی ہے۔ یہ گیس دراصل زندگی کی موجودگی کا پتہ دیتی ہے کیوں کہ زمین پر اس کی موجودگی کی وجہ یہاں زندگی کا ہونا ہے جیسے مویشیوں کا چارہ وغیرہ۔ لیکن کئی اور عوامل بھی ہیں جن سے اس گیس کی افزائش ممکن ہے۔ ان میں سطح پر آتش فشانی سرگرمیاں شامل ہیں۔

انٹارکٹیکا میں دریافت کئے گئے شہابیوں کے تجزیہ سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی بناوٹ کسی زمانہ میں زمین پر مائکروبس(Microbes) یا جرثوموں کی تخلیق کردہ ساخت سے مشابہت رکھتی ہے۔ان جرثوموں کی ساخت کی وضاحت بایولوجیکل سے زیادہ کیمیائی بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ان شواہد کی مدد سے ثابت کرنے کی کوششیں جاری ہیں کہ زمین پر زندگی بہت عرصہ پہلے مریخ سے منتقل ہوئی تھی۔ یہ زندگی مریخ سے طویل سفر کے بعد زمین پر برسنے والے شہابیوں کی مرہونِ منت تھی جو انٹارکٹیکا میں پائے گئے۔سوال یہ ہے کہ کیا انسان مریخ پر زندہ رہ سکتا ہے یا نہیں —؟ جواب مریخ پر جا کر ہی مل سکتا ہے۔

کچھ خلانورد رضا کارانہ طور پر مریخ جانا چاہتے ہیں۔ ان میں سے سات خلا باز ایک مصنوعی خلائی جہاز مشن ''مریخ 500'' میں ایک سال کے قریب رہ کر مختلف تجربات سے گزر چکے ہیں۔ایسے بھی رضا کار ہیں جنہوں نے خود کو یک طرفہ سفر کے لئے پیش کیا ہے۔

ماہر طبیعات ڈاکٹر جان برینڈن برگ کے مطابق مریخ کی قدیم تہذیب کا خاتمہ خطرناک قسم کے نیوکلیائی حملہ سے ہوا جو کسی دوسرے سیارہ کی ترقی یافتہ مخلوق نے کیا تھا۔وہ کہتے ہیں کہ حملہ سے مریخی باشندوں کی نسلیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ان کے بقول ثبوت مریخ کی سطح پر جگہ جگہ موجود ہیں۔2011ء میں دعویٰ کیا گیا کہ مریخ کا سرخ رنگ کسی بڑے تھرمو نیوکلیئر دھماکے کی وجہ سے ہے اور مریخ کی سطح پر تابکار عناصر یورینیم، تھوریم اور پوٹاشیم وغیرہ کے کئی پرت ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ یہ بات مریخ کی سطح پر ایک اسپاٹ سے نکلنے والی شعاعوں سے بھی ثابت ہوتی ہے، قطع نظر کہ خلائی سیارہ وائکنگ کو زندگی کے آثار نظر نہیں آئے، سطح پر زندگی کے عناصر کا پایا جانا مریخ پر کبھی نہ کبھی زندگی کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے۔ناسا کے مطابق ان عناصر میں کاربن، نائٹروجن، ہائڈروجن، آکسیجن اور فاسفورس شامل ہیں۔

ناسا نے 2012ء میں Curiosity Rover نامی ایک مریخ گاڑی بھیجی تھی جو ان کے بقول تا حال مریخ پر ہے اور معلومات تواتر اور مربوط نظام کے تحت زمینی مرکز کو ارسال کی جا رہی ہیں۔

امریکن جیوفزیکل یونین کانفرنس، سان فرانسسکو کے ملازمین اور اس مشن کے محققین نے کہا ہے کہ خوشی ہے کہ مریخ کے ''گیل کریٹر'' نامی مقام پر جو خلائی گاڑی اتاری گئی تھی ، وہاں سے ملنے والی معلومات توقعات سے ہزاروں گنا زیادہ ہیں۔محققین کے مطابق یہ فیصلہ کیا گیا کہ جس ''کریٹر'' پر گاڑی کو اتارا گیا تھا اسے وہاں سے ایسی جگہ منتقل کیا جائے جہاں سے کریٹر (وسیع پیالہ نما گڑھے) کا بہتر زاویہ سے معائنہ کیا جا سکے۔ان کے بقول گاڑی کو لینڈنگ کی جگہ سے پندرہ کلومیٹر دور کریٹر کی سب سے اونچی چوٹی ''ماؤنٹ شارپ'' پر

پہنچایا گیا تا کہ یہاں سے اس جگہ کی جیالوجیکل تاریخ اور گزشتہ لاکھوں سالوں میں ماحولیاتی تبدیلیوں کو ریکارڈ کیا جائے۔ ان تجربوں کے دوران معدنیات کی بہت بڑی اور موٹی پرت (تہ) کا انکشاف ہوا۔ زمینی خلائی مرکز میں خبر کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔

کیلیفورنیا انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے جیالوجسٹ جان گروزنگر کہتے ہیں، ''معدنیات کے ذخیرہ میں وہ تمام خواص ملے ہیں جو زندگی کی بقا اور بود و باش کے لئے ناگزیر تصور کئے جاتے ہیں۔'' ڈاکٹر جان کے مطابق کسی زمانہ میں مریخ کا رنگ بھورا تھا۔ یہاں زندگی رواں دواں تھی۔ مریخ پر بڑی بڑی چٹانوں کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والے شہابیے طویل فاصلہ اور مدت کے بعد زمین کے تقریباً ہر براعظم میں گرے ہیں۔ پتھروں کے تجزیہ سے اندازہ لگایا گیا کہ مریخ پر کبھی نہ کبھی زندگی تھی۔

بہرحال تحقیق اور دریافت کے دروازے کھلے ہیں اور ان میں تیزی آ گئی ہے۔ نئے خلائی جہاز اور گاڑیاں زیر بحث ہیں۔ موثر ایندھن تیار کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ یہ قیاس آرائیاں بھی ہیں کہ مریخ کی سطح پر ماحول بہت خطرناک اور زندگی کے خاتمہ کا سبب بن سکتا ہے اس لئے وہاں کی مخلوق جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں انتہائی ایڈوانس ہے، زیر زمین آبادیاں بنا کر رہ رہی ہے۔

اس قسم کی قیاس آرائی سے کیا صورت سامنے آئے گی اس کے بارے میں اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ قیاس آرائی الوژن کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب تک تحقیق و تلاش کے نتیجہ میں کسی ایک نظریہ پر اذہان متفق نہیں ہوں گے اس وقت تک حقیقت وارده سامنے نہیں آئے گی۔

یہ دنیا قیاس آرائی پر مبنی دنیا نہیں ہے۔ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس میں تغیر نظر آنے کے باوجود تغیر نہیں ہے۔ پیغمبران کرام علیہم السلام اجمعین کی تعلیمات مظہر بنتی ہیں کہ کائناتی رموز حقیقت پر قائم ہیں۔

''ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات قرآن میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔'' (القمر:۵۳)

خلائی محققین نے دعویٰ کیا کہ 16 جولائی 1969ء کو ایک خلائی جہاز پہلی مرتبہ آدمیوں کو لے کر چاند پر اترا۔ اس کا نام اپالو 11 مشن تھا۔ اس کے بعد کئی جہاز بھیجے گئے، آخری اپالو مشن تین برس بعد دسمبر 1972ء میں چاند پر پہنچا۔ بعدازاں یہ ٹیکنالوجی متروک ہو گئی۔ ناسا نے 2013ء میں اعلان کیا کہ ہم مستقبل قریب میں ایسا کوئی منصوبہ نہیں رکھتے کہ آدمیوں کے ساتھ کوئی خلائی جہاز چاند پر بھیجیں کیوں کہ 60ء کی دہائی جیسے طاقتور راکٹ موجودہ دور میں نہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ ایسے کسی مشن کے لئے بجٹ نہیں ہے، غالباً 2020ء کے بعد ممکن ہو سکے گا۔ مختلف حلقوں سے چاند گاڑی پر سوالات اٹھنا شروع ہوئے اور ان حلقوں نے ثابت کیا کہ چاند گاڑی کا دعویٰ فراڈ تھا۔

وہ ماہرین جو فراڈ یا جعل سازی کو بے نقاب کرتے ہیں Hoax ماہرین کہلاتے ہیں، ان کے مطابق مون لینڈنگ کی تمام فلمیں ہالی ووڈ کے ایک پروڈیوسر سے ریاست Nevada کے ایریا 51 میں فلمائی گئیں ۔ یہاں اٹامک انرجی کمیشن کی تجربہ گاہ ہے اور عوام کا داخلہ منع ہے۔ زمین بنجر اور بے آب و گیاہ بیابان ہے اور فلموں میں دکھائی گئی چاند کی زمین سے مشابہ ہے۔ تصاویر میں لہراتا ہوا جھنڈا، متصادم سائے اور ایسی دیگر چیزیں موجود ہیں جو ہوا اور مصنوعی روشنی کی نشان دہی کرتی ہیں اور Hoax ماہرین کے بقول چاند پر نہیں ہوسکتیں۔

Hoax ماہرین کہتے ہیں کہ درحقیقت 200 میل بلندی کے بعد ہائی ریڈیئیشن زون شروع ہوتی ہے جسے محقق وان ایلن بیلٹ کہتے ہیں۔ اس بیلٹ میں شمسی لپٹیں (Solar Flare) اتنی طاقت ور ہیں کہ کوئی جان دار زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ الیکٹرانک ڈیوائسز بھی کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ کوئی خلاباز 300 میل سے آگے نہیں گیا۔

وہ بتاتے ہیں کہ Curiosity مریخ گاڑی کا مریخ پر اترنا بھی اسی ڈرامے کی ایک بازگشت ہے۔ تصاویر کرۂ ارض کے بیابانوں کی ہیں، فقط چٹانوں اور مٹی کا رنگ بدل دیا گیا ہے۔ ان میں مردہ جانوروں کی ہڈیاں بھی دکھائی دیتی ہیں، گاڑی کے پہیوں کے نشانات بھی ہیں اور پرانے عہد کے شکستہ برتن بھی۔ ایسی صورت میں تحقیقات خوش کن تصورات اور خود فریبی ہیں۔

چاند گاڑی — ؟

آپ چاند گاڑی کو چاند پر اترتا دیکھ چکے ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ سب فکشن میں چلا جائے گا۔ ایک کانفرنس میں جب میں نے چاند، زمین، آسمان اور اس کی حقیقت پر مقالہ پڑھا جس میں ناسا کی خلائی ٹیم کے ایک اہم رکن اوٹو بائینڈر کے مطابق اپالو گیارہ کے خلابازوں اور زمینی کنٹرول مشن کے درمیان بات چیت ہوئی تھی۔

مشن کنٹرول: کیا بات ہے، کیا کوئی خرابی پیش آئی ہے؟

ہیلو! مشن کنٹرول کالنگ اپالو الیون۔ اپالو گیارہ: یہ مخلوق بڑی جسیم تھی سر! اوہ گاڈ — آپ اس بات پر یقین نہیں کریں گے — میں تمہیں بتا رہا ہوں — کہ گڑھے کی دوسری طرف وہ قطار در قطار کھڑے ہیں۔

وہ جسیم مخلوق موجود ہے اور ہمیں دیکھا جا رہا ہے۔

ناسا نے کبھی اس گفتگو کو رسمی طور پر بھی قبول نہیں کیا۔

بہت سارے لوگوں نے جن کے پاس VHF ریسیور تھے، اس گفتگو کو سن لیا تھا اور وہ حیران تھے کہ آخر کس مصلحت کی بنا پر ناسا والوں نے اس پر دبیز پردہ ڈال دیا ہے — ؟

میں بتانا یہ چاہ رہا تھا کہ سائنس دان جب یہ کہتے ہیں کہ چاند پر آبادی نہیں ہے تو خلائی ٹیم نے وہاں کون سی جسیم مخلوق دیکھی تھی — ؟ (کتاب: آگہی)

سید اقبال احمد

دل میں دو دروازے

”دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا۔“ (النجم:۱۱)

معلوم انسانی تہذیب کی عمر دس ہزار سال سے کچھ اوپر ہے ۔ جہد و بقا کے اس سفر کو مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جائے گا کہ یہ وہ عرصہ ہے جس میں ان گنت تہذیبیں بقا کی جدوجہد میں فنا ہوگئیں ۔

افلاطون ، ارسطو ، بقراط ، سقراط ، دیموقراطیس اور یورپ کی نشاۃ الثانیہ کے سرخیل روسو ، ہکسلے ، اسپنوزا ، برگسان ، اوسپینسکی سے لے کر آئن اسٹائن تک سب نے حیات و کائنات کی اپنے لحاظ سے تشریح کی ۔ وہ عقل کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھتے رہے جس کا حاصل آج کی دنیا ہے ۔ آئن اسٹائن نے نظریۂ اضافیت پیش کیا، اسٹیفن ہاکنگ نے اس سے آگے کی بات کی مگر کائنات کے بارے میں اس کا نظریہ بھی ایک حد کے بعد عاجز ہے ۔ کائنات کے رموز اب تک مخفی ہیں ۔

محققین کے پاس کوئی حتمی اور یقینی جواب نہیں کہ انسان کہاں سے آیا، اس نے یہ ہیئت کیسے اختیار کی ، کائنات کو کس نے تخلیق کیا، آیا یہ امرِ واقعہ ہے یا حادثہ کا نتیجہ ؟ — کوئی کہتا ہے کہ کائنات سکڑ رہی ہے، کوئی کہتا ہے کہ کائنات سکڑ رہی ہے نہ پھیل رہی ہے بلکہ ہم سب ہزاروں میل کی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف چلے جا رہے ہیں، پتہ نہیں کہاں؟

کہا گیا کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو بیاسی میل فی سیکنڈ ہے ۔ اس حساب سے دوسرے سیاروں اور ہماری گیلیکسی کا فاصلہ اندازاً شمار کیا گیا کہ فلاں ستارہ اتنے نوری سال پر ہے وغیرہ ۔ اب ٹائم اسپیس کی بات ہو رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ جس طرح کششِ ثقل اور مادہ کی قوت سے مختلف سیارے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں اسی طرح روشنی کے بارے میں یہ فرض کرنا کہ وہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو بیاسی میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سیدھا سفر کرتی ہے ، صحیح نہیں ۔ کیوں کہ اور مادوں کی طرح کشش ثقل اور مادی قوت اس پر بھی اثر کرتی ہے، اس وجہ سے وہ بھی ایک Orbit میں سفر کرنے پر مجبور ہے ۔

اس کے بعد بلیک ہول کی دریافت نے محققین کو مصروف رکھا ۔ علاوہ ازیں معاشی، سیاسی اور سماجی

ماہرین جو ترقی یافتہ دنیا کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں، دس ہزار سال کے تہذیبی سفر کے بعد بھی پریشان ہیں کہ معاشی خوش حالی کے باوجود جرائم کم کیوں نہیں ہو رہے؟ قتل و غارت گری اور لوٹ کھسوٹ کیوں بڑھ رہی ہے؟ لوگ بے چین اور پریشان ہیں، سکون کیوں میسر نہیں؟ آخر کون سا معاشی اور سیاسی نظام لایا جائے جہاں کسی کا حق غصب کئے بغیر سب امن و چین سے رہ سکیں۔

حالات جس دور سے گزر رہے ہیں اس میں کوئی خوش گوار پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں۔ انتشار و تصادم کے امکانات بڑھ گئے ہیں اور نوع آدم سوچنے پر مجبور ہے کہ ان کا مستقبل کیا ہے؟

دو طرز فکر ہمیشہ موجود رہی ہیں۔ ایک عقلی اور مادی طرز فکر اور دوسری روحانی یا رحمانی طرز فکر۔ مادی طرز فکر کی نمائندگی موجودہ ترقی یافتہ معاشرہ کرتا ہے جس کی مختصر تفصیل اوپر بیان کی گئی۔ دوسری طرز فکر روحانی یا رحمانی طرز فکر ہے جس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

''ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات قرآن میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔'' (القمر:۵۳)

رحمانی طرز فکر کی نمائندگی ہر دور میں ہوتی رہی ہے لیکن اس پر بہت کم توجہ دی گئی۔ اب بھی وقت ہے کہ اسے اپنایا جائے تاکہ مستقبل محفوظ ہو جائے۔

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تصنیف ''لوح و قلم'' میں تحریر ہے:

''ادراک کیا ہے—؟ اللہ تعالیٰ کا عرش پر متمکن ہونا اور رگِ جاں سے قریب ہونا۔''

یہ جملہ ابلاغ کا شاہ کار ہے۔ اس ایک جملہ میں نوعِ آدم کی بقا کا راز ہے۔ اس میں نوعِ آدم کی بدنصیبی کا آغاز بھی ہے، انجام بھی اور شان دار مستقبل کا اظہار بھی۔ ضرورت اس پر غور و فکر اور عمل کی ہے۔

ادراک اور عقل و فکر کی جو توانائیاں قدرت نے ودیعت کی ہیں ان کا تقاضا کیا ہے—؟ اپنے آپ کو پہچاننا اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننا۔

ادراک کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو پہچانے اور پھر اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے۔ یہ جانے کہ کیا وہ یوں ہی پیدا کر دیا گیا ہے یا اس کی کوئی غرض و غایت ہے؟ یہ صرف نوع آدم کی پیدائش کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ اس کے لئے پورا نظام بنایا گیا۔ حیات و کائنات کو اصول و قانون کے تحت وجود میں لایا گیا۔

یہی نظام ہے کہ جس کے تحت مظاہرات معین راستہ پر چل رہے ہیں اور ایک دوسرے کے ممد و معاون ہیں۔ گویا پرورش کا نہایت منظّم نظام بغیر کسی قیمت و مشقت کے دے دیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ سب تمہاری خدمت کے لئے ہے۔ اب محنت اور کوشش سے اسے حاصل کرو۔

''جو لوگ ہماری خاطر جدوجہد کرتے ہیں، ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔'' (العنکبوت:۶۹)

لیکن یہ مت بھولنا کہ یہ سب جس مقتدر اعلیٰ ہستی کا پیدا کردہ ہے وہی تمہارا خالق ہے۔ ایک دن اس کے

پاس لوٹنا ہے اور حساب دینا ہے کہ جو امانتیں تحفتاً بخشی گئی تھیں، ان کا کس طرح استعمال کیا؟

اللہ تعالیٰ کا عرش پر متمکن ہونا اور رگِ جاں سے قریب ہونا—پوری کائنات کا نظام ہے۔

''ہم تمہاری رگِ جاں سے زیادہ قریب ہیں۔'' (قٓ:۱۶)

ہر شے گواہی دے رہی ہے کہ یہ مظاہرہ خیر ہے شر نہیں۔ محبت ہے نفرت نہیں۔ ایثار ہے خودغرضی نہیں۔ خدمت ہے بیگار نہیں۔ قانون ہے افراتفری نہیں۔ وہ نہ صرف کائنات کی رگ رگ میں اپنی رحمت کے ساتھ جلوہ فگن ہے بلکہ ہر وجود پر محیط ہے۔ یہ وہ Unity of Thought ہے جو ایٹم بم کے موجد کے دل میں جگہ بنالیتی تو وہ خود مر جاتا مگر مہلک ایجاد کو منظر عام پر نہ لاتا۔

طرزِ فکر راست ہو تو کردار میں جلوہ گر ہو کر زندگی کے خوب صورت نغمے بکھیرتی ہے اور جب یہی طرزِ فکر اس کے برخلاف عمل کرتی ہے تو مخلوق کے لئے ہلاکت بن جاتی ہے۔

''دین میں جبر نہیں ہے، صحیح بات غلط سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لایا، اس نے ایسا مضبوط سہارا پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ:۲۵۶)

آسمانی کتابیں اور آخری الہامی کتاب قرآن کریم نے کائناتی رموز سے واقف ہونے کے لئے تفکر کی دعوت دی ہے اس لئے کہ تفکر وہ راستہ ہے جس سے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے۔

''کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ وہ اللہ ہے کہ سب اس کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے۔'' (النور:۴۱)

دل بظاہر گوشت پوست کا لوتھڑا ہے جس کا کام خون پمپ کرنا ہے مگر اس میں ایک بھید ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نے پانچویں صدی ہجری میں اس پر غور و فکر کیا اور فرمایا:

''کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تجلی پر قائم و دائم ہے، جس وقت یہ تجلی منقطع ہوتی ہے—چیز فنا ہو جاتی ہے۔''

ان معنوں میں جو کچھ بھی حیات و کائنات میں ہے اس کا کوئی حقیقی وجود نہیں۔ حقیقی وجود اس وقت ہوتا جب وہ اپنے ذاتی وجود پر قائم ہوتی، بااختیار ہوتی۔ جب فیڈنگ منقطع کر دی جاتی ہے تو شے کا تعلق کسی بھی نوع سے ہو، ڈیڈ باڈی کہلاتی ہے۔ فرد کی موت واقع ہوتی ہے تو سب سے پہلے حرکتِ قلب منقطع ہوتی ہے، کچھ لمحوں بعد دماغ اور باقی اعضا پر موت طاری ہوتی ہے۔ ایسے لمحات میں کسی طرح حرکتِ قلب بحال کر لی جائے تو فرد پھر زندہ ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہر چیز میں حرکت کا کوئی محرک ہے، جتنی ایجادات ہیں ان میں شے کو حرکت دینے کے لئے کوئی نہ کوئی ایجنسی ہے، وہ کیا ہے—؟

دل ایک منٹ میں ستر مرتبہ دھڑکتا ہے، اس حساب سے پچاس یا ساٹھ سالہ زندگی میں دل کی دھڑکن کی تعداد معلوم کی جاسکتی ہے۔یعنی دل پمپ کی صورت میں خون کی سپلائی جاری رکھتا ہے۔کون سی قوت اسے چلارہی ہے—؟ محقق اس پر خاموش ہیں۔

برقی رودل کو توانائی فیڈ کرتی ہے۔ دل کے عصبی مرکز سے برقی رو بالائی حصوں پر اس طرح پھیلتی ہے جیسے چٹیل میدان میں پانی بہایا جائے۔ یہاں سے وہ باریک تاروں سے ہوتی ہوئی دل کے تمام حصوں تک پہنچتی ہے اور دل کو حرکت دیتی ہے۔ یہی وہ لہریں ہیں جو دھڑکن کو پرکھنے والی مشین کی اسکرین پر نظر آتی ہیں جس سے دھڑکن کی رفتار اور قوت کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

’’جو شخص عقل کی رو سے اللہ کو پہچاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ سخت مغالطہ میں ہے۔‘‘

شیخ ابن عربیؒ کی مشہور بزرگ ابو مدینؒ سے ملاقات ہوئی تو پوچھا، آپ کی معرفت اور محبت کا کیا بھید ہے؟

حضرت ابو مدینؒ نے فرمایا: ’’محبت میری سواری ہے، معرفت راستہ اور توحید میری منزل ہے۔‘‘

شیخ ابن عربیؒ ’’فتوحات مکیہ‘‘ میں فرماتے ہیں،

’’علم کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا علم عقلی ہے، یہ تجربہ اور دلیل سے آتا ہے۔ دوسرا علم حالی ہے، یہ ذوق وشوق سے حاصل ہوتا ہے۔ تیسرا علم اسرار ہے جو مرتبۂ عقل سے بالاتر ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کو اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا ہے اور یہ علم نبی اور ولی کے لئے مخصوص ہے۔‘‘

’’فصوص الحکم‘‘ میں تحریر ہے:

’’قلب کے دو دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے معرفت الٰہی داخل ہوتی ہے اور دوسرے دروازہ سے اوہام داخل ہوتے ہیں، ان اوہام کا نام عالم ہے۔‘‘

اس ضمن میں مولانا رومؒ کا ارشاد ہے:

’’صوفی کا کمال یہ ہے کہ وہ ان اوہام اور خطرات سے رہائی پالے جو اسے ماسوا اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اسی کا نام اخلاص قلبی ہے۔‘‘

ایک دفعہ پھر عظیم روحانی سائنس دان ابدالِ حق

حضور قلندر بابا اولیاؒ کا ''ارشادِ گرامی'' دہراتے ہیں۔

''ادراک کیا ہے — ؟ اللہ تعالیٰ کا عرش پر متمکن ہونا اور رگِ جاں سے قریب ہونا۔''

خالق کائنات فرماتے ہیں،

''ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ تم سے قریب ہیں۔'' (قٓ:۱۶)

ادراک یہ ہے کہ ہم نظام کو سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی عطا کی گئی صلاحیتوں سے واقف ہوں اور کائنات کا حصہ بنیں۔ جب تک تعمیری یا رحمانی طرزِ فکر اختیار نہیں کی جائے گی، جو کچھ دکھائی دیتا ہے، سب فریب نظر ہے جس سے سوائے تخریب کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ذاتی اور گروہی مفادات کی جنگ تخریب پیدا کرتی ہے تعمیر نہیں۔ کائنات میں غور و فکر کریں، کہیں پر بھی تعصب نہیں ہے، ہر دیدہ نادیدہ مخلوق دوسری مخلوق کی خدمت میں مصروف ہے۔ زمین پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہر مخلوق نباتات، جمادات، حیوانات، سماوات، بادل، پہاڑ سب ایک دوسرے کی خدمت کر رہے ہیں۔

قارئین! آنکھیں بند کر کے ادھر ادھر کے خیالات سے دماغ کو آزاد کر کے غور کیجئے کہ آپ کی ذات کے لئے قدرت کے کتنے خدمت گار مقرر ہیں، جس میں آپ خود بھی شامل ہیں۔ کائنات کی تخلیق میں آپس کی رشتہ داری ایسی حقیقت ہے کہ کوئی شے ایسی نظر نہیں آتی جو ایک دوسرے کی خدمت میں مصروف نہ ہو۔

مثلاً زمین، درخت، پانی، دھوپ، چاندنی، سرد و گرم موسم، کڑوا کھٹا میٹھا ذائقہ، خوش بو، رنگ، رنگوں کا امتزاج اگر نہ ہو تو پھر؟ سورج کی تپش پھلوں کو نہ پکائے اور چاند کی چاندنی پھلوں میں رس نہ گھولے — اللہ تعالیٰ کا نظام تخلیق جب تک ممد و معاون نہ ہو، کائنات میں کسی وجود کو وجود نہیں کہا جا سکتا۔ خدمت گزاری کے رکن کتنے ہیں اس کا شمار تو ہو ہی نہیں سکتا — اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ رحمٰن میں فرماتے ہیں:

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمٰن:۱۳)

''اور تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔''

افراد سے معاشرہ بنتا ہے اور معاشروں سے دنیا۔ کائنات کا حسن ''توازن'' ہے۔ جب سے کائنات قائم ہے، نوعِ آدم کی بقا و سلامتی کے لئے اللہ کے مقرب بندے منادی بنے ہوئے ہیں۔ ان کا پیغام سوچ میں یکسانیت کا پیغام ہے۔ ہزاروں سال پر محیط نوعِ آدم کی جدوجہد میں مرکزی نقطہ غائب ہے۔ مرکزی نقطہ کو اپنا لیا جائے تو فکشن کا حصار ٹوٹ جائے گا۔ ہمارا مقدر فنا ہے — بقا صرف ذاتِ واحد کو حاصل ہے۔ نوعِ آدم کی فنا اگر بقا کے لئے ہو تو فنا — بقا بن جاتی ہے۔ اس کا آسان طریقہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔

''ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا۔ ہے کوئی سمجھنے والا۔'' (القمر: ۱۷)

PRIME PACK INDUSTRIES

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

C-21, S.I.T.E
Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

ڈاکٹر شہناز اقبال

تلاش اس کی، اپنی تلاش ہے

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے کسی مرید نے تخلیق کائنات کے موضوع پر کہا کہ ایسا وقت بھی تھا جب اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے جواب دیا، اب بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

زمان و مکان — اہم لیکن مشکل موضوع ہے۔ زندگی زمان و مکان کی حدود میں گزرتی ہے۔ زمان و مکان ہے کیا، جب تک واقف نہیں ہوں گے، زندگی کو سمجھنا ممکن نہیں۔

تجربہ ہے کہ کبھی وقت گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ مادی اشیا میں زمان و مکان کے ضوابط اس قانون سے مختلف ہیں جس کے تحت آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہے۔ اس طرح روشنی کے سفر کے لئے زمان و مکان کا پیمانہ الگ ہے۔ بہرحال، کہیں پر فاصلے معنی رکھتے ہیں اور کہیں موجود ہونے کے باوجود نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ ہر کام وقت اور فاصلہ کی حدود میں ہوتا ہے اور ہر عمل میں فاصلہ اور وقت کی پیمائش تبدیل ہو جاتی ہے۔

گویا ادراک کے لحاظ سے زمان و مکان کی مختلف سطحیں ہیں تاہم کوئی بھی تجربہ زمان و مکان سے ماورا نہیں۔ اگر زمان و مکان کی مناسبت سے تجربات مختلف ہیں تو سوال یہ ہے کہ کون سا تجربہ حقیقی ہے —؟

صدیوں سے مختلف شعبوں میں محقق اس موضوع پر غور و فکر کرتے رہے ہیں۔ تخلیق کی ماہیت، وقت اور فاصلہ کا تعین، احساسات و کیفیات اور تجربات کا تعلق زمان و مکان سے ہے۔ مسلم فلسفیوں فارابی اور ابن سینا کے نظریات پر امام غزالیؒ اور ابن رشد کے درمیان مباحث میں زمان و مکان کی ماہیت پر دلچسپ بحث ملتی ہے۔ اس طرح ابن مسکویہ، رازی، عراقی، میر دامن، ملا باقر، جلال الدین درانی، مولانا رومیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور دیگر مسلم مفکرین نے اس کی مختلف جہتوں کو بیان کیا ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں علامہ اقبالؒ نے زمان و مکان کا اسلامی صوفیانہ افکار پر مشتمل نظریہ پیش کر کے ادب، تحقیق و تلاش اور فلسفہ کی دنیا کو چونکا دیا۔

علامہ اقبالؒ کے مطابق حیات کی بنیاد روحانی ہے۔ روح میڈیم میں ظاہر ہوتی ہے جب کہ جو کچھ مادی صورت میں نظر آتا ہے اس کا محرک کوئی اور ہے۔ ہم مادی وجود کو اصل سمجھتے ہیں — مادہ (Matter)

روح کے تابع ہے۔ جب تک میڈیم کو متحرک رکھنے والے وجود سے واقف نہ ہوجائیں، زمان و مکان کا علم حاصل نہیں کر سکتے۔

علامہ اقبالؒ کے تصور زمان و مکان پر غور کرتے ہوئے جس فلسفی سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے وہ ہنری برگساں ہے۔زمان ومکاں کے نظریہ میں علامہ اقبالؒ کسی حد تک برگساں کے ہم نوا ہیں اور بعض علمی نکات پر وہ برگساں کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

ہنری برگساں فرانسیسی فلسفی تھا جو 1900ء میں کالج ڈی فرانس میں فلسفہ کا پروفیسر مقرر ہوا۔فلسفیانہ تحریروں کی بنا پر 1927ء میں ادبیات کا نوبل انعام پایا۔ثنویت کا قائل تھا۔یعنی عالم میں دو مستقل جوہر زندگی اور میٹر ہیں جو آپس میں برسر پیکار رہتے ہیں۔ زندگی رواں دواں رہتی ہے اور ہمیشہ اوپر کی سمت جاتی ہے۔یہ فعال اور متحرک قوت ہے جو بیک وقت مادہ کے اندر اور مادہ سے ماوراء رہ کر گہرائی، لطافت اور تنوع رکھتی ہے۔برگساں کے فلسفہ کا مرکزی اصول حیاتیات میں تغیر وتبدل ہے اور طبعیات کے اساسی تصورات مثلاً زمان ومکان، مادہ و حرکت اور قوت و توانائی کے ادراک پر مبنی ہے۔ادراک کے لئے اس نے عقل سے انحراف کر کے وجدان کا سہارا لیا اور وجدان کو اہمیت دی۔وہ یہ جواز پیش کرتا ہے کہ عقل مخصوص آلہ ہے جسے ہم نے اپنے مقاصد کے لئے وضع کیا ہے جب کہ وجدان ہمہ گیر اور وحدت پسند ہے۔اس کے توسط سے ہم مابعدالطبیعاتی صداقت تک پہنچتے ہیں جہاں عقل اپنے آپ کو مجبور پاتی ہے لہٰذا زمان و مکان کا ادراک وجدان کے ذریعے ممکن ہے۔برگساں نے 1888ء میں پہلی اہم تصنیف ''زمان اور مستقل ارادہ''__ Time and Free Will لکھی اور 1907ء میں دوسری تصنیف ''تخلیقی ارتقاء''__ Creative Evolution کی وجہ سے شہرت ومقبولیت حاصل کی۔

ان تصانیف میں برگساں نے میکانکی دنیائی تفسیر و تشریح کو مسترد کر کے مادیت پرستی پر تنقید کی۔اس کے مطابق مادیت پرستی اندھیرا ہے جس میں داخل ہو کر حقیقت تک پہنچنا ممکن نہیں۔عقل کے متعلق تصور پیش کیا کہ یہ حقیقت کی غلط تصویر پیش کرتی ہے۔اس کے دلائل سے نتیجہ نکلتا ہے کہ مادی سائنس غلط راستہ اختیار کئے ہوئے ہے۔

علامہ اقبالؒ نے یورپ میں برگساں سے بالمشافہ ملاقات میں حدیث قدسی سنائی:

''زمانہ کو برا نہ کہو، پس تحقیق زمانہ اللہ ہے۔''

وہ ششدر رہ گیا اور کرسی سے کھڑا ہوگیا۔

برگساں اور علامہ اقبالؒ کے نزدیک زمان کا وہ نظریہ صحیح نہیں ہے جس میں اسے ماضی، حال اور مستقبل میں تقسیم کیا گیا ہے۔علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ ہم وقت کا آغاز، انتہا اور اس کی حدود کا تعین نہیں

کرسکتے۔ اگر بہاؤ، حرکت یا گزران، وقت کی ماہیت کے بارے میں حتمی لفظ ہے تو اس پہلے وقت کی حرکت کا وقت مقرر کرنے کے لئے ایک اور وقت ہونا چاہیئے اور ایک اور وقت اس دوسرے وقت کے تعین کے لئے ہونا چاہیئے۔ اس طرح یہ سلسلہ لامحدود ہو جانا چاہیئے۔

علامہ اقبالؒ کا کہنا ہے کہ زندگی تغیر پذیر ہے اور کائنات کا دوسرا نام حرکت ہے۔ زمانہ، وقت یا دہر حقیقت ہے جس میں ماضی، حال اور مستقبل تینوں ایک ہیں۔ مادہ اور روح ـــــ حرکت و عمل کی دو مختلف صورتیں ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

سکون محال ہے قدرت کے کار خانہ میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانہ میں

برگساں کہتا ہے کہ فطری طور ہم مادیت کی جانب مائل ہیں کیوں کہ ہمارے سوچنے کا انداز مکانیت پر مبنی ہے، مکان کی طرح زمان بھی بنیادی حقیقت ہے بلکہ زمان جوہر حیات ہے اور ہر حقیقت کا جز و لاینفک ہے۔ زمان اجتماعی، ارتقائی اور استمراری کیفیت ہے۔ اس کے مطابق ماضی بڑھتے بڑھتے حال میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔ گویا زمان اجتماعی کیفیت ہے جس میں حال اور مستقبل کی کوئی حالت نہیں ہے۔

علامہ اقبالؒ کے یہاں زمان کی ظاہری حالت کا رد، تکرار سے ہے:

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ

نظریۂ زمان کی اس صفت کے متعلق لکھتے ہیں:

دما دم رواں ہے یم زندگی
ہر اک شے سے پیدا رم زندگی
فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرّۂ کائنات
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوق پرواز ہے زندگی
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند
سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند
سفر زندگی کے لئے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت، حضر ہے مجاز
سمجھتے ہیں ناداں اسے بے ثبات
ابھرتا ہے مٹ مٹ کے نقش حیات
بڑی تیز جولاں، بڑی زود رس
ازل سے ابد تک رم یک نفس
زمانہ کہ زنجیر ایام ہے
دموں کے الٹ پھیر کا نام ہے

علامہ اقبالؒ کا تصور زمان و مکان ان کے فلسفۂ خودی کا جزو ہے۔ وہ انا اور وقت کے کائناتی تلازم کو حقیقی سمجھتے ہیں۔ ''اسرار خودی'' میں لکھا ہے:

ای اسیر دوش و فردا در نگر
در دل خود عالم دیگر نگر
در گل خود تخم ظلمت کاشتی
وقت را مثل خطی پنداشتی

بازبا پیمانہ ی لیل و نہار
فکر تو پیمود طول روزگار
ساختی این رشتہ را زنّار دوش
گشتہ ای مثل بتان باطل فروش
کیمیا بودی و مشت گل شدی
سرِّ حق زائیدی و باطل شدی
مسلمی، آزاد این زنار باش
شمع بزم ملت احرار باش
تو کہ از اصل زمان آگہ نہ ای
از حیات جاودان آگہ نہ ای
تا کجا در روز و شب باشی اسیر
رمز وقت از ''لی مع اللّٰہ'' یاد گیر
این و آن پیداست از رفتارِ وقت
زندگی سرّ یست از اسرار وقت
اصل وقت از گردش خورشید نیست
وقت جاوید است و خور جاوید نیست
عیش و غم عاشور و ہم عید است وقت
سرِّ تاب ماہ و خورشید است وقت
وقت را مثل مکان گستردہ ئی
امتیاز دوش و فردا کردہ ئی
ای چوبو رم کردہ از بستان خویش
ساختی از دست خود زندان خویش
وقت ماکو اوّل و آخر ندید
از خیابان ضمیر ما دمید
زندہ از عرفان اصلش زندہ تر
ہستی او از سحر تابندہ تر
زندگی از دہر و دہر از زندگی است
''لاتسبوا الدہر'' فرمان نبیؐ است

ترجمہ ومفہوم: اے دوش وفردا کے اسیر، دل کے اندر دیکھ، وہاں ایک اور جہان موجود ہے۔ تو نے وقت کو (ان گنت نقطوں سے بنا ہوا) خط سمجھ کر اپنی مٹی کے اندر تاریکی کا بیج بویا ہے۔ تیری فکر نے زمانہ کی طوالت کو رات اور دن کے پیمانہ سے ناپا ہے۔ تو نے رات اور دن کے دھاگے کو زنار دوش بنالیا ہے اور باطل فروش بن گیا ہے۔ یعنی تو ''کیمیا'' تھا مگر مٹھی بھر خاک ہوگیا۔ تو سرِّ حق پیدا ہوا تھا مگر باطل بن گیا (سرِّ حق سے روح کی طرف اشارہ ہے)۔ تو مسلم ہے اس زنار سے آزاد ہو۔ ملت احرار کی بزم کی شمع بن۔ تو وقت کی اصلیت سے آگاہ نہیں، اس لئے تجھے حیاتِ جاوداں کی آگہی حاصل نہیں۔ واقعات وقت کی رفتار سے پیدا ہوتے ہیں۔ زندگی وقت کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ وقت کی حقیقت سورج کی گردش سے وابستہ نہیں۔ وقت ہمیشہ رہنے والا ہے — سورج ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ کب تک روز و شب کا غلام رہے گا۔ وقت چاندنی ہے اور دھوپ بھی۔ تم نے وقت کو اسپیس کی طرح آج اور کل میں تقسیم کر دیا ہے جب کہ وقت کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ وقت ہمارا باطن ہے جو اسے پہچان لے، حیات کی اصل سے واقف ہو جا تا ہے۔ وقت کے راز کو حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے سمجھنے کی کوشش کر — وقت

میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے۔حضور نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ زمانہ کو برا نہ کہو، پس تحقیق زمانہ اللہ ہے۔

علامہ اقبالؒ نے بات کو اس طرح بھی بیان کیا ہے:

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

نیز اس شعر کا اثبات مزید موجود ہے:

ہم بندِ شب و روز میں جکڑے ہوئے بندے
تو خالقِ اعصار و نگارندۂ آفات

نظم ''مسجد قرطبہ'' کے ابتدائی اشعار میں وقت کے غایتی تصور کو معجزۂ فکر وفن کی شکل میں بیان کرتے ہیں۔

سلسلۂ روز و شب، نقش گر حادثات
سلسلۂ روز و شب، اصل حیات و ممات
سلسلۂ روز و شب، تار حریر دورنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات
سلسلۂ روز و شب، ساز ازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیرو بم ممکنات
تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب صیرفی کائنات
تو ہو اگر کم عیار، میں ہوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برأت، موت ہے میری برأت
تیرے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانہ کی رو، جس میں نہ دن ہے نہ رات!

اسی بات کو ''ضرب کلیم'' میں اس طرح کہا ہے:

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصّۂ جدید و قدیم

چناں چہ گلشن راز جدید میں کہتے ہیں:

زمانش ہم مکانش اعتباری است
زمین و آسمانش اعتباری است

ترجمہ: اس جہاں کا زمان و مکان اعتباری ہے، اس کے زمین و آسمان بھی اعتباری ہیں۔

اعتباری کے معنی وہ چیز جسے عبور کرکے دوسری تک رسائی ہو، جو مستقل نہ ہو بلکہ اصل تک خیال کو منتقل کردے۔ مراد یہ ہے کہ جہان اور جملہ اشیا حقیقی نہیں۔کوئی شے ازخود موجود نہیں بلکہ اللہ کی محتاج ہے۔

ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے کسی مرید نے تخلیق کائنات کے موضوع پر کہا کہ ایسا وقت بھی تھا جب اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی۔حضرت بایزید بسطامیؒ نے جواب دیا، اب بھی ایسا ہی ہے جیسا پہلے تھا۔

علامہ اقبالؒ ''پیامِ مشرق'' میں فرماتے ہیں:

نم در رگ ایام زاشک سحر ماست
ایں زیر و زبر چیست؟ فریب نظر ماست

ترجمہ: رگ ایام کی نمی ہمارے صبح کے آنسوؤں سے ہے۔یہ پست و بالا کیا ہے؟ ہماری نظر کا فریب ہے۔

''پیام مشرق'' کی رباعی ملاحظہ کریں:

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی
کہ او پیدا است، تو زیر نقابی

تلاش او کنی، جز خود نہ بینی

تلاش خود کنی، جز او نیابی

ترجمہ: کسے ڈھونڈتے ہو، کیوں پیچ و تاب میں ہو؟ وہ تو ظاہر ہے، تم خود زیرِ نقاب ہو۔ اس کی تلاش کرو گے تو اور کچھ نہیں دیکھو گے، اپنی تلاش کرو گے تو اس کے سوا کسی اور کو نہیں پاؤ گے۔

علامہ اقبالؒ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے سوا کچھ حقیقی نہیں تو دوش وفردا وقت کی مصنوعی تقسیم سے قائم ہونے والے مفروضے ہیں، ان کا وقت کی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ زمان و مکان کا موجودہ پیمانہ، فکر کا وضع کردہ ہے جو حقیقت تک راہ نمائی نہیں کرتا۔

علامہ اقبالؒ کے نزدیک وقت اپنے ابتدائی اور عام تصور میں حرکتِ مکان کے مترادف ہے۔ وقت تجربی دائرے میں حرکت اور تغیر کا نام ہے۔ اس کی حقیقت کو سمجھا اور اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے۔ وقت اور خودی لازم وملزوم ہیں۔ آدمی اپنی ذات پر غور کر کے زمان کی مابعدالطبیعی جہت تک پہنچ سکتا ہے۔

وقت اپنی اصل میں حدوث سے نہیں بلکہ قدم (ہمیشگی) سے مناسبت رکھتا ہے۔ عالم طبیعی میں وجود اور زندگی حقیقتِ وقت کے جزوی مظاہر ہیں۔ وقت اپنی اصل میں مکانی نہیں ہے۔ یہ ان تمام مکانی Objects سے ماوراء ہے جو اس دنیا میں اس کے محرک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عالمِ صورت میں مکان زمان پر غالب ہے جب کہ عالمِ معنی میں زمان کو غلبہ حاصل ہے۔ اس لئے حقیقت اپنے مزاج میں مکانی سے زیادہ زمانی ہے۔

اصل وقت کا کوئی اوّل و آخر نہیں۔ یہی اصل زمان یعنی زمان حقیقی ہے جس کے تحت ذاتِ الٰہیہ میں مخفی امکانات عمل پذیر ہوتے ہیں اور اس کے کمالات سامنے آتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید

کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

یہ علامہ اقبالؒ کے تصورِ زمان کے چند نکات ہیں۔

مولانا رومؒ اپنے اشعار میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست

مصطفیؐ فرمود دنیا ساعتے ست

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما

بے خبر از نو شدن اندر بقا

عمر ہمچوں جو نو نو می رسد

مستمرے می نماید در جسد

شاخ آتش را بہ جنبانی بساز

در نظر آتش نماید بس دراز

ترجمہ: ہر لحظہ تیری موت اور واپسی ہے اسی لئے حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا ایک ساعت ہے۔ ہر سانس میں دنیا نئی بن رہی ہے ہم اس کے نئے بننے سے بے خبر ہیں۔ زندگی نہر کے پانی کی طرح نئی نئی آتی ہے۔ بدن میں مسلسل نظر آتی ہے۔ جلتی لکڑی کو تیزی سے گھماؤ تو دیکھنے میں لمبی آگ نظر آئے گی۔

اقتباسات

کرم فرما خواتین وحضرات قارئین ''ماہنامہ قلندر شعور'' ادارہ کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ادارہ ان کی پسند و ناپسند کے آئینہ میں جذبات و احساسات کی فلم دیکھ کر رسالہ میں تبدیلیاں کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ قارئین — قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ تحریر کم وبیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

دنیا کو دیکھنے کے دو طریقے ہیں ۔ ایک یہ کہ آپ مثبت اور بھلائی کے نظریہ سے دیکھیں اور دوسرا طریقہ منفی اور بدنیتی سے دیکھنا ہے۔ جب آپ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے تو سوچ مثبت ہوگی اور آپ دنیا کو نیک نیتی کی نظر سے دیکھیں گے، حقائق کا ادراک ہوگا اور سوچ میں پختگی آئے گی۔ آپ کی شخصیت خوش مزاج بن جائے گی ۔ اس کے برعکس منفی اور بدنیتی سے دنیا کو دیکھیں گے تو ہر طرف مشکلات ، ناانصافی ، گناہ اور برائی نظر آئے گی۔ مایوس اور ناامید لوگ ملیں گے اور آپ مزید مایوس ہوجائیں گے ۔ ناامیدی اور مایوسی بدترین فعل ہیں ۔ ایسا فرد دوسروں پر الزام لگانے میں وقت ضائع کرتا ہے، احساس کم تری کا شکار ہوجاتا ہے اور اس کی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں۔ لہٰذا ذہن کو مثبت رکھئے۔

(جیسے خیالات ویسی زندگی۔ شافعہ، کراچی)

دلائی لاما سے رخصت ہو کر کمرے میں واپس گئے تو میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ کیا تم نے دلائی لاما کے گرد نیل گوں روشنی کا ہالہ دیکھا تھا؟ اس نے کہا، اس قسم کا ہالہ ہر شخص کے گرد موجود ہوتا ہے لیکن حسب کردار روشنی کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص دیوانہ ہوجائے تو ہالہ خاکستری رنگ کا ہوتا ہے۔ عبادت و ریاضت سے روشنی نیلی ہوجاتی ہے۔ کسی آدمی کو ہم کالے پردہ کے سامنے کھڑا کر کے اس پر اس طرح نظریں جمائیں کہ آنکھ جھپکنے نہ پائے تو کچھ دیر کے بعد ہالہ صاف نظر آنے لگے گا۔ ہر انسان میں یہ روشنی موجود ہے۔ خیال و دماغ کی پاکیزگی اور کثرت عبادت سے روشنی عیاں ہوجاتی ہے۔ آپ نے یہ جملہ تو سنا ہوگا کہ فلاں شخص کے چہرہ پر بڑا نور ہے۔ یہی نور وہ ہالہ ہے جس کا سب سے بڑا مظہر چہرہ ہے۔

(حسن، ملتان)

چندیری سے ہم ظہار (دھار) پہنچے جو مالوہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ زرعی ملک ہے۔ خصوصاً گیہوں بہت پیدا ہوتا ہے۔ یہاں سے پان دہلی جاتے ہیں جو یہاں سے چوبیس منزل ہے۔ تمام سڑک پر پتھر کے ستون، جن پر فاصلہ درج ہے، لگے ہوئے ہیں۔ مسافر معلوم کرنا چاہے کہ کتنا چلا ہے اور کتنا فاصلہ باقی ہے تو ستون پر دیکھنے سے معلوم ہو جا تا ہے۔ یہ شہر شیخ ابراہیم مالدیبی کی جاگیر میں ہے۔ شیخ ابراہیم اس شہر کے باہر آ کر ٹھہرا اور غیر آباد زمین کو آباد کیا۔ وہ اس میں فقط خربوزے بویا کرتا تھا جو نہایت شیریں ہوتے۔ آس پاس کی زمین میں بوئے جانے والے خربوزے شیریں نہ تھے۔ وہ فقیروں اور مسکینوں کو کھانا دیا کرتا تھا۔ جب بادشاہ معبر کی طرف چلے تو اس نے ایک خربوزہ بادشاہ کو پیش کیا۔ بادشاہ کھا کر بہت خوش ہوا اور شہر دھار اس کی جاگیر میں دے دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ ایک ٹیلے پر جو شہر سے اونچا تھا، خانقاہ بنائے۔ شیخ ابراہیم نے خانقاہ تعمیر کی۔ ہر مسافر کو روٹی دیتا تھا اور برسوں تک وہ اس طرح کرتا رہا۔ ایک دفعہ بادشاہ کے پاس آیا اور تیرہ لاکھ دینار نذر کئے۔ کہا کہ یہ میری آمدنی میں سے غریبوں کے کھانا کھلانے کے بعد بچا ہے، بیت المال کا حق ہے۔ بادشاہ نے وہ مال اس سے لے لیا لیکن بادشاہ کو اس کا فعل کہ اس نے روپیہ جمع کیا — پسند نہ آیا۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ۔ رابعہ)

تصوف کی تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ تصوف سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کے اندر جو برائیاں ہیں ان سے بچ کر اچھائیوں کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا، چوری نہیں کرتا، حق تلفی نہیں کرتا، ملاوٹ نہیں کرتا، حقوق العباد پورے کرتا ہے، اللہ اور اس کے رسولوں کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرتا ہے، تفرقہ نہیں ڈالتا، نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، خیرات کرتا ہے۔ آپ عیسائی، یہودی، ہندو اور کسی بھی مذہب کے پیروکار سے پوچھیں بھائی جھوٹ بولنا کیسا ہے؟ وہ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ جھوٹ بولنا اچھی بات ہے۔ اگر آپ شرابی سے پوچھیں کہ شراب پینا کیسا ہے؟ وہ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ شراب پینا اچھی بات ہے۔ تصوف کا مطلب یہ لیا جائے کہ تصوف سے انسان میں اچھی عادات شامل ہو جاتی ہیں اور برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے تو تصوف کی تعریف پوری نہیں ہوتی۔ تصوف کی اصل تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو جو علم سکھایا ہے بندہ وہ علم سیکھ لے اور جان لے۔ تصوف وہ علم ہے جس کی بنیاد پر حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، فرشتوں کو دیکھا اور جنات کو دیکھا اور جس علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اپنی نیابت اور خلافت کے اختیارات عطا فرمائے۔

(خطبات ملتان: کلیم اللہ۔ زیارت)

AUSTRALIAN CONCEPT
INFERTILITY MEDICAL CENTER
Established Since 1998
HOPE FOR INFERTILE COUPLES
THE LEADING IVF INSTITUTE OF PAKISTAN
CONSUMERS CHOICE AWARD 2016
Pearl Continental Hotel, Karachi
IAF
the most Precious gift life has to offer
پاکستان کا 1st ISO 9001:2015 سرٹیفائڈ IVF سینٹر، سب سے بڑے برانچ نیٹ ورک کے ساتھ
IVF خدمات میں 18 سال کا تجربہ اور کامیاب کیسز کی شرح میں مسلسل اضافہ
PGD (پری امپلانٹیشن جینیٹک ڈائیگنوسز) برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
پاکستان کا پہلا کامیاب FET (فروزن ایمریو ٹرانسفر) پروسیجر
ورلڈ ریکارڈ، میل اِن فرٹیلیٹی کا 29 سال بعد کامیاب علاج
ورلڈ کلاس IVF لیب Primo Vision TM Time-Lapse Embryo Monitoring System کے ساتھ
ایک ہی چھت کے نیچے مکمل IVF علاج
Australian Scientists کی جانب سے غیر جانب دار طور پر کوالٹی کی ضمانت
PGD
برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
GET A FREE Consultation
Dr. Syed Sajjad Hussain
3 time Winner of Consumers Choice Award for "Best Infertility Medical Centre" in Pakistan
We constantly strive to achieve better results. We make no compromises when it comes our patients' health and desires.
KARACHI 32-A, Block-5, Rojhan Street, Near Bilawal Chowrangi, Kehkashan, Clifton, Karachi,
LAHORE 116-A, Babar Block, Garden Town, Model Town Link Road, Lahore
ISLAMABAD 3rd Floor, Aklas Plaza, G/10 Main Markaz, Behind Babri Masjid, Sawan Road, Islamabad
HYDERABAD | LARKANA | SUKKUR | QUETTA | FAISALABAD | GUJRANWALA | MULTAN
UAN: 0304-111-2229 (BABY)
facebook.com/australianconcept web: www.acimc.org | email: info@acimc.org

KASHAN ENTERPRISE

ENGINEER,CONSULTANT & ELECTRICAL CONTRACTOR

SERVICES:

• LT Sub Station • Power Distribution • Lighting System • Lightning Protection system • Earthing System • Local and Imported UPS • Solar panels • Fire alarm and Gas Detection System • CCTV and Security System • PABX and Telephone system • Public Addressable System • Maintenance packages • LED lighting • Prepaid Electricity Meters • Data Networking system and I.T solutions.

The service list is a selection of work that we carry out but it is not exhaustive. If the required work is not listed, you may contact us, we would be pleased to give you a quote.

Add: B-40, Sector 4-C, Surjani Town, Karachi, Pakistan.
Kashan Ali: 0321-2154178
Info@Kashan-Enterprise.Net WWW.KASHAN-ENTERPRISE.NET

قرۃ العین واسطی

توانائی کیا ہے ___؟

پہلی کلاس کے بچہ کو دسویں کا سبق نہیں دے سکتے۔ دسویں کا سبق دینے کے لئے اسے نو جماعتوں سے گزرنا ہے۔ نو سال تیاری کی جاتی ہے کہ بچہ دسویں جماعت میں داخل ہو ورنہ کامیاب نہیں ہوگا۔

اگر کمپنی میں ہزار افراد کام کرتے ہیں تو ہزار میں سے ایک چیف ایگزیکٹو آفیسر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی 999 افراد کبھی سی ای او نہیں بن سکتے۔ بن سکتے ہیں اگر اپنے اندر وہ اہلیت بیدار کرلیں جو صفِ اول تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے۔

ادارہ کا سربراہ ایک وقت میں ایک ہوتا ہے لیکن دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہر فرد اپنی ذات میں ادارہ ہے۔ اگر اس حقیقت کا ادراک ہوجائے تو آدمی اپنے اندر تحقیق و تلاش کے ذریعے توانائی کے منبع سے واقف ہوجائے گا۔ ادراک صرف یہی نہیں ہے کہ ہر فرد اپنی ذات میں ادارہ ہے۔ چوکیدار سے لے کر ادارہ کو چلانے کے لئے مجموعی طور پر جتنی توانائی کی ضرورت ہے وہ اپنے اندر محسوس کرنا اور اس کا مشاہدہ کرلینا ___ ادراک ہے۔

کوئی بھی مقام حاصل کرنے کے لئے منصب کے متقاضی صلاحیت ضروری ہے۔ نوعِ آدم کے اندر ایسی خفیہ صلاحیت ہے جس سے واقف ہو کر وہ اعلیٰ و ارفع درجہ حاصل کرسکتا ہے اور محدودیت سے نکل کر آفاقی درجات پر فائز ہوتا ہے۔

زندگی رویوں سے تعبیر ہے اور رویوں سے زندگی بنتی ہے۔ مشکلات اور آسانیاں زندگی کا حصہ ہیں۔ مشکل کیا ہے ___؟ جس بات کا حل ہمیں معلوم نہیں ہوتا یا جن حالات سے گزرنے کی ہم ہمت نہیں رکھتے اسے مشکل کہتے ہیں اور جب حالات کا سامنا کرنے کی ہمت پیدا ہوجاتی ہے تو کام آسان ہوجاتا ہے۔

ہر ذی نفس کو اپنی مشکلات اور پریشانیوں کا خود سامنا کرنا ہے۔ ایک شے سب کے لئے آسان نہیں ہوتی اور ایسے بھی لوگ ہیں جن کے لئے مشکل پھر مشکل نہیں رہتی۔ کام کو مشکل کہنا خود کو یہ باور کرانا ہے کہ یہ کام میری استعداد سے باہر ہے جب کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اگر فرد یہ کہے کہ میں کرسکتا ہوں تو پھر وہ کرسکتا ہے۔

زندگی کا مقصد ذات کی گہرائیوں سے واقف ہونا ہے۔ جتنا بڑا مقصد ہوتا ہے اسی مناسبت سے حالات پیش آتے ہیں۔ بڑے منصب کا تقاضا زمین کی طرح

وسعت و برداشت ہے ۔مقصد واضح ہو تو برداشت پیدا ہوجاتی ہے۔ جو شخص کائنات میں اپنی پہچان کا راز جان لیتا ہے وہ ناقابل تسخیر شہر میں سکونت پذیر ہے جس کی بنیادوں میں سچائی کی طاقت ہے اور جس کی فصیل سے زندگی کے طوفان سر پٹخ کرنا کام ہوجاتے ہیں۔

نوعِ آدم کے پاس تصرف کی لامحدود قوت ہے مگر اسے ادراک نہیں ۔ لامحدود قوت دراصل توانائی ہے جس کا تعلق زندگی کے غیر مادی رخ سے ہے ۔ غیر مادی رخ — مادی شعور سے ماورا ہے اور آدمی کو جسم و شعور کے مقابلہ میں کئی گنا بلند درجات عطا کرتا ہے ۔ لامحدود قوت اس وقت تک مخفی رہتی ہے جب تک بندہ اس لائق نہ ہوجائے کہ توانائی اور توانائی کے منبع سے واقفیت کی استطاعت بیدار ہو۔

غور کیا جائے تو توانائی کا کوئی رخ نہیں ہوتا، وہ ہر سمت پھیلی ہوئی ہے۔ آدمی توانائی کا احاطہ نہیں کرسکتا — توانائی آدمی پر محیط ہے۔ توانائی کیا ہے —؟ آسان الفاظ میں توانائی حرکت ہے اور حرکت کی انتہا — تصرف ہے۔

غیر مادی رخ کی طرف متوجہ ہونے سے روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اور روح کی صلاحیتوں کا ادراک ہوتا ہے۔ ادراک سے فہم و فراست ملتی ہے ، ذہن کھلتا ہے اور احساس ہوتا ہے کہ ذہن کا بند ہونا کیا ہے اور جب ذہن کھلتا ہے تو جس شے کو بار بار دیکھا ہے اس سے متعلق نئی جہت سے روشناسی ملتی ہے۔

فرد کا سب سے بڑا ہتھیار توجہ ہے کہ وہ کیا اور کس کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ توجہ کی بدولت فرد قادرِ مطلق کا قرب حاصل کرتا ہے — دور ہونے سے فکشن حواس کا غلبہ ہوجاتا ہے۔ جب تک بندہ عالمین کے سرچشمہ اور اپنے درمیان تعلق سے لاعلم رہے گا ، تاریکیاں اس کا مقدر ہیں۔ اس کے برعکس باطنی علم و دانش کی دنیا میں داخل ہونے والا جان لیتا ہے کہ وہ کس قدر صفات و صلاحیت کا حامل ہے۔ یہ طاقت خالق کائنات کی ہے جو نوع آدم کو ودیعت کی گئی ہے لیکن مخفی ہے جب تک فرد اس قابل نہ ہوجائے کہ تفویض کی جاسکے۔ روحانی راز افشا نہیں کئے جاتے اس لئے کہ بے بصیرت اور نابلد لوگ علم کی ناقدری کرتے ہیں۔

باطنی علوم کا غلط استعمال کرنے والے لوگ اسفل کی جانب چلے جاتے ہیں — انجام مفلسی ہے۔ رحمانی طرزِ فکر کے حامل افراد دنیاوی ذمہ داریوں کے ساتھ تحقیق و جستجو میں وقت صرف کرتے ہیں، کائنات کا مطالعہ کرتے ہیں اور باریک بینی سے دیکھنا سیکھتے ہیں۔

روحانی حقائق کا ادراک اس وقت ہوتا ہے جب بندہ انکشاف کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اگر ہم سچ کی تلاش میں اس مقام تک پہنچ جائیں جہاں خواہش اللہ کی رضا سے متصادم نہ ہو تو مقررہ وقت کے بعد خالق اور مخلوق کا رشتہ منکشف ہوجاتا ہے۔

"اے نفسِ مطمئنہ! پھر چل اپنے رب کی طرف کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ داخل ہوجا میری بندوں میں اور داخل ہوجا میری جنت میں۔"

(الفجر: ۲۷۔۳۰)

تصادم سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ خود کو اعلیٰ ذات کے سپرد کردے۔ تعمیلِ حکم کے سفر میں مشکلات بہت ہیں لیکن منزل کا کوئی مول نہیں۔

بندہ ___ وجدانی سرچشمہ سے علیحدہ نہیں ہے اور نہ کبھی تھا ___ جو جدائی محسوس کرتا ہے وہ محض ذہنی ہے۔ وجہ بے یقینی اور بصیرت کا نہ ہونا ہے۔ آدمی غیر مادی رخ یا توانائی سے کبھی الگ نہیں ہوسکتا کیوں کہ زندگی توانائی پر قائم ہے۔ مادی رخ عمارت اور غیر مادی رخ بنیاد ہے۔ بنیاد کا تعلق عمارت کے ہر حصہ سے ہوتا ہے۔

حرکت توانائی کے تابع ہے جسے ہم لائف اسٹریم کہتے ہیں۔ آدمی فطری تعلق سے ناآشنا ہے اس لئے توانائی کیا ہے، اس سے ناواقف ہے۔ اس بات کا بھی ادراک نہیں کہ دراصل توانائی زندگی ہے۔

ڈر، خوف، مشکل اور مایوسی سے ذہن کم زور ہوتا ہے۔ جس لمحہ بندہ کو لافانی ذات سے اپنے تعلق کا احساس ہوجائے، وہ کم زور سے طاقت ور ہوجاتا ہے، موت سے زندگی کی طرف پلٹ آتا ہے۔ ایک لمحہ وہ خود کو بیابان میں تنہا اور کم زور دیکھتا ہے اور دوسرے لمحہ اسے احساس ہوجاتا ہے کہ وہ تنہا نہیں، لافانی ذات اس پر محیط ہے۔ خلیفہ فی الارض ہونے کی حیثیت سے وہ تمام اختیارات اور طاقت رکھتا ہے جن کے تحت کائنات بنی۔ وہ جان لیتا ہے کہ لامحدود ہستی رگِ جاں سے زیادہ قریب ہے۔

آدمی اپنی سوچ میں قید ہے اور سمجھتا ہے کہ یہی زندگی ہے۔ جب کہ پانی صرف کنوئیں میں نہیں ہوتا، چشمے نہریں، دریا، سمندر اور سمندر جیسے سات سمندر ہوں تو بھی پانی ختم نہیں ہوتا۔ سمندر کہاں سے شروع ہوتا ہے اور کہاں ختم، بتایا نہیں جاسکتا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر وہ حقیقت جس سے ہم واقف ہوجائیں، اس کے بعد بھی ایک حقیقت ہے۔ ہم سب اپنی سوچوں میں بند یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جس ڈبے میں ہماری سوچ بند ہے، اس سے باہر کیا ہے اور ڈبہ کیا ہے ___؟

حقیقت سے ناواقف شخص کی مثال اس درخت کی ہے جس کے لئے کوئی جائے زمین نہیں۔

"ناپاک بات کی مثال ایک بری ذات کے درخت کی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے، اس کے لئے کوئی استحکام نہیں ہے۔" (ابراھیم: ۲۶)

بندہ کو یقین ہوجائے کہ مادی وجود اس کے اندر موجود غیر مادی وجود کے تابع ہے تو وقت اس پر یہ منکشف کرتا ہے کہ وہ تمام روحانی طاقتوں کا مالک ہے۔

مخلوق کائنات کی روحانی قوت سے براہ راست ربط

میں ہے ۔توانائی کی لہروں کو تلاش کیا جائے کہ کہاں سے آتی ہیں اور مظاہرہ کرکے کہاں چلی جاتی ہیں تو ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ وہ سورس سے روشناس ہوجاتا ہے——بات قدم رکھنے کی ہے۔

اس سے پہلے کہ آدمی اپنی الہامی میراث میں داخل ہو اس کے اندر تبدیلی پیدا ہونا ناگزیر ہے۔کام کو کرنے کے لئے اہلیت پیدا کرنا ہوتی ہے تاکہ تقاضے پورے ہوں۔ پہلی کلاس کے بچے کو دسویں کا سبق نہیں دے سکتے۔ دسویں کا سبق دینے کے لئے اسے نو جماعتوں سے گزرنا ہے۔نو سال تیاری کی جاتی ہے کہ بچہ دسویں جماعت میں داخل ہو ورنہ کامیاب نہیں ہوگا۔

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔''

(الرعد:۱۱)

غیر مادی رخ سے واقف ہونے کے لئے روحانی فکر کو اولیت دینا ہوگی۔ ان تمام عادتوں کو ترک کرنا ہوگا جن سے ثقل پیدا ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو ذہن کو محدود کرے اور خواہشوں کا غلام بنادے اسے چھوڑ دینا ضروری ہے تاکہ آزادی نصیب ہو۔ فضا میں اڑنے والے پرندے پہلے کسی نہ کسی حد تک زمین کے ثقل سے آزاد ہوتے ہیں۔وہ کتنی ہی بلندی پر ہوں، واپس زمین پر آتے ہیں —— ثقل انہیں کھینچ لیتا ہے۔مکمل آزاد ہوگئے تو ایک بار اڑنے کے بعد دوسرے زون میں داخل ہوجائیں گے۔

وقار دواخانہ

عظیمی دواخانہ، عظیمی لیبارٹریز (کراچی) کی سربمہر ہربل پروڈکٹس (ادویات) اور خالص شہد، رنگ وروشنی سے تیار کردہ شیمپو اور ایمپیول نیز رنگ وروشنی سے پانی تیار کرنے کیلئے رنگین بوتلیں دستیاب ہیں۔

حکیم محمود

C-687 ملت ٹاؤن، فیصل آباد

برائے رابطہ:

0321-6696746

0300-2827867

ڈاکٹر ایازالحق

اندر کا بت

کسی مصروف راہ گزر پر آرام دہ جگہ پر بیٹھ جائیں اور لوگوں کا مشاہدہ کریں۔ کچھ دیر میں ذہن ٹھہر جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ ہر کوئی اپنی دنیا میں مگن ہے، یہاں سے وہاں کیفیات کے زیر اثر دوڑ رہا ہے، اسے باقی دنیا کا ہوش نہیں اور اس کیفیت کے زیر اثر وہ ذہنی یک سوئی سے دور ہو گیا ہے۔

آدمی کیفیات کا مجموعہ ہے۔ ہم ایک کیفیت سے نکلتے ہیں اور دوسری کیفیت میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسری کیفیت کے اثرات باقی ہوتے ہیں کہ تیسری کیفیت غالب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی کیفیت خوشی سے معمور ہوتی ہے اور کسی میں غم طاری ہو جاتا ہے۔ خوشی کا دورانیہ مختصر — غم طویل محسوس ہوتا ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ مجھے تو احساس ہی نہیں کہ خوش ہوں یا مغموم تو دراصل ہم ایسی کیفیت کا اظہار کرتے ہیں جسے ذہن معنی پہنانے سے قاصر ہے۔ ارسطو نے کتاب ”Rhetoric II“ میں جذبات سے متعلق نظریہ بیان کیا ہے۔

”جذبات وہ محسوسات ہیں جو آدمی کو بدل دیتے ہیں کیوں کہ وہ اس کی طرزِ فکر پر اثر انداز ہوتے ہیں اور جو تکلیف یا آسودگی کے ساتھ آن موجود ہوتے ہیں جیسا کہ غصہ، ہم دردی، خوف یا ان کے متضاد۔“

(Aristotle, Book II, Part I)

مزید وضاحت کے لئے غصہ کی مثال بیان کرتے ہوئے ارسطو نے لکھا ہے:

”غصہ کو ایسے محرک کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے جو تکلیف کے ساتھ بہت واضح انتقام ہو اور بغیر کسی ثبوت کے محض اس بنا پر ہو کہ جس سے کسی کو یا اس کے متعلقین کو کوئی پریشانی ہو۔“

(Aristotle, Book II, Part II)

”جو احساسات طبیعت کے مطابق ہوتے ہیں، خوش گوار احساس سے دوچار کرتے ہیں۔ یہ ماضی سے متعلق ہوتے ہیں یا پھر مستقبل سے جیسے محبوب کے بارے میں بات کرتے ہوئے، لکھتے ہوئے یا اس سے متعلق معمولی کام کرتے ہوئے عاشق کے جذبات۔ یہ تمام چیزیں حافظہ کی طرف لے جاتی ہیں اور تصورات کی صورت میں پیش کرتی ہیں۔“

(Aristotle, Book II, Part XI)

یہاں حافظہ اور طرزِ فکر کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔

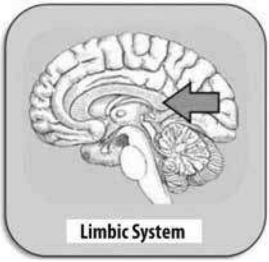

ان دونوں تصاویر میں Limbic System دکھایا گیا ہے۔ یہ سسٹم دماغ کے مرکز میں مختلف حصوں سے مل کر بنتا ہے اور پورے دماغ سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔

نیورولوجی کے مطابق جذبات کو کسی کیفیت کی حالت کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً خوف، غصہ، حیرت، پیار یا نفرت کی کیفیات جو جسم کی مختلف تبدیلیوں سے متعلق ہیں اور زیادہ تر Visceral یا Autonomic Nervous System کے تحت ہوتی ہیں۔ یہ بالعموم ایسی تحریک کا باعث ہیں جو کسی عمل یا روّیہ کا سبب بنتی ہیں۔ محققین کے نزدیک جذبات ان اجزا پر مبنی ہیں۔

۱۔ تحریک کا ادراک جو اندرونی یا خارجی ہو سکتا ہے۔

۲۔ محسوسات

۳۔ Autonomic یا Visceral تبدیلی

۴۔ خارجی مظاہرہ

۵۔ مخصوص عمل کی تحریک — ذہن کا وہ حصہ جو جذبات سے متعلق ہیں، اسے Limbic System کا نام دیا گیا ہے۔ یہ اعصابی نظام میں سب سے پیچیدہ نظام ہے جس پر عہد حاضر میں بہت تحقیق ہوئی ہے۔

Limbic System ذہن کا وہ حصہ ہے جو ذہن کے دونوں جانب، Cerebrum کے نیچے ہوتا ہے۔ لمبک سسٹم کے بہت سے افعال ہیں جن میں جذبات، رویہ اور حافظہ اہمیت کے حامل ہیں۔

یہ بات اہم ہے کہ کسی کیفیت میں معنی پہنانے کے لئے اس کیفیت کو حافظہ کی مہیا کردہ معلومات سے سمجھا جاتا ہے۔ کسی کیفیت کو خوشی اور کسی کو غم جاننے کا شعور اسلاف، والدین اور معاشرہ سے ملا ہے۔

مثلاً نوکری ملنے پر بندہ خوش ہوتا ہے اور نوکری جانے پر ناخوشی ہوتی ہے۔ ہم نے معاشرہ کے بتائے گئے معنی و مفہوم کو خود پر مسلط کر رکھا ہے یعنی ہم کیفیات کو خود اپنے اوپر مسلط کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری کیفیات میں حقیقت کا عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہے یہی وجہ ہے کہ ایک واقعہ کسی کے لئے غم اور کسی کے لئے خوشی کا باعث ہوتا ہے۔

کسی صاحب کے چند ماہ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ وہ صاحب بہت غم زدہ تھے۔ قبر کے انتظامات کے لئے گئے تو وہاں گورکن کے بیٹے سے والد کو بلانے کا کہا،

بچہ نے آواز لگائی—ابا گاہک آیا ہے!
یعنی ان صاحب کا گورکن کو تلاش کرنا بچہ کے لئے خوشی (روزی) کا باعث تھا۔

حقیقت میں تغیر نہیں ہے۔ جس بات کو کسی نے غم اور کسی نے خوشی جانا— حقیقت کیسے ہوسکتی ہے؟

تغیر کی بنیادی وجہ کیفیات کو معاشرہ کے دیئے ہوئے شعور سے سمجھنا ہے، اس شعور سے جسے روایات و اقدار کہہ کر سوچے سمجھے بغیر خود پر مسلط کرلیا جاتا ہے جب کہ اکثر و بیش تر ان روایات کا تہذیب سے تعلق نہیں ہوتا۔ ہم نے پابند حواس سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔ گویا بلبلے میں بند رہتے ہیں۔ جب تک بلبلا ٹوٹے گا نہیں، اصل سے واقفیت نہیں ہوگی اور کائنات کے دیدہ نادیدہ اجسام سامنے ہوتے ہوئے بھی اوجھل رہیں گے اور ہم کنوئیں کے مینڈک کی طرح بلبلے کو کائنات سمجھیں گے۔

ہم وقت کا بیش تر حصہ خود سے مخاطب رہتے ہوئے، اپنے آپ کو دلائل دیتے ہوئے یا خیال کی بھول بھلیوں میں گزارتے ہیں۔ تجربہ کر کے دیکھیں کہ دن میں کتنا وقت ہماری سوچ کا محور اپنے آپ سے یا خود سے متعلق لوگوں کے بارے میں سوچتے ہوئے گزرتا ہے—؟ اپنی انا میں گم ہو کر حقیقت سے غافل ہیں۔

ایک تجربہ اور کیجئے۔ کسی مصروف راہ گزر پر آرام دہ جگہ پر بیٹھ جائیں اور لوگوں کا مشاہدہ کریں۔ کچھ دیر میں ذہن ٹھہر جائے گا تو آپ دیکھیں گے کہ ہر کوئی اپنی دنیا میں مگن ہے، یہاں سے وہاں کیفیات کے زیراثر دوڑ رہا ہے، اسے باقی دنیا کا ہوش نہیں اور اس کیفیت کے زیراثر وہ ذہنی یک سوئی سے دور ہوگیا ہے۔

ہر شخص اس صورت حال سے دو چار ہے۔ آدمی حقیقت کو فراموش کر کے اپنے اندر بنائے گئے بتوں کی پرستش میں لگ جاتا ہے۔

سمجھنے کے لئے ماضی میں سفر کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم نے معاشرہ سے کیفیات کے خول کو کس صورت میں قبول کیا ہے۔

خلق کے سرور نبی محترمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔''

قارئین! نومولود بچہ کورا کاغذ ہے۔ یعنی ہر پیدا ہونے والا فرد کورا کاغذ تھا۔ وہ جس زون سے آیا ہے وہاں حالات و واقعات میں اپنے معنی و مفہوم نہیں پہنائے جاتے، حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔

اس دنیا میں آنے کے بعد ماں نے بتایا کہ اچھے کام کروگے تو چاکلیٹ ملے گی اور چاکلیٹ کو خوشی کی کیفیت بنا دیا۔ باپ نے سمجھایا کہ امتحان میں فیل ہونا، ناخوشی ہے۔ دروبست مادی چیزوں کو خوشی کا معیار قرار دیا گیا۔ بالفاظِ دیگر دینِ فطرت پر پیدا ہونے والے بچہ کو ہم نے مادیت کے خول میں بند کردیا۔

مشاہدہ ہے کہ بچے اکثر بڑوں کی سوچ سے ماورا سوال کرتے ہیں۔ان کا سوال ہمارے اندر میں کاری ضرب ہوتا ہے۔ بچہ کو نظریاتی دلیل دے کر خاموش کرادیتے ہیں، حتیٰ کہ کچھ خواتین و حضرات ڈانٹ بھی دیتے ہیں اور مزید سوال کرنے سے روکا جاتا ہے۔رفتہ رفتہ بچہ ماحول کا حصہ بن جاتا ہے اور معاشرہ کی عینک سے ماحول کو دیکھتا ہے۔

حقیقت سے نا آشنا، اندر کا بت کبھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیتا، ذہنی انتشار میں مبتلا کردیتا ہے۔ مادہ ہر لمحہ تبدیل ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تغیر کے زیراثر ہماری توجہ بٹی رہتی ہے۔ یہ کیفیت یک سوئی نہ ہونا یعنی ''صم بکم عمی'' کی تفسیر ہے۔

———

مشرکینِ مکہ جانتے تھے کہ تین سو ساٹھ (360) بت ہمارے جیسے آدمیوں نے پتھروں سے تراشے ہیں۔ بول نہیں سکتے، سن نہیں سکتے— لیکن خاندانی روایات کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ مورتیوں کو معبود سمجھتے تھے۔کوئی اس حقیقت کو بیان کرتا تو اس کے درپے آزار ہوجاتے— صدیوں پرانی روایات اور جہالت کی گرد سے اٹا ہوا ماحول فہم کا سرچشمہ خشک کردیتا ہے۔

بندہ رزق کے وسائل کے لئے ہر طرح سے کوشش کرتا ہے، دن کا احساس ہوتا ہے نہ رات کا، معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے خود کو وقف کردیتا ہے لیکن عبادت کے لئے اس کے پاس وقت نہیں ہے۔

عبادت و غور و فکر سے ذہن یک سو ہوتا ہے اور دیگر معاملات انجام دینے میں بھی مدد ملتی ہے۔

یک سوئی نہ ہونے سے یقین بکھر جاتا ہے۔یقین کا تعلق یک سوئی سے ہے اور ذہنی انتشار بے یقینی کی علامت ہے۔اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

''یک سو ہو کر اللہ کے بندے بنو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو گویا وہ آسمان سے گر گیا۔'' (الحج: ۳۱)

———

اندر کے بت کو کس طرح توڑا جائے—؟

ذہنی یک سوئی کیسے حاصل ہو—؟

حقیقت کا عرفان کس طرح حاصل کیا جائے—؟

ہر شعبہ میں راہ نمائی ایسے فرد سے لی جاتی ہے جو تجربہ رکھتا ہو، راستہ سے واقف ہو اور نشیب و فراز سے گزر کر منزل رسیدہ ہو اور اس نے اپنے بنائے ہوئے اندر کے بت کو توڑ ڈالا ہو۔ روحانیت میں ایسے بندہ کو استاد یا مرشد کہا جاتا ہے۔

بت پرست آدمی مادیت پر بھروسہ کرتا ہے جب کہ کامل مرشد کی طرزِ فکر توحید ہے۔ وہ اللہ کی رضا میں خود کو راضی رکھتا ہے۔ ہر شے کو منجانب اللہ سمجھتا ہے اور بالآخر یقین حاصل کرلیتا ہے۔

———

استاد محترم فرماتے ہیں کہ جب ان کی تربیت کا

سلسلہ شروع ہوا تو تربیت کا محور یہ ٹھہرا کہ صدیوں پرانی روایات کو ختم کر کے اس ذہن کو اپنانا ہے جس کا ہر عمل اللہ کے لئے ہو ـــ ذاتی عمل دخل نہ ہو۔ صدیوں پرانے شعور نے اس بات کو برداشت نہیں کیا — جنگ شروع ہو گئی۔ مزاحمت بڑھی اور تکلیف اتنی زیادہ ہو گئی کہ احساسِ تکلیف ختم ہو گیا۔

ایک روز ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ نے فرمایا:

زندگی گزارنے کے دو طریقے ہیں۔ خوش رہنے کے بھی دو طریقے ہیں۔ کچھ بننے کے بھی دو طریقے ہیں۔ کسی سے کچھ حاصل کرنے کے بھی دو طریقے ہیں اور کسی کو کچھ دینے کے بھی دو طریقے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے، وہ فطرت Independent نہیں ہے۔ آپ کی ساخت کی بنیاد Dependent ہو کر زندگی گزارنا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ Independent یا خود مختار زندگی سے آپ کنارہ کش ہو جائیں اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ آپ کے اندر یہ صلاحیت نہیں ہے کہ آپ کسی کو اپنا بنالیں۔ آپ کے اندر یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے کہ آپ دوسرے کے بن جائیں۔

قارئین! خود شناسی سے خدا شناسی کا سفر آسان نہیں ہے لیکن بہت آسان ہے۔

”اور ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا، ہے کوئی سمجھنے والا۔“ (القمر:۱۷)

جس طرح بچہ کے اندر شک اور بے یقینی کا پیٹرن ماحول سے منتقل ہوتا ہے، اسی طرح پاکیزہ ماحول اور روحانی استاد کی قربت سے سالک کے اندر پیٹرن ”یقین“ بن جاتا ہے۔

پیغمبران کرام علیہم السلام کی تعلیم یہ ہے کہ ماورائی ہستی کے ساتھ ہمارا رشتہ قائم ہے۔ یہی روحانی طرزِ فکر ہے اور یہی رشتہ کائنات کی رگِ جان ہے۔

شتر مرغ سب سے بڑا پرندہ ہے جو اڑ نہیں سکتا لیکن تیز دوڑتا ہے۔ رفتار ستر کلومیٹر فی گھنٹا بتائی جاتی ہے — ایک قدم میں تقریباً پانچ میٹر کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ لمبی، پتلی اور مضبوط ٹانگیں تیز دوڑنے میں مدد دیتی ہیں۔ خطرہ کی صورت میں فارورڈ کک سے دشمن کو ہلاک کر دیتا ہے۔ شتر مرغ ٹولیوں کی شکل میں رہتے ہیں، گروہ کی سربراہ مادہ ہوتی ہے۔ شتر مرغ کا انڈا مرغی کے انڈے سے بیس گنا بڑا ہوتا ہے۔ انڈے کا وزن تقریباً ڈیڑھ کلوگرام ہے۔

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

Manufacturer of
Embroidery Lace & Fabrics

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

بالائے بنفشی، ایکسرے اور گیما شعاعیں

ہبل دوربین زمین کے گرد آٹھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے گھومتی ہوئی تقریباً 97 منٹ میں ایک چکر مکمل کرتی ہے۔ سفر کے دوران دوربین کا بصری نظام حاصل ہونے والے مشاہدات، ہبل میں تنصیب شدہ کمپیوٹر کو ڈیٹا کی شکل میں فراہم کرتا ہے یعنی مشاہدات کو مقداروں میں تبدیل کر کے ڈیٹا بنا دیا جاتا ہے۔

ماہرین فلکیات بتاتے ہیں کہ کہکشانی نظام کی تخلیق اور فنا و بقا میں کارفرما تعاملات (Reactions) کے دوران مادہ کی ضخیم (بھاری) مقدار تخلیق ہوتی ہے، دوسری طرف حاصلات میں بے پناہ توانائی کا اخراج ہوتا ہے۔ اگرچہ توانائی کی لہریں بہت طاقت ور ہوتی ہیں مگر طول موج انتہائی چھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی شفاف واسطہ (میڈیم) میں لاکھوں میل کا فاصلہ بآسانی طے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلا میں مزاحمتی اجسام موجود نہ ہونے کے سبب، دور دراز کہکشاؤں میں دھماکے کی لہریں زمینی فضا کے قرب و جوار تک بآسانی پہنچ جاتی ہیں مگر چھوٹی طول موج کی وجہ سے ان شعاعوں کی کثیر مقدار زمینی فضا میں جذب ہو جاتی ہے۔ ماہرین نے کرۂ ارض پر مصنوعی دھماکوں کے دوران غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) لہروں کی موجودگی کے کئی شواہد ریکارڈ کئے۔ گزشتہ صدی کے اواخر تک ایسا کوئی طریقہ یا پیمائشی آلات موجود نہ تھے جن کی مدد سے دھماکوں سے براہ راست شعاعوں (Rays) کی پیمائش کا اندازہ لگایا جا سکتا۔

فی زمانہ جدید ویڈیو کیمروں کی مدد سے انتہائی لطیف طبعی مظاہر کی عکس بندی ممکن ہے۔ شکل نمبر 6 میں دھماکا خیز مادہ کی کثیر مقدار کو مرحلہ وار پھٹتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ دھماکے کے تمام لمحات میں سے چار لمحات کو قارئین شکل نمبر 6 میں 'ا' سے 'د' تک دیکھ سکتے ہیں۔ شکل 'ا' میں شعلہ نمایاں ہے جب کہ دھماکے کا اصل محرک یا توانائی اتنی لطیف ہے کہ شکل ''ا'' میں عکس بندی ممکن نہیں۔ جب توانائی کچھ کثیف ہوئی تو دھول مٹی کے سیاہ بادل کے گرد شفاف غلاف شکل 'ج' اور 'د' میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دھماکے کے دوران بہت سی شعاعیں خارج ہوتی ہیں جن میں سے چند کو ماہرین طبیعات بالائے بنفشی شعاعیں، ایکس رے شعاعیں اور گیما شعاعیں کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کی طاقت بے پناہ

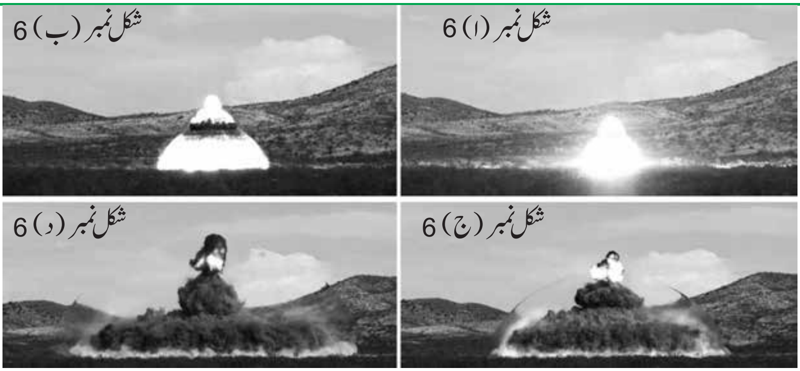

ہوتی ہے مگر چھوٹی طول موج کے سبب بیش تر ہماری زمین کی فضائی کثافت میں گم ہوجاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روشنی میں پنہاں اطلاعات اخذ کرنے کے لئے مختلف ادوار میں ماہرین مختلف بصری آلات بشمول مادی آنکھ، استعمال کرتے رہے۔

شکل نمبر 7 میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ بصری آلات میں استعمال ہونے والی بصری حس، عدسوں اور آئینوں کے کثیرالجہت مرکب نظام پر مشتمل ہے۔ شکل میں دوربین کی اقسام میں موجود بصری نظام دکھائے گئے ہیں۔ تجرباتی دوربین سے لے کر بڑی بڑی رصدگاہوں میں استعمال ہونے والی دوربینوں کی ساخت ضرورت اور اطلاق پر مبنی ہے۔ خلا سے موصول شدہ روشنی کی زیادہ سے زیادہ مقدار حاصل کرنے کے لئے اسی طرز کے بصری آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔ بصری مشاہدات میں دوسرے عوامل کے علاوہ روشنی کی مقدار کی کمی بیشی بھی اہم عنصر ہے۔ موصول شدہ روشنی کی مقدار متعلقہ پیمانہ یا Specifications سے کم ہو تو حسی نظام (مادی آنکھ یا عدسہ کا محسوساتی نظام) اسے معنی نہیں پہنا سکتا۔

ہم جس روشنی سے واقف ہیں، اس کے بہت سے خواص ہیں جیسے حیطہ، رنگ، شدت، طول موج، تعدد، دوری وقفہ، چارج یا قطب وغیرہ ـــ روشنی کی مقدار کو بڑھانے کے لئے عدسوں اور آئینوں کا کثیرالجہت مرکب نظام، ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ پیچیدہ ہوگیا۔ دو نکات قابل توجہ ہیں۔

۱۔ مادی آنکھ کی صلاحیت دوربین کے مقابلہ میں انتہائی کم ہے۔ ۲۔ تمام بصری آلات میں استعمال ہونے والے آئینے عظیم الجثہ ہیں۔

ہبل دوربین میں 2.4 میٹر، ہرشل دوربین میں 3.5 میٹر اور مستقبل قریب میں نصب کی جانے والی دوربین J W S T میں 6.5 میٹر کا آئینہ لگایا گیا ہے۔ بصری نظام کی فعالیت مضمون کے اگلے حصوں

میں بیان کی جائے گی۔

یہاں سمجھنا ضروری ہے کہ آئینہ یا عدسہ کی مدد سے روشنی کی کثیر مقدار اکٹھی کی جاتی ہے جو کئی اقسام (یا اول الذکر خواص) کی کرنوں پر مشتمل ہے۔ان کا اجتماع یا ایک نقطہ پر ارتکاز ،فلکی اجرام کا مبہم خاکہ تشکیل دیتا ہے۔ماہرین کے مطابق خاکہ کو روشنی کی کئی کرنوں میں تقسیم کرنے سے فلکی اجرام کے نقوش (خدوخال) کی واضح اشکال حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اس مقصد کے تحت مادی آلات یا عدسوں کی مدد سے ایک منشوری نظام بنایا جاتا ہے جو نکتۂ ارتکاز کی روشنی کو کرنوں میں بکھیر دیتا ہے۔

قارئین !غور کیجئے کہ اس عمل سے حاصل ہونے والی روشنی کی مقدار گھٹتی ہے اور موصول شدہ انعکاس کی Sharpness یا کوالٹی بڑھ جاتی ہے۔مگر یہ تدبیر اور ٹیکنالوجی کی تمام سہولتیں اس وقت ناکارگر ثابت ہوئیں جب ماہرین نے کہکشانی نظام کے دھماکوں سے خارج ہونے والی انتہائی چھوٹی طول موج کی لہروں کا مطالعہ کیا۔ان لہروں کا مطالعہ مشکل ہے کیوں کہ یہ تمام شعاعیں زمین کی فضائی آلودگی کی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچ سکتیں۔

تسلیم شدہ ہے کہ شواہد کی عدم موجودگی میں کوئی بھی ارضی دوربین ان کے وجود کی پیشین گوئی کرنے سے قاصر ہے۔اس لئے ماہرین فلکیات کے نزدیک علم فلکیات و سیارگان ، طبیعات اور دیگر علوم کے ارتقا میں سال1990ء سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جب ہبل دوربین خلا میں نصب کی گئی۔سطح ارض سے تقریباً 353 میل (596 کلومیٹر) پر ہبل کی تنصیب سے فضائی آلودگی کے اثرات کی نفی ہوگئی ۔بالفاظ دیگر مشاہداتی نقائص میں اہم جزو کے کم ہونے سے اطلاعات کوئی گنا واضح دیکھا جانے لگا۔

ہبل دوربین زمین کے گرد آٹھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے گھومتی ہوئی تقریباً97منٹ میں ایک چکر مکمل کرتی ہے۔سفر کے دوران دوربین کا بصری نظام، حاصل ہونے والے مشاہدات ہبل میں تنصیب شدہ کمپیوٹر کو ڈیٹا کی شکل میں فراہم کرتا ہے یعنی مشاہدات کو مقداروں میں تبدیل کر کے ڈیٹا بنا دیا جاتا ہے۔

علمائے باطن کے مطابق نظامِ قدرت میں کوئی شے چاہے وہ مادی ہو یا غیر مادی، دیدہ ہو یا نادیدہ، خدوخال کے ساتھ موجود ہے۔آنکھ شکل نمبر 6 میں شفاف ترین غلاف، بالائے بنفشی شعاعوں ، زیریں سرخ شعاعوں وغیرہ کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے مگر ان کی موجودگی سے انکار ممکن نہیں۔ہمارے اطراف میں نظر آنے اور نظر نہ آنے والے مظاہر، مقداروں کے مخصوص تناسب کی کارفرمائی ہیں۔یہ قانون نادیدہ عوامل میں بھی کام کرتا ہے۔

روایتی شعور سے بالا— قلندر شعور کے حامل افراد

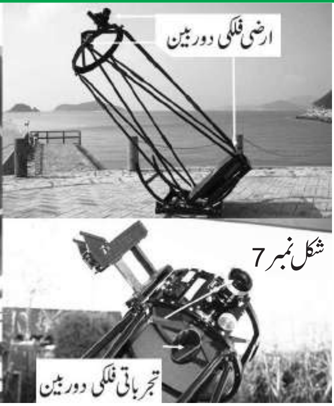

اس ضمن میں آخری الہامی کتاب قرآن کریم کے درج ذیل ارشاد کا حوالہ دیتے ہیں،

''اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہیں، ان میں غوروفکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔'' (النحل: ۱۳)

قلندر شعور راہ نمائی کرتا ہے کہ کائنات کا نظام معین مقداروں پر قائم ہے۔ جو لوگ رنگوں اور مقداروں کے اندر غوروفکر کرتے ہیں، ان پر تخلیقی راز منکشف ہو جاتے ہیں۔ مشاہدہ ہے کہ جن اقوام نے رات اور دن کے آنے جانے میں، پہاڑ اور سمندر کی پیدائش، مادی و غیر مادی وجود، ہوا کا بادلوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچانا اور انواع و اقسام مخلوقات پر تحقیق اور تفکر کیا، وہ قدرت کے انعامات سے فائدہ اٹھاتی ہیں جب کہ تحقیق و تلاش سے عاری قومیں، سرفراز اقوام کی تقلید کرتی ہیں۔ رگ وید میں ہے:

''فطرت کے دیوتا! میں تجھے خراج پیش کرتا ہوں، میں یہ خراج مستقبل میں بھی پیش کرتا رہوں گا۔ تمہارے قوانین نہ ملنے والے پہاڑ کی مانند ہیں۔ تم نے اپنے ان قوانین کو چھپا کر نہیں رکھا، میں نے تمہارے ان ہی قوانین پر اپنی زندگی استوار کی ہے۔'' (۲۔۲۸:۸)

مظاہر کے پس پردہ قوانین کی تحقیق و تلاش کو محققین خواتین و حضرات نے ہر دور میں فکری سکت کے مطابق آگے بڑھایا۔ الہامی کتابوں کی راہ نمائی میں غوروفکر کیا جائے تو ذہن لامحدود وسعتوں میں داخل ہوتا ہے۔ آدمی کی فکر کا دائرہ محدود ہے اس لئے تحقیق و تلاش پر محدودیت غالب ہوتی ہے۔

ماہرین کے مطابق ہبل دوربین زمین کے گرد جس رفتار سے گھوم رہی ہے اگر ہم بھی اس رفتار سے سفر کریں تو کراچی سے اسلام آباد تین منٹ بیس سیکنڈ میں پہنچ سکتے ہیں جب کہ امریکہ کے اطراف یعنی امریکہ کے مشرقی ساحل سے مغربی ساحل تک سفر کریں تو تقریباً دس منٹ میں پہنچا جا سکتا ہے۔

(قسط نمبر ۶)

محمد عاصم بیگ

اسپیس کیا ہے ___؟

غور کیجئے ___ خواب کی حالت میں اسپیس موجود ہے اور وقت بھی گزرتا ہے لیکن ___ فاصلہ کا احساس نہیں ہوتا، وقت غالب ہو جاتا ہے۔

اتوار، آفس سے چھٹی کا دن ہے۔ گھر کے چھوٹے بڑے کام اور سودا سلف لانے کے لئے یہ دن مقرر کیا تھا۔ دوپہر کو بازار سے ضرورت کا سامان لایا۔ موسمِ گرما کی شروعات تھی، اس کے باوجود گرمی کی شدت سے جسم پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی پنکھا چلایا اور بستر پر گر گیا۔ نظریں پہلے کمرے کی چھت پر پڑیں۔ اس کے بعد توجہ گھومتے پنکھے کی جانب مبذول ہوئی۔ غور سے پنکھے کے چلنے کو دیکھا۔ پنکھے کی رفتار بتدریج بڑھی اور پھر پنکھ غائب ہو گئے ___ دائرہ کی شکل میں ہیولیٰ رہ گیا۔ یک دم محسوس ہوا کہ پنکھے کے پر الٹی سمت میں گھوم رہے ہیں۔ حیران ہوا کہ کیا واقعی پنکھے کے پروں نے الٹا گھومنا شروع کر دیا یا یہ نظر کا دھوکا ہے ___؟

کائنات مخلوقات کا مجموعہ ہے۔ آسمان، سورج، چاند، ستارے، زمین، نہریں، دریا، سمندر، پودے، درخت، پہاڑ، شیر، ہاتھی، کبوتر، فاختہ، مرغابی، وائرس، بیکٹیریا، جنات اور ملائکہ وغیرہ مخلوقات ہیں اور سب میں حواس کام کرتے ہیں جیسے سننا، دیکھنا، بولنا، سونگھنا، چکھنا وغیرہ۔ آدمی کا ذکر ہوتا ہے تو بنیادی طور پر پانچ حواس کا تذکرہ کیا جاتا ہے جب کہ روحانی محقق بتاتے ہیں کہ حواس گیارہ ہزار ہیں۔

حواس ___ حس کی جمع ہے۔ حس ___ محسوس کرنے کو کہتے ہیں۔ ہر حس کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ بیداری میں استعمال ہوتا ہے اور محدودیت غالب ہوتی ہے۔ قدم اسپیس کی جکڑ بندیوں میں اس طرح طے ہوتا ہے کہ فاصلہ غالب اور وقت، مغلوب ہو جاتا ہے۔ اسپیس غالب ہونے کا مطلب ہے کہ بیداری میں کیا جانے والا عمل چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ مثلاً چلنا ___ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کے لیے فرد مجبور ہے کہ پہلا قدم اٹھائے، اس کے بعد دوسرا اور تیسرا قدم ___ قدم بہ قدم چل کر مطلوبہ جگہ پہنچتا ہے۔ دوسرے کمرے میں جانے کا ارادہ کیا تو درمیانی فاصلہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور اٹھنے والا ہر قدم ٹکڑوں کو سمیٹنے کا باعث بنا۔ اسپیس درجہ بہ درجہ سمٹی،

فاصلہ کم ہوا، بالآخر مطلوبہ جگہ سامنے آگئی۔

دوسری مثال مطالعہ کرنا ہے۔ آنکھوں کی مجبوری ہے کہ لفظ بہ لفظ، سطر بہ سطر تحریر کو دیکھے تاکہ الفاظ کے معنی و مفہوم ذہن میں واضح ہوں۔ لفظ بہ لفظ پڑھے بغیر وہ تحریر کا مطالعہ نہیں کر سکتا۔ ہر لفظ اور سطر دراصل اسپیس کی تقسیم ہے اور لفظ بہ لفظ، سطر بہ سطر تحریر پڑھنا اسپیس کا سمٹنا ہے۔ جب آدمی پوری تحریر پڑھ لیتا ہے تو ارتکاز کی مناسبت سے تحریر کا مفہوم ذہن میں واضح ہو جاتا ہے۔ دونوں مثالیں وضاحت کرتی ہیں کہ بیداری میں حواس اسپیس میں قید ہوتے ہیں۔

حواس کا دوسرا رخ خواب میں غالب ہوتا ہے۔ بیداری کی طرح آدمی خواب میں چلتا پھرتا ہے، کھانا کھاتا ہے، ملازمت پر جاتا ہے، گھر واپس آتا ہے، مضمون لکھتا ہے، بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے، لوگوں سے ملاقات کرتا ہے — غرض ہر وہ کام جو بیداری میں ہوتا ہے، خواب میں موجود ہے۔ مگر غور کیجئے — خواب کی حالت میں اسپیس موجود ہے اور وقت بھی گزرتا ہے۔ لیکن — فاصلہ کا احساس نہیں ہوتا، وقت غالب ہو جاتا ہے۔ آدمی کسی بھی زون میں ٹائم اور اسپیس کی گرفت سے آزاد نہیں ہو سکتا لیکن ہر زون کا ٹائم اور اسپیس الگ ہے۔ اس دنیا میں فاصلہ غالب ہے — اس کے بعد کی دنیاؤں میں وقت کا غلبہ ہے۔

سوتے وقت آدمی کراچی میں ہوتا ہے۔ نیند کی دنیا میں داخل ہونے کے بعد خود کو مقدس مقامات کی زیارت کرتے دیکھتا ہے۔ اسی طرح جوان مرد خواب میں خود کو بچہ دیکھتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ بڑھاپے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خواب کی دنیا بے معنی ہے بلکہ — خواب کی دنیا بتاتی ہے کہ جو فاصلہ بیداری میں ایک، دو، تین، چار، پانچ اور پچاس سالوں میں طے ہوتا ہے، خواب میں لمحہ سے بھی کم وقت میں گزر جاتا ہے۔ یعنی آدمی کے پاس حال میں رہ کر ماضی اور مستقبل میں سفر کرنے کی صلاحیت ہے۔

سنیما میں پروجیکٹر پر فلم لگائی جاتی ہے۔ پروجیکٹر چلاتے ہیں تو ایک سیکنڈ میں فلم کی 24 تصویریں (24 فریمز) یکے بعد دیگرے اسکرین پر ڈسپلے ہوتی ہیں۔ ہر سیکنڈ بعد، اگلی 24 تصویروں کے ترتیب سے ڈسپلے کی وجہ سے فلم حرکت میں نظر آتی ہے۔

ہم جب بیداری میں چیزوں کو دیکھتے ہیں تو وہ ساکت نظر آتی ہیں اور ان میں حرکت بھی دکھائی دیتی ہے۔ بیداری میں دیکھنے اور پروجیکٹر کے ذریعے اسکرین پر نظر آنے والی فلم کے پسِ پردہ قانون ایک ہے۔

تحقیق و تلاش بتاتی ہے کہ آدمی ایک سیکنڈ میں اوسطاً 60 اور بعض حالتوں میں 255 فریم دیکھ سکتا ہے۔ یعنی ایک سیکنڈ میں نظر اوسطاً 60 تصویروں کا احاطہ کر لیتی ہے۔ متحرک شے کی رفتار 60 فریم فی سیکنڈ سے بڑھ جائے اور اس میں بتدریج اضافہ ہو تو آنکھ

کے لئے وہ شے دھندلی ہوجاتی ہے۔

کوئی چیز ایک جگہ رہ کر مرکز کے گرد حرکت کرے جیسے (پنکھا یا گاڑی کا پہیہ) تو بھی یہی صورت واقع ہوگی۔ آدمی ایک سیکنڈ میں اوسطاً 60 فریم دیکھتا ہے۔ دوسرے سیکنڈ میں وہ اگلے 60 فریم دیکھے گا۔ ایسی صورت واقع ہو جس میں دوسرے سیکنڈ میں گھومتے ہوئے پنکھے کے پروں کی پوزیشن پہلے سیکنڈ سے پیچھے ہوجائے اور آنے والے ہر سیکنڈ میں ایسا ہوتا رہے تو پنکھا الٹا گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ ہر گزرتے سیکنڈ میں پنکھے کے گھومتے ہوئے پر ایک پوزیشن پہ رہیں تو پنکھا ہمیں رکا ہوا نظر آئے گا جب کہ وہ گھوم رہا ہے۔ اس مظہر کو اسٹروبوسکوپک ایفیکٹ (Stroboscopic Effect) کہا جاتا ہے۔

اسٹروبوسکوپک ایفیکٹ اس وقت بھی ہوتا ہے جب گاڑی کا پہیہ یا ہیلی کاپٹر کے پر گھوم رہے ہوں ۔ اسٹروبوسکوپک ایفیکٹ کو مدنظر رکھنے سے ذہن میں کئی سوالات آتے ہیں۔

★ کیا ہر رکی یا جمی ہوئی شے واقعی رکی ہوئی ہے؟

★ ہمارا دیکھنا اصل ہے یا ہم الٹ دیکھ رہے ہیں ۔۔۔؟

کیوں کہ بیداری میں حواس ٹکڑوں میں کام کرتے ہیں، اس لئے جب کوئی تیز رفتار شے نظروں کا ہدف بنتی ہے یا سامنے سے گزرتی ہے تو آنکھیں احاطہ نہیں کر پاتیں۔ آدمی اس شے کے متعلق قیاس یا مفروضہ قائم کرتا ہے کہ دیکھی جانے والی چیز فلاں ہے یا ہوسکتی ہے۔ حواس کی محدودیت کو ابدال حق قلندر بابا اولیاؒ نے رباعی میں اس طرح بیان فرمایا ہے،

مٹی کی لکیریں ہیں جو لیتی ہیں سانس
جاگیر ہے پاس ان کے فقط ایک قیاس
ٹکڑے جو ہیں قیاس کے، مفروضہ ہیں
ان ٹکڑوں کا نام ہم نے رکھا ہے حواس

کتاب ''نظریہ رنگ ونور'' میں تحریر ہے:

''یہ بات بہت غور طلب ہے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ محوری اور طولانی گردش میں سفر کر رہا ہے۔ محوری گردش کا مطلب یہ ہے کہ حرکت کا ایک نقطہ سے شروع ہوکر اسی نقطہ پر ختم ہونا۔ محوری گردش کا یہ قانون دراصل پوری کائنات کو متحرک کئے ہوئے ہے۔ نزول وصعود کا یہ عمل ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں واقع ہوتا ہے اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں دوبارہ پلٹ جاتا ہے اور بار بار اس کا اعادہ ہوتا رہتا ہے۔ بار بار اس کا اعادہ جس رفتار سے ہوتا ہے وہ رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ ہم ہر چیز کو اپنے سامنے ساکت محسوس کرتے ہیں۔ حالاں کہ کائنات میں کوئی شے ساکت نہیں ہے۔ کائنات میں اگر کوئی شے ساکت ہوجائے تو پوری کائنات فنا ہوجائے گی۔ بات صرف اتنی ہے کہ کائنات کی رفتار اتنی تیز ہے کہ ہم اسے ساکت محسوس کرتے ہیں۔''

قرآن کریم میں ظاہر میں دیکھنے کی نفی کی گئی ہے۔

''اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ جمے ہوئے ہیں مگر وہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بے شک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔'' (النمل: ۸۸)

ابدالِ حق نے آدمی کی سمجھ اور نظر کی محدودیت کی تشریح ''مکتوب گرامی'' میں اس طرح فرمائی ہے۔

''چند خلاباز خلا میں جا چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سو میل سے زیادہ بلندی پر ایک تو بالکل بے وزنی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ زمین یا تو بالکل گول یا تقریباً گول نظر آتی ہے۔ ایک نے کہا ہے کہ گیند نما نظر آتی ہے۔ تم نے خود بھی مشاہدہ میں دیکھا ہے کہ پپیتے کی صورت ہے۔ اب صحیح صورت حال سمجھنا چاہو تو یہ نظر آئے گا یا یہ محسوس ہوگا یا یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ ساڑھے تین ارب انسان اور چلنے پھرنے والے چوپائے سب کے سب ٹانگوں کے بل زمین سے لٹکے ہوئے ہیں۔ ہر انسان یہ کہتا ہے کہ میں زمین پر پیروں کے بل چل رہا ہوں۔ سمجھ لو کہ وہ کتنی غلط بات کہہ رہا ہے۔ جب سے نوع انسانی آباد ہے، وہ تمام لوگ جن پر حقیقت منکشف نہیں ہوئی ہے یہی کہتے ہیں۔ یہی سمجھتے ہیں۔ غور کرو کہ جب آدمی پیروں کے بل لٹک رہا ہے تو چل کیسے سکتا ہے۔ لٹکنے کی حالت تو بالکل جبری ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ میں چل رہا ہوں سراسر غلط ہے۔ جبری حالت میں اس کا ارادہ بے معنی ہے۔ اس لئے کہ اس کی اپنی کوئی حرکت ممکن نہیں۔ یہ بات تو قرین قیاس ہے کہ جن تاروں میں اس کے پیر بندھے ہوئے ہیں وہ تار حرکت کرتے ہوں اور ان کے ساتھ پیر بھی حرکت کرتے ہوں۔ ان تاروں سے انسان کے ارادہ کا کیا تعلق جب کہ انسان کو ان تاروں کا کوئی علم ہی نہیں۔ باوجود اتنی صریح غلطیوں کے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا سر بلندی کی طرف ہے اور میرے پیر پستی کی طرف اور میں چلتا پھرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایک بنوا بنا لیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بنوا حقیقت ہے۔''

ہر فرد بیک وقت بیداری اور خواب کے حواس میں ردو بدل ہوتا رہتا ہے۔ بیداری میں اسپیس دیکھنے، سننے، سمجھنے، بولنے، چلنے، پھرنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت پر غالب آ جاتی ہے اور خواب کی حالت میں یہ فاصلہ مغلوب ہو کر وقت غالب ہو جاتا ہے۔ ارتکازِ توجہ سے بیداری میں اسپیس کو مغلوب کر لیا جائے تو حواس زمین کی گریویٹی سے نکل کر لمحوں میں جسم کے ساتھ دور دراز فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کے واقعہ میں ''کتاب کا علم'' رکھنے والے بندہ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لے کر آنا، اس کے علاوہ جنت کی زندگی کا تذکرہ بھی خواب کے حواس کی مثالیں ہیں جن پر غور و فکر ضروری ہے۔

عائشہ خان

مرشد کی باتیں

فرمایا۔۔جب آپ مراقبہ کریں گے اور ''اندر میں'' کیا ہے، اس کا کھوج لگائیں گے تو خیال مشاہدہ بن جائے گا۔مرشد راہ نما ہے، راستہ کی نشان دہی کرتا ہے، راستہ بہرحال مرید کو طے کرنا ہے۔

خیالات ریلیز ہوتے ہیں تو ہاتھ ماہر کاتب کا قلم بن جاتا ہے۔ کاغذ پر مختلف لکیریں بنتی ہیں۔ الفاظ کو لکیروں کے علاوہ کہا بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایسے میں خیال ہاتھوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ہاتھ حرکت کرتے ہیں اور وہ ہاتھوں کو حرکت کرتا دیکھ کر خود سے پوچھتا ہے کہ خیال کا ''ادراک'' ابھی ہوا نہیں کہ ہاتھ واقف ہوگیا جب کہ ہاتھ کی حیثیت میڈیم کی ہے، پھر ہاتھ کو کیسے معلوم ہوا۔۔۔؟

مرشد کریم نے الست بربکم کا قانون سمجھایا تو فرمایا کہ سماعت و بصارت کے بعد ادراک ہے۔ ادراک اس وقت ہوتا ہے جب آواز کے ساتھ مشاہدہ ہو جائے۔ مشاہدہ کے بغیر ادراک نہیں ہوتا۔سماعت، بصارت اور ادراک درحقیقت تفہیم کے مدارج ہیں۔ اللہ کی سنت میں تبدیلی اور تعطل نہیں ہے، جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ''ہو'' اور وہ ہو جاتی ہے۔

بات سمجھ میں نہیں آتی تو تفہیم کے لئے نکتہ تلاش کرتا ہے۔ احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ذہن میں کوئی لفظ یا جملہ وارد ہوتا ہے اور تفکر سے جس حد تک بھی ہو، کشف ہو جاتا ہے۔ خود سے کہا،

''میں ہاتھ کو لکیریں بناتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

جملہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک میں ہوں ۔۔۔ ایک ہاتھ ہے ۔۔۔ ایک وہ ہے جو لکیریں بنا رہا ہے ۔۔۔ اور ایک وہ ہے جو یہ سب ہوتے دیکھ رہا ہے۔

مرشد کریم کئی مرتبہ سمجھا چکے ہیں کہ جسم نہیں، روح اصل ہے۔خود سے پوچھا، جب کوئی اور لکھ رہا ہے تو میں کون ہوں۔ میں لکھنے والے سے واقف کیوں نہیں۔۔۔؟ کیا ہاتھ کی طرح میں بھی میڈیم ہوں۔ اگر میں میڈیم نہیں ہوں تو ایک وجود میں دو کیسے ہو سکتے ہیں یا۔۔۔ میں ہی ہوں جو لکھ رہا ہے لیکن اپنے آپ سے واقف نہیں۔۔۔؟ بات پھر وہی ہے کہ میں کون ہوں۔ ذہن یہاں رک جاتا ہے جب بندہ کہتا ہے کہ میرا جسم۔۔۔ میری روح۔ ''میرا'' کہنے والا کون ہے اور کیا روح بھی میڈیم ہے۔۔۔؟

عرض کیا— سر! میں کون ہوں؟

فرمایا— آپ الوژن ہیں۔

پھر حقیقت کیا ہے—؟ فرمایا— حقیقت جاننے کے لئے مراقبہ کریں۔ کیا آپ مراقبہ کرتے ہیں—؟

وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے جب باقاعدگی سے مراقبہ کرنا شروع کیا۔ یک سوئی میں مشکل ہوئی لیکن مراقبہ جاری رکھا۔ آٹھ سال پہلے ایک ملاقات میں صاحب حق الیقین نے فرمایا تھا،

"مراقبہ ذہن خالی ہونے کی مشق ہے۔ خیالات آئیں گے، گزر جائیں گے۔ خیالات کا آنا اور گزر جانا، ذہن کا خالی ہونا ہے۔ خیالات کی رو میں بہنا نہیں ہے۔ پابندی سے مراقبہ کیا جائے تو ایک وقت آئے گا کہ ذہن ہر خیال سے خالی ہو جائے گا اور صرف ایک خیال باقی رہے گا۔"

مراقبہ سے خیال میں بے خیال ہونے کی مشق ہوئی اور فہم کی رفتار بڑھ گئی۔ ایک روز کسی بات پر جذبات مشتعل ہو گئے۔ خواہش کے برخلاف عمل ہوا، شعور کی مزاحمت بڑھی اور مراقبہ میں بے قاعدگی شروع ہو گئی۔

عرض کیا، مراقبہ کرتا ہوں لیکن پابندی نہیں ہے۔

پوچھا: کھانے میں ناغہ ہوتا ہے—؟ وہ خاموش رہا۔

مراقبہ میں ناغہ کیوں ہوتا ہے—؟

عرض کیا کہ ذہن ڈسٹرب ہو تو تسلسل نہیں رہتا۔

فرمایا، اہمیت کا احساس نہیں ہے۔ کھانے کی اہمیت کا احساس ہے کہ کھانا ترک کرنے سے نقاہت ہو گی لیکن یہ خیال نہیں آتا کہ مراقبہ نہیں کریں گے تو روحانیت کیسے آئے گی، ذہن کیسے کھلے گا—؟

عرض کیا، آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔

فرمایا— جب آپ مراقبہ کریں گے اور "اندر میں" کیا ہے، اس کا کھوج لگائیں گے تو خیال مشاہدہ بن جائے گا۔ مرشد راہ نما ہے، راستہ کی نشان دہی کرتا ہے، راستہ بہر حال مرید کو طے کرنا ہے۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ باقاعدگی سے مراقبہ کریں۔ مراقبہ سے لاشعوری اطلاع کو قبول کرنے کی صلاحیت بڑھتی ہے۔

بہت سے مواقع پر مرشد کریم نے جب دیکھا کہ اس نے تفکر کیا ہے، کوشش کی ہے اور ذہن الجھ گیا ہے تو سوالوں کے جوابات دیئے اور خامی کی تصحیح کی۔ ایسا بھی ہوا کہ سوال پوچھا اور انہوں نے کوئی نکتہ بتا کر مزید تفکر کا حکم دیا۔ یہ بھی کہا کہ سب کچھ مرشد بتا دے تو مرید ذہن کا استعمال کیسے سیکھے گا اور— آج سرزنش ہو گئی۔ افسوس ہوا کہ وہ ناگواری کا سبب بن گیا۔ اس دن کے بعد سے تصور شیخ کے مراقبہ میں پابندی ہے۔

ظاہر اور باطن پر تفکر بھی جاری تھا۔ بیٹھے بیٹھے خیال اندر کی طرف متوجہ کر دیتا۔ وہ غور سے جسم کو حرکت کرتا دیکھتا۔ توجہ بڑھتی تو اندر میں وجود کا احساس بڑھ جاتا۔ مرشد کریم نے فرمایا تھا کہ مراقبہ کرنے سے جواب مل جائے گا۔

ایک روز مراقبہ کے دوران ذہن میں یہ بات آئی کہ

تصورِ شیخ خیال میں بے خیال ہونا ہے۔ خیال — وجود اور بے خیال ہونا — عدم وجود ہے۔ عدم وجود کیا ہے —؟ عدم وجود سے مراد جب وہ ناقابل تذکرہ تھا تو کہیں موجود تھا۔ اگر موجود تھا تو کیا موجودگی یہ تھی جس سے وہ واقف ہے —؟

ذہن نے کروٹ بدلی، ہلکا سا ارتعاش محسوس کیا۔ دنیا میں آنے سے پہلے اگر وہ کہیں تھا تو کہاں تھا۔ اگر وجود کہیں تھا تو وجود کی شہادت کس طرح حاصل ہوئی؟ اور وجود کی تفصیلات جیسے دماغ، آنکھ، زبان، آدمی کی پوری مشینری اندر باہر نظام، حرکت — بے حرکت، وجود — عدم وجود یہ سب کہاں تھا —؟

سوچتے سوچتے سوچ کی پوری زنجیر ٹوٹ کر بکھر گئی۔ زنجیر کا ٹوٹنا اور اس کی منتشر کڑیاں دیکھنا یہ سوال بن گیا کہ کڑیاں کیسے بنیں — اور کڑیوں کا اتصال کیسے ہوا —؟ یہ بات اس لئے ذہن میں آئی کہ جب اس نے اپنے اندر باہر غور کیا تو اپنا پورا مجسمہ ایک زنجیر کی طرح نظر آیا۔ جسم کا ہر عضو اور جسم ٹکڑے ٹکڑے محسوس ہوا۔

اطلاع وارد ہوئی۔ اطلاع سے مراد باخبری ہے۔ باخبری جب مشاہدہ بنی تو مشین کے کل پرزوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑی ہوئی نظر آئیں — حرکت محسوس ہوئی لیکن جو مجسمہ بنا اس میں حرکت نہیں تھی۔ جیسے کوئی بڑی مشین اور اس میں سینکڑوں کل پرزے ہوں اور حرکت نہ ہو۔

> ایک ملاقات میں صاحبِ حق الیقین نے فرمایا تھا کہ ”مراقبہ ذہن خالی ہونے کی مشق ہے۔ خیالات آئیں گے، گزر جائیں گے۔ خیالات کا آنا اور گزر جانا، ذہن کا خالی ہونا ہے۔ خیالات کی رو میں بہنا نہیں ہے۔ پابندی سے مراقبہ کیا جائے تو ایک وقت آئے گا کہ ذہن ہر خیال سے خالی ہو جائے گا اور صرف ایک خیال باقی رہے گا۔“

خیالات میں گم حیرت کے دبیز سایوں میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ تیز جھماکا ہوا۔ اتنا روشن کہ پورے ماحول میں روشنی پھیل گئی۔ مصور کو دیکھا کہ بنی ہوئی مشین یا کھلونے میں چابی بھری ہے۔ لمحہ کے ہزارویں حصہ میں مشین میں اس طرح حرکت ہوئی کہ تمام کل پرزے متحرک ہو گئے۔

قربت میں خیالات کی اہمیت کا احساس ہوا۔ کائنات اور خود اپنے آپ سے واقف ہونے کے لئے بہت سارے خیالات کی ضرورت نہیں — ایک خیال کافی ہے۔ اس لئے کہ ہر خیال ایک ہی مقام سے آتا ہے اور وہیں لوٹ جاتا ہے۔ خیال پر غور کرنا شروع کیا جائے تو انکشاف ہوتا ہے کہ کڑی در کڑی کائنات کی ہر شے پر وہ خیال محیط ہے۔ اندر میں سے آواز آئی:

”خیال کائنات ہے اور کائنات خیال ہے۔“

صاحبِ علم و عرفان کے پاس بیٹھ کر جو خیال آتا ہے

وہ اس پر عمل کرتا ہے۔عمل کرنے سے خیالات قبول کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ کچھ کہے بغیر سمجھ جاتا ہے کہ کیا کہنا چاہتے ہیں لیکن — بہرحال وہ علم و عرفان کا سمندر ہیں اور ان کے ہر خیال کو قبول کرنے کی استطاعت نہیں۔صرف اس خیال کو قبول کرسکتا ہے جس میں اس کے لئے پیغام ہے۔

مرضی کے خلاف کوئی کام ہونے پر اگرچہ غصہ پہلے سے کم لیکن موجود ہے۔ ایسے میں ذہن تفکر سے ہٹ جاتا ہے اور مراقبہ میں بے قاعدگی ہوتی ہے جس پر سرزنش بھی ہوئی۔

اس نے پوچھا— سر! شک اور یقین زندگی کے دو رخ ہیں۔ہم جو چاہتے ہیں وہ نہ ہو تو چھوٹی سی بات بہت بڑی بن جاتی ہے، ذہن کسی طور قبول نہیں کرتا اور بغاوت ہوتی ہے جب کہ احساس موجود رہتا ہے کہ ہم غلط ہیں۔ جلد سے جلد اس کیفیت سے کیسے نکلا جاسکتا ہے یا پھر ایسا کیا ہو کہ ہم حقیقت کو قبول کرنا سیکھیں—؟

فرمایا— ہر آدمی کے اندر گائیڈ کرنے والی مشین کا نام ضمیر ہے۔ضمیر ہر بندہ کا محاسب ہے اور یہ محاسب آپ کی ہر بات کا احتساب کرتا ہے۔آپ کو بتائے گا کہ یہ صحیح ہے، یہ غلط ہے۔ یہ کرو، یہ نہ کرو۔ وہ دو یا تین دفعہ کہتا ہے اس کے بعد خاموش ہوجاتا ہے۔اس لئے حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا کہ پہلے جو خیال آئے وہ صحیح ہوتا ہے۔ دوسری دفعہ خیال سوچ بچار کے حساب سے صحیح بھی ہو— وہ صحیح نہیں۔ تیسری دفعہ جو خیال آئے اسے چھوڑ دینا چاہئے، چاہے وہ نقصان کے اعتبار سے کتنا بڑا ہو۔ضمیر اصل میں نور باطن ہے۔نور باطن آدمی کو کسی برائی کی اجازت نہیں دیتا، تنبیہ کرتا ہے، روکتا ہے لیکن — جب کوئی بات اچھی ہوتی ہے تو خیال کے ساتھ خوشی کی ایک لہر آدمی کے اندر ضرور دوڑتی ہے جس کو آدمی بار بار رد کر کے اس لہر سے رشتہ توڑ لیتا ہے اور اگر اس میں عدم تعمیل ہو— مسلسل عدم تعمیل ہو تو پھر ضمیر خاموش ہوجاتا ہے یعنی نور باطن سے لاشعوری تعلق پردہ میں چلا جاتا ہے۔ جب کہ شعوری کیفیات میں بھی نور باطن یا ضمیر کی آواز یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت، اچھے کام کرنے کی ترغیب اور فواحشات اور برائی سے روکتی ہے۔ یہ دونوں صورتیں اس وقت تک جاری رہتی ہیں جب آدمی ضمیر کی راہ نمائی کو قبول کرے۔مسلسل نظرانداز کیا جائے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، صحیح بات سننے کے لئے کان بند ہوجاتے ہیں یعنی اس طرف ذہن مائل نہیں ہوتا۔آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں جب کہ بظاہر اندھی نہیں ہوتیں۔

پوچھا، پہلے خیال کو صحیح طور کیسے قبول کیا جائے—؟ دوسری بات یہ ہے کہ چور کو جب چوری کا خیال آتا ہے تو وہاں پہلے خیال کا قانون کیسے کام کرتا ہے—؟

فرمایا: ضمیر نور باطن ہے۔نور باطن انسان کی راہ نمائی کرتا ہے، اچھے برے کی تمیز کرنا سکھاتا ہے۔

غور کرو! خیالات کے ہجوم میں آپ کو منفی خیال آیا۔ بادل نخواستہ آپ نے اس کو رد کر دیا لیکن وہ رد نہیں ہوا اس لئے کہ ضمیر کی راہ نمائی نیوٹرل ذہن سے قبول نہیں کی۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا یا یوں کہنا چاہئے کہ بار بار تجربہ کیا ہے کہ دو کاموں میں کسی ایک کام کا خیال آتا ہے لیکن ساتھ ہی اندر میں راہ نمائی ہوتی ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ فوراً پھر خیال آتا ہے کہ یہ کام کرنا ہے اور اس طرح ضمیر کی راہ نمائی عدم قبول بن جاتی ہے۔ بالآخر ضمیر کی راہ نمائی کے خلاف آدمی وہ عمل کر لیتا ہے۔ عمل کے بعد ضمیر ملامت کرتا ہے۔ ملامت آدمی کے اندر احساس بن جاتی ہے اور یہ احساس عمل کرنے والے بندہ یا بندی کا محاسبہ کرتا ہے کہ یہ کام اچھا نہیں ہوا۔ آدمی اگر ضمیر کی آواز سن کر توبہ استغفار کر لیتا ہے تو ضمیر خاموش ہو جاتا ہے یا مطمئن ہو جاتا ہے لیکن پھر وسوسوں کے ہجوم میں گھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ۝ (الناس:۴-۶)

ان کی بات جاری تھی۔ فرمایا — شیطان وسوسوں سے شر کی تلقین کرتا ہے، دلوں میں حقیقت مطلقہ کے خلاف بہت سارے شر اور فساد کو انسپائر کرتا ہے اور آدمی دو کشتیوں میں سوار ہو جاتا ہے۔ ایک کشتی کا مسافر طوفان میں گھر جاتا ہے اور دوسری کشتی حفاظت و امن کے ساتھ کنارے لگ جاتی ہے۔

تین سو سال قبل

خبر تحیر عشق سن، نہ جنوں رہا، نہ پری رہی
نہ تو تُو رہا، نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

شہِ بے خودی نے عطا کیا، مجھے اب لباسِ برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن ظہور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

نظرِ تغافلِ یار کا گلہ کس زباں سے کروں بیاں
کہ شرابِ حسرت و آرزو، خمِ دل میں تھی سو بھری رہی

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر ہے یہاں ہوا
کہ نہ آئینہ میں جِلا رہی، نہ پری میں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراؔج کو
نہ خطر رہا، نہ حذر رہا، جو رہی سو بے خطری رہی

خبر تحیر عشق سن، نہ جنون رہا، نہ پری رہی
نہ تو تُو رہا، نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

سراؔج اورنگ آبادی

قلندر شعور اکیڈمی
(کراچی) پاکستان

اعلان داخلہ

برائے تعلیمی سیشن (2017-2018)

سلسلہ عظیمیہ نے علمی استعداد میں اضافے، روحانی علوم سے آگاہی، فرد میں موجود صلاحیتوں کی جِلا اور معاشرہ میں مؤثر شخصیت کا کردار ادا کرنے کے لئے تعلیم و تربیت کا ایک نظام قلندر شعور اکیڈمی کے زیرِ انتظام قائم کیا ہے۔

قلندر شعور اکیڈمی کا نصاب تین حصوں پر مشتمل ہے:

- اسلامی علوم (Islamic Sciences)
- روحانی علوم (Spiritual Sciences)
- سماجی علوم (Social Sciences)

تعلیمی سال چار چار ماہ کے تین سمسٹرز پر مشتمل ہے۔

★★ نئے تعلیمی سال میں داخلہ کے خواہش مند خواتین و حضرات ...... ★★

درج ذیل ہدایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مقررہ تاریخ تک مکمل اندراجات کے ساتھ داخلہ فارم جمع کروائیں۔

★ داخلہ کے لئے معیار:

عمر کی کم از کم حد:	کم از کم تعلیمی قابلیت:	سلسلہ عظیمیہ میں شمولیت کا کم از کم عرصہ:	رہائش کا شہر:
18 سال	انٹر میڈیٹ	ایک سال	کراچی

فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ: 26March-2017 بروز اتوار

★ داخلہ ٹیسٹ کی تیاری کے لئے: کتاب ''تذکرہ قلندر بابا اولیاؒ'' اور کتاب ''تجلیات'' کا مطالعہ اور نماز اور قرآن کریم کی آخری دس سورتیں ترجمہ کے ساتھ یاد کریں۔

.... داخلہ فارم کے حصول اور مزید معلومات کے لئے ....

قلندر شعور اکیڈمی، مرکزی مراقبہ ہال، سرجانی ٹاؤن فون نمبر: 021-36912786

فیکس نمبر: 021-36910786 ای میل: qalandarshaooracademy@gmail.com

حضرت یحییٰ علیہ السلام

دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو کیوں کہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے۔

حضرت یحییٰؑ، حضرت زکریاؑ کے بیٹے تھے۔ حضرت یحییٰؑ کا نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا، اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔

''اے زکریاؑ! ہم بے شک تم کو بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی، اس کا نام یحییٰؑ ہوگا اور اس سے قبل ہم نے کسی کے لئے یہ نام نہیں ٹھہرایا۔'' (مریم: ۷)

حضرت یحییٰؑ زہد و عبادت میں بے مثال تھے، آپ نے شادی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰؑ کو بچپن میں علم و حکمت سے نواز دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد یہ کام دیا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی آمد کی بشارت دیں اور رشد و ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا تعارف کرائیں۔

''پس زکریاؑ جس وقت حجرہ میں نماز ادا کر رہا تھا فرشتوں نے اسے آواز دی۔ اے زکریاؑ! اللہ تعالیٰ تجھ کو یحییٰؑ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے حکم سے عیسیٰؑ کی بشارت دے گا اور وہ اللہ کے اور اس کے بندوں کی نظر میں برگزیدہ اور گناہوں سے بے لوث، نیکو کاروں میں سے نبی ہوگا۔'' (آل عمران: ۳۹)

حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے اور حضرت یحییٰؑ رشتہ میں حضرت عیسیٰؑ کے ماموں تھے۔ حضرت یحییٰؑ کی والدہ اپنی بھانجی حضرت بی بی مریمؑ سے ملیں تو انہوں نے کہا کہ میں حاملہ ہوں۔ حضرت بی بی مریمؑ نے بتایا کہ میں بھی امید سے ہوں۔ حضرت یحییٰؑ کی والدہ نے کہا، ''اے مریم! مجھے لگتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تیرے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کرتا ہے۔''

''اے یحییٰؑ! کتاب الٰہی کو مضبوط تھام لے۔ چناں چہ وہ ابھی لڑکا ہی تھا کہ ہم نے اسے علم و فضیلت بخش دی۔ نیز اپنے خاص فضل سے دل کی نرمی اور نفس کی پاکی عطا فرمائی۔ وہ پرہیزگار اور ماں باپ کا خدمت گزار تھا۔ سخت گیر اور نافرمان نہ تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرا اور جس دن پھر زندہ کیا جائے گا۔'' (مریم: ۱۲-۱۵)

نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے یحییٰؑ بن زکریاؑ کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی تلقین کریں۔''

اللہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت یحییٰؑ کو کچھ تاخیر ہوگئی۔ تب حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا، میرے بھائی! اگر تم مناسب سمجھو تو میں بنی اسرائیل کو دین حق کی تبلیغ کروں جس کے لئے تم کسی وجہ سے تاخیر کررہے ہو۔ حضرت یحییٰؑ نے فرمایا، بھائی! میں اگر تم کو اجازت دے دوں اور خود تعمیل نہ کروں تو مجھے خوف ہے کہ مجھ پر کوئی عذاب نہ آجائے، اس لئے میں اللہ کا پیغام دینے کے لئے بڑھتا ہوں۔

حضرت یحییٰؑ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب مسجد بھرگئی تو وعظ فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ وہ پانچ احکام یہ ہیں۔

۱۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کیوں کہ مشرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپیہ سے خریدا مگر غلام نے یہ وتیرہ بنالیا کہ جو کچھ کماتا، وہ مالک کے بجائے دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ جب اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے تو وہی تم کو رزق دیتا ہے، تم بھی صرف اس کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ تم خشوع و خضوع اور یک سوئی کے ساتھ نماز قائم کرو کیوں کہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہوگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جانب متوجہ رہے گا۔

۳۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو کیوں کہ روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس مشک کی تھیلی ہو۔ چنانچہ مشک اس کو اور اس کے رفقا کو اپنی خوش بو میں مست کرتا رہے۔

۴۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ مال میں صدقہ نکالا کرو کیوں کہ صدقہ کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی طرف لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے، کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑالوں؟ اور اثبات میں جواب پاکر اپنی جان کے بدلہ سب دھن دولت قربان کردے۔

۵۔ اور پانچواں حکم یہ ہے کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو کیوں کہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کررہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزین ہوکر دشمن سے محفوظ ہوجائے۔ بلاشبہ انسان کے ازلی دشمن شیطان کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہوجانا مستحکم قلعہ میں محفوظ ہوجانا ہے۔

حضرت یحییٰؑ کی زندگی کا بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا۔ وہ جنگلوں میں گوشہ نشین رہتے تھے۔جنگل میں ہی اللہ کا کلام ان پر نازل ہوا اور دریائے یردن کے نواح میں دین الٰہی کی تبلیغ شروع کردی اور لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔

''اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریاؑ کے بیٹے (یوحنا) یحییٰؑ پر اترا اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔'' (لوقا کی انجیل: ب۳:۳-۴)

حضرت یحییٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی خشیت اس درجہ تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے، زیادہ رونے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان بن گئے تھے۔ایک مرتبہ حضرت زکریاؑ آپ کو تلاش کرتے ہوئے جنگل میں پہنچ گئے۔ بیٹے سے کہا: ''بیٹا ہم تیری یاد میں مضطرب ہو کر تجھے تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ و گریہ میں مشغول ہے۔''

حضرت یحییٰؑ نے جواب دیا: ''ابا جان! آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق و دق میدان ہے جو اللہ کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔''

دمشق کے بادشاہ ہداد بن حدار نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد اس نے چاہا کہ رجوع کرلے۔حضرت یحییٰؑ سے فتویٰ طلب کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اب یہ تجھ پر حرام ہے۔''

ملکہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور حضرت یحییٰؑ کے قتل کے درپے ہوگئی۔حضرت یحییٰؑ جب مسجد حبرون میں نماز میں مشغول تھے تو ان کو قتل کروادیا گیا اور چینی کے طشت میں ان کا سر مبارک عورت کے سامنے لایا گیا مگر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ تو بادشاہ کے لئے حلال نہیں ہے۔اسی حالت میں اللہ کا عذاب آیا اور اس عورت کو زمین نے نگل لیا۔ایک روایت کے مطابق حضرت یحییٰؑ کا خون فوارہ کی طرح جسم مبارک سے برابر نکلتا رہا یہاں تک کہ بخت نصر نے دمشق کو فتح کرکے اس پر ستر ہزار اسرائیلیوں کا خون نہ بہادیا۔

''جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور ان کو جو لوگ انہیں انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں تو تم ان کو دردناک عذاب کی وعید دے دو۔'' (اٰل عمرٰن: ۲۱)

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر پڑا دیکھا۔اس پر لکھا تھا، مجھے پلٹ کر دیکھو۔ جب پلٹ کر دیکھا تو لکھا تھا— جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو اس کی تلاش کیوں کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم نے علم پر عمل نہیں کیا تو اب یہ محال ہے کہ جن باتوں کا ابھی علم نہیں ان کو طلب کرسکو۔ لہٰذا پہلے اپنے علم پر عمل کرو تاکہ اس کے بعد اس کی برکت سے دیگر علوم کی راہیں تم پر کھل جائیں۔

(کتاب: کشف المحجوب)

باولی کھچڑی

قارئین! سدھ بدھ ہونا اچھی بات ہے لیکن سدھ بدھ کا تابع ہونا، داناؤں کے نزدیک ــــ نادانی ہے۔ باولی کھچڑی سے مراد کھو کر پانا ہے۔ دودھ کھویا تو کھویا پایا ــــ عمر کھوئی، تجربہ آیا۔ آنے جانے، کھونے اور پانے میں جو کھچڑی پکتی ہے، وہ زندگی کا حاصل بن جاتی ہے۔ بڑوں کا قول ہے، گھی کہاں گیا کھچڑی میں اور کھچڑی گئی پیاروں کے پیٹ میں۔ آپ بھی اس کھچڑی میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔

عبدالحمید عدؔم نے ایک ملاقاتی سے پوچھا:

جناب! کیا آپ ادب سے شوق رکھتے ہیں؟

ملاقاتی نے کہا، کبھی کبھار کوئی کتاب پڑھ لیتا ہوں لیکن ادب سے میرا کوئی خاص تعلق نہیں۔

عدؔم نے معصومیت سے جواب دیا:

تو گویا آپ بے ادب ہوئے۔ (علی۔ لاہور)

استاد نے بچوں سے سوال کیا،

ہم سے سورج زیادہ دور ہے یا جاپان؟

ایک بچہ نے کہا ــــ جاپان۔

وہ کیسے؟ استاد نے پوچھا۔

وہ ایسے کہ ہم جہاں بھی ہوں، سورج نظر آجاتا ہے لیکن جاپان نظر نہیں آتا۔ (بابر ممتاز۔ کراچی)

لڑکی: بھیا ریٹ صحیح لگاؤ، ہم ہمیشہ آپ کی دکان سے سامان لے جاتے ہیں۔ دکان دار: بہن جی خدا کا خوف کرو ابھی دو دن پہلے دکان کھولی ہے۔ (ندا۔ سکھر)

بیوی: دن رات کرکٹ کرکٹ، تنگ آ گئی ہوں اس کرکٹ سے میں۔ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔

شوہر کمنٹری کے انداز میں بولا: اور پہلی بار قدموں کا بہترین استعمال! (سمعیہ راحیل، کوئٹہ)

حضرت امیر خسروؒ کے دو سخنے:

۱) انار کیوں نہ چکھا، وزیر کیوں نہ رکھا؟

دہی کیوں نہ جما، نوکر کیوں نہ رکھا؟

(جواب: دانا نہ تھا ــــ ضامن نہ تھا۔)

۲) گھر کیوں اندھیرا، فقیر کیوں بڑبڑایا؟

گوشت کیوں نہ کھایا، ڈوم کیوں نہ گایا؟

(جواب: دیا نہ تھا ــــ گلا نہ تھا)

فرزانہ پرویز

یہاں کے بعد کی زندگی ؟

ناپسند بات کی تکرار کی جائے تو وہ سوچ کا حصہ بن جاتی ہے۔ تکرار کرتے کرتے آدمی یہ نہیں سوچتا کہ وہ خود بھی تکرار کے دوران کسی نہ کسی طرح سے وہ کام کر رہا ہے جو اسے پسند یا ناپسند ہے۔

ثنا نے میز پر کتابیں رکھتے ہوئے کہا، دوستو! کہتے ہیں کہ نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے۔

صبا نے کہا ، اور اگر میں یہ کہوں کہ عقل کے ساتھ محبت کا ہونا ضروری ہے پھر — ؟ صبا کی بات پر سب نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ فضا نے رائے دیتے ہوئے کہا ، محبت کرنے والوں کے لئے یہ بات لایعنی ہے کیوں کہ عقل کا دخل ہو تو محبت، محبت نہیں رہتی۔

صبا نے وضاحت کی ، دیکھو یہاں پر سب کچھ نقل ہو رہا ہے — کائنات کا پورا نظام ردوبدل کے قانون پر قائم ہے۔ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا خود کو دہرانا، سورج کا غروب ہو کر پھر طلوع ہونا، اناناس ، چیکو، اسٹرابیری، کیوی کے بیج سے کیا ہر بار کیوی، اسٹرابیری، چیکو اور اناناس پیدا نہیں ہوتے — ؟ کیا یہ پہلے بیج اور پھل کے پکنے کی نقل نہیں — ؟ مردوں کی تدفین ہم نے کوّوں سے نقل کی ، پرندوں کو اڑتا دیکھ کر جہاز بنانا کیا نقل نہیں ہے — ؟

بچے قاعدہ کے بغیر مادری زبان بولنا سیکھ جاتے ہیں، ماحول میں کوئی اور زبان بولی جارہی ہو تو وہ بھی سیکھ لیتے ہیں۔ علم کیسے حاصل ہوتا ہے — ؟ اس کا سارا نظام نقل پر قائم ہے۔ ہر زبان کی الف ب پ، اے بی سی ڈی اور ون ٹو تھری ہے۔ ان حروف و اعداد کو ہر دور میں دہرایا گیا ہے۔ استاد کی تقلید میں بچہ الف کو الف اور ب کو ب نہ کہے تو کیا وہ جملے بنانا سیکھ لے گا — ؟ کسی محقق کا نظریہ طالب علم کو پڑھا دینا کیا نقل نہیں ہے؟ ٹیکنیکل شعبہ کی طرف آؤ۔ زیادہ حصہ پریکٹیکل پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی استاد کی دیکھا دیکھی علم سیکھا جاتا ہے۔ اس کو نقل کے علاوہ اور کیا کہیں گے — ؟

ثنا، جس نے بات شروع کی تھی کہا، بالکل نقل ہے اور ذہن استعمال کئے بغیر نقل ٹھیک سے نہیں ہوسکتی لیکن ان سب میں محبت کا کیا کام — ؟ صبا نے سب دوستوں سے پوچھا، اچھا یہ بتاؤ ، کیا محبت کے بغیر نقل ممکن ہے — ؟ نادیہ نے بحث میں حصہ لیتے ہوئے کہا، اگر یہ منطق ہے تو ہمارے پاس اس کی دلیل نہیں لیکن اگر یہ دلیل ہے تو اس کی منطق ہمارے پاس نہیں۔

اس کی بذلہ سنجی پر سب مسکرادیئے۔

صبا نے کہا، بات کو سمجھنے کے دو زاویے ہیں۔

۱۔ نقل اس وقت کی جاتی ہے جب ہم کسی سے متاثر ہوتے ہیں، چاہے اس کام کو اچھا سمجھتے ہوں یا نہیں لیکن اگر ہم وہ کام کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اسے صحیح سمجھ رہے ہیں۔ ہماری پسند اس میں شامل ہوگئی۔ پسند ناپسند کا یہ عالم ہے کہ ناپسند بات کی تکرار کی جائے تو وہ سوچ کا حصہ بن جاتی ہے۔ تکرار کرتے کرتے آدمی یہ نہیں سوچتا کہ وہ خود بھی تکرار کے دوران کسی نہ کسی طرح سے وہ کام کر رہا ہے جو اسے پسند یا ناپسند ہے۔ یعنی نقل کر رہا ہے۔

۲۔ نقل کا دوسرا رخ اس طرح پیروی کرنا ہے کہ بخوشی اپنی نفی ہوجائے۔ مظاہرات فطرت اس کی مثال ہیں۔ ہر شے قانون کی پابند ہے یا اس قانون کی پیروی کر رہی ہے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ اللہ نے کائنات محبت سے تخلیق کی ہے لہٰذا محبت مخلوق میں بنیادی عنصر ہے۔ بنیاد سے وجود بنتا ہے، پھلتا پھولتا ہے۔ اب اس وجود کو محبت کے علاوہ کیا کہا جائے جس کی بنیاد محبت ہے۔ اللہ کو ہر مخلوق سے محبت ہے — محبت کا عکس مخلوق میں منتقل ہوتا ہے تو مخلوق محبت کو محسوس کرتی ہے اور کھنچی چلی آتی ہے۔ کائنات دائرہ میں سفر کر رہی ہے، محور کے گرد گھومنا کیا محبت نہیں —؟

جس طرح پروانہ شمع کے گرد گھومتا ہے — کیا دن رات کا محور پر گردش کرنا، پروانہ اور شمع جیسا نہیں کہ دن رات میں داخل ہوجاتا ہے اور رات دن بن جاتی ہے۔ دن میں جذب ہونے کے بعد کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ رات ہے اور رات میں جذب ہونے کے بعد دن کی اس طرح نفی ہوجاتی ہے کہ سب اسے رات کہتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ دوستو! نقل کے لئے عقل ضروری ہے اور اگر عقل کو حقیقی محبت کے تابع کردیا جائے تو ہر دن عید اور ہر رات شب برات ہے۔ صبا کی ذہانت کو سب نے سراہا اور پھر اس پر کافی دیر تک تبادلۂ خیال کیا۔

خواتین و حضرات! زندگی روشنی اور مادہ میں ردوبدل ہوتی رہتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مادہ — روشنی کی نقل ہے۔ روشنی کو ہم لاشعور کہتے ہیں اور مادہ کو شعور کہتے ہیں۔ معمولات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہر کام ٹکڑوں یا وقفوں میں کرتے ہیں۔ حواس نہ ہوں تو کام نہیں ہوتا۔

کاغذ لیں جس پر پہلے سے کوئی تحریر لکھی ہو۔ اب اس تحریر کو دوسرے صفحہ پر نقل کریں۔ نقل کرنے کا ذریعہ قدیم ہو یا جدید — وقت لگتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک مرتبہ صفحہ دیکھا اور پورا مضمون نقل ہوگیا۔ اگر آپ کے ذہن میں اسکینگ مشین آئے تو اسکیننگ کے دوران بھی روشنی ایک ایک سطر سے گزرتی ہے۔ کیا ہر کام میں زندگی وقفوں میں سفر نہیں کرتی —؟

محبت ایسا عنصر ہے جو شے میں "زندگی" ہے۔ جس سے محبت ہو، عمل میں اس کی شخصیت کا رنگ جھلکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ چیزیں خرچ نہ کردو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔'' (آل عمران: ۹۲)

سیدنا حضور پاکؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، ماں باپ اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب (عزیز) نہ ہوجاؤں۔'' (صحیح بخاری)

اس کا کیا مطلب ہوا—؟ رسول اللہؐ کی تعلیمات پر عمل کرنے کے ساتھ ہمیں آپؐ سے محبت کرنی ہے تاکہ سیرت طیبہؐ کے اوصاف ہمارے کردار میں نمایاں ہوں۔ محبت سے صفات منتقل ہوتی ہیں۔ ہم اپنی نفی کرتے ہیں اور محبوب کے تشخص کو قبول کرتے ہیں۔

آس پاس نظر ڈالیں، محض چند لمحوں کا تفکر ہمیں بتائے گا کہ محبت کیا ہے—؟ محبت ایثار ہے۔ ذرہ ذرہ اللہ کی محبت میں، اللہ کے چاہنے (ارادہ) کو پورا کر رہا ہے، اللہ کے حکم پر نثار ہے۔ پھولوں کی ڈیوٹی ہے کہ وہ ماحول کو مہک سے معطر کریں۔ جو محبت سے پھولوں کا گل دستہ بنا کر کسی کو پیش کرتا ہے اس کا ہاتھ بھی مہکتا ہے— جو صرف پیسے کمانے کے لئے گجرے بناتا ہے اس کے ہاتھوں سے بھی خوش بو آتی ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ جو پھولوں کو مسل دیتا ہے، اس کے ہاتھ بھی خوش بو سے مہکتے ہیں— کوئی شکوہ نہ شکایت! اور جو پھولوں کو گلے کا ہار بناتا ہے اس کا سراپا بھی خوش بو بن جاتا ہے۔ صندل کا درخت اس کلہاڑی کو بھی مہکاتا ہے جو اسے کاٹتی ہے۔ پانی کو کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اسے لوہے یا لکڑی کے پیالہ میں ڈالیں یا سونے چاندی کے گلاس میں، پیاس بجھالیں یا گندے نجاست بھرے ہاتھ پاؤں دھولیں— پانی اللہ کے حکم سے مخلوق کے لئے ایثار ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی محبت میں ذوق وشوق سے اپنے اوپر عائد ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔

''اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہے، کوئی چیز نہیں مگر پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے، بے شک وہ بردبار بخشنے والا ہے۔''

(بنی اسرآءیل: ۴۴)

ماں جی دعا کرتی ہیں تو کہتی ہیں کہ اے اللہ! میرے دل میں اپنی محبت، یقین اور قناعت ڈال دیجئے— کیوں کہ جس پر یقین ہو اسی پر بھروسہ ہوتا ہے۔

محترم بہن بھائیو! کوئی بھی کام ہو، ایک کام کی صورت ہوتی ہے اور ایک کام کی حقیقت۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مشاہدات کے بعد تجربات یا پھر تجربہ کے نتیجہ میں مشاہدہ دونوں صورتوں میں دلیل ہماری بات کو بامعنی بناتی ہے۔

کاغذ یا آرٹ پیپر لیں، اس پر آگ کے شعلہ (دہکتی آگ) کی تصویر بنائیں، کیا ہوگا—؟ کچھ نہیں اس لئے کہ یہ صرف تصویر ہے۔ لیکن اگر کاغذ جلتے ہوئے کوئلے پر رکھ دیں تو جل کر راکھ ہوجاتا ہے۔

کاغذ پر آگ کی تصویر محض آگ کی صورت ہے۔

واقعتاً آگ لگائی جائے تو کاغذ کا وجود ختم ہو جائے گا۔

ایک اور تجربہ کیجئے۔ اچھی محفل میں ہم جاتے ہیں یا ایسی محفل میں ہم جاتے ہیں جہاں خوش بو کا چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ مختلف بخور جلتے ہیں۔ دھواں پھیلتا ہے تو دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ ہم کسی اور دنیا میں پہنچ گئے ہیں اور اگر ایسی جگہ جائیں جہاں مٹی کے تیل کا ڈپو ہے، کچھ دیر کے بعد مٹی کے تیل کے ڈپو سے باہر آتے ہیں تو کیا ہوتا ہے—؟ جب کہ مٹی کا تیل کپڑوں کو نہیں لگا لیکن تیل کی بدبو نہ صرف ہمیں بری لگتی ہے بلکہ دیکھنے والا بھی متاثر ہوتا ہے۔

قارئین! بتایئے دونوں مثالوں سے آپ کیا سمجھے؟ آپ کی کاوش انشاءاللہ شائع کی جائے گی۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم دھیان کرو۔'' (الذٰریٰت: ۴۹)

محبت کے بغیر نقل محض کاروبار زندگی ہے، جس میں کاشت بھی یہیں ہوگی اور کٹائی بھی— جب کہ محبت ایسی حیات ہے جو بقا عطا کرتی ہے— ہر پودا دراصل محبت کے بیج کا مظاہرہ ہے، پودے کی نوعیت جو بھی ہو۔

ایک صحابیؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا، یارسول اللہؐ یہاں تو ہم آپ سے جب چاہتے ہیں آکر مل لیتے ہیں، یہاں کے بعد کی زندگی میں آپؐ کا مرتبہ و منصب کہاں اور ہم کہاں— ملاقات کیسے ہوگی—؟

حضور پاکؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''قیامت کے دن کچھ لوگوں کے چہرے انوار سے منور ہوں گے کہ انبیا (اور مقربین) بھی رشک کریں گے جب کہ وہ لوگ نہ نبی ہوں گے نہ رسول— انہوں نے دنیا کی زندگی میں محض اللہ کے لئے محبت کی ہوگی اور قیامت کے دن قابل رشک حالت میں ہوں گے۔''

(سنن ابوداؤد، شعب الایمان)

حسن اخلاق کی وجہ سے پسندیدگی، انسیت، لگاؤ، دلی تعلق میں ٹھہراؤ آجائے تو یہ جذبہ بتدریج محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ محبت میں گہرائی عشق پیدا کرتی ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں ذات کی نفی ہو جاتی ہے۔

کائنات مسلسل حرکت ہے — یہاں کہیں پڑاؤ نہیں، البتہ کچھ دیر سستانے کی اجازت ضرور ہے۔ جس نے دنیا میں رہتے ہوئے اس راز کو جان لیا، اس نے فلاح پائی۔ حرکت کا ایک رخ اعلیٰ اور دوسرا اسفل ہے۔ اعلیٰ رخ فرد کو خالق کائنات سے متعارف کراتا ہے جب کہ اسفل رخ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے۔

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر تخلیق کیا پھر اسے پست سے پست درجہ میں ڈال دیا۔''

(التین: ۴-۵)

مذکورہ بالا آیت دونوں رخوں کا تذکرہ کر رہی ہے۔ فرد چاہے تو ہدایت کو اختیار کرے اور اعلیٰ رخ کی طرف متوجہ ہو جائے یا پھر پست سے پست درجہ کا انتخاب کر کے جانوروں سے بدتر ہو جائے۔

لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ

عمرہ سروس

THE FLYING PEOPLE

تجمل ٹریولز

(پرائیویٹ) لمیٹڈ

D.T.S

TRAVEL AGENTS ASSOCIATION OF PAKISTAN
TAAP

• بجٹ پیکج

•• اکانومی پیکج

••• سٹار پیکج

ویزہ ہوٹل / ٹرانسپورٹ

ائیرلائن ٹکٹ زیارات

عمرہ کی رہنمائی اور تمام ائیرلائن کی سستی ترین ٹکٹ دستیاب ہیں

رانا تجمل حسین
0300-6654211
0321-6680266

طیب طاہر
0336-6333313
0347-7000038

Gole Bhawana &Aminpur Bazar, Faisalabad.
Email:tajammaltravels1@gmail.com
Ph: 041-2641904

PIA Pakistan International

طيران الخليج GULF AIR

QATAR AIRWAYS القطرية

airblue

Emirates

flydubai

العربية للطيران airarabia.com

SHAHEEN AIR

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

پروفیسر محمد طاہر

میٹر کا سورس کیا ہے ___؟

قانون یہ ہے کہ آدمی جس چیز کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے تو شے کا رنگ و روپ اس پر غالب آجاتا ہے۔ اس لئے مادی چیزوں پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے ان کو ثانوی حیثیت دی جائے تا کہ مادیت غالب نہ ہو۔ مادیت کو اولیت دینے سے محدودیت کا رنگ گہرا ہوتا ہے۔

تجھی کو دیکھنا، تیری ہی سننا، تجھ میں گم ہونا
حقیقتِ معرفت اہلِ حقیقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صاحبِ بصیرت کی قربت سے، اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے ۔ صاحبِ بصیرت کی مثال شیشہ کی ہے۔ شیشہ میں عکس دیکھنے کے لئے دل کی نگاہ سے واقفیت ضروری ہے۔ مومن یا صاحبِ بصیرت سے مراد شیخ کامل ہے۔ گویا شیخ کامل کے تصور سے بصیرت ملتی ہے۔

دل کا دیکھنا بصیرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا۔'' (النجم:۱۱)

تصورِ شیخ ___ بت شکنی ہے ۔ ہم مرشد کی طرف اس لئے متوجہ ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے دل سے غیر اللہ کا نقش مٹا دیتا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

''خیال یا شیخ سے تعلق محض اللہ کے لئے ہو۔ پس نہ وہ غیر حق ہے نہ عین حق بلکہ اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اللہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔''

(المائدہ:۳۵)

تصور ___ راہِ سلوک میں باطنی عبادت ہے ۔ مرشد کے خیال میں گم ہو جانے سے معرفت کے مراحل طے ہوتے ہیں۔ تصور گہرا ہوتا ہے تو احساس بن جاتا ہے اور سالک ہمہ وقت محبوب کو موجود پاتا ہے۔ دل مل جائے تو فیض حاصل ہوتا ہے۔

سالک میں اخلاص ہے تو مرشد کی خدمت میں حاضر ہونے سے نسبت پختہ ہوتی ہے اور کثافت ختم ہو جاتی ہے۔ مولانا رومؒ نے مثنوی میں حکایت لکھی ہے،

رومیوں اور چینیوں میں بحث چھڑ گئی کہ وہ بہترین رنگ بھرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ بادشاہ وقت نے دونوں کو بلایا اور فن میں مہارت ثابت کرنے کے لئے ایک کمرے میں پردہ لگا کر ایک حصہ رومیوں اور

دوسری طرف چینیوں کو ٹھہرایا۔ حکم دیا کہ کمرے کی دیواروں پر نقش و نگار بنائیں تاکہ فیصلہ ہو سکے کہ کون سا فریق زیادہ قابل ہے۔

رومی و چینی دونوں نے اپنے فن کو ثابت کرنے کے لئے خوب محنت کی۔ ایک فریق نے دیوار کو رگڑ کر اور مختلف رنگوں سے مزین نقش و نگار بنائے۔ فریق ثانی نے کوئی رنگ بھرا نہ نقش و نگار بنائے — دیوار کو رگڑ کر اس قدر چمکا دیا کہ دیوار شیشہ بن گئی۔

مقررہ وقت پر بادشاہ نے دونوں کی مہارت ملاحظہ کی۔ پہلے نقش و نگار سے مزین دیوار کا معائنہ کیا اور چینیوں کے فن کو سراہا۔ پردہ ہٹا اور بادشاہ دوسری طرف متوجہ ہوا تو وہ دیوار پہلی دیوار سے زیادہ خوب صورت نظر آئی۔ پردہ ہٹنے سے چینیوں کی نقش و نگار سے مزین دیوار کا عکس جب کمرے کی دوسری دیوار پر پڑا تو دیوار جو آئینہ بن چکی تھی، اس میں نقش و نگار پہلی دیوار سے زیادہ خوب صورت نظر آئے۔ بادشاہ حیران رہ گیا اور رومی فاتح قرار پائے۔

سالک کے دماغ کی اسکرین جتنی صاف و شفاف ہوگی اسی مناسبت سے مرشد کے نقش و نگار نظر آئیں گے اور وہ مرشد کے باطن سے فیض یاب ہوگا۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

کیا کہوں کیا دیکھا ان کا روئے تاباں دیکھ کر
بن گئے تصویر ہم تصویرِ جاناں دیکھ کر

قانون یہ ہے کہ آدمی جس چیز کی طرف پوری طرح متوجہ ہوتا ہے تو شے کا رنگ و روپ اس پر غالب ہو جاتا ہے۔ اس لئے مادی چیزوں پر توجہ مرکوز کرنے کے بجائے ان کو ثانوی حیثیت دی جائے تاکہ مادیت غالب نہ ہو۔ مادیت کو اولیت دینے سے محدودیت کا رنگ گہرا ہوتا ہے۔ آدمی اگر حق کی طرف متوجہ ہو جائے تو غیر کے نقوش دل کے آئینہ سے زائل ہوتے ہیں اور بندہ اللہ کے عشق سے جِلا پاتا ہے۔

دیکھت دیکھت ایسا دیکھ
مٹ جائے دھوکا، رہ جائے "ایک"

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب بیٹی یا بہن شادی ہو کر سسرال جاتی ہے تو پہلے دو بچوں کے نقوش ننھیال کے افراد (ماموں، خالہ) کی شکل و صورت پر ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ سسرال کے ابتدائی سالوں میں قلبی لگاؤ میکے کی طرف رہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہو، نقش و نگار اس کے مطابق ڈھال دیتا ہے۔ شکلیں ایک نہیں ہوتیں لیکن صفات منتقل ہونے سے صفات کا عکس گہرا ہو جاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت امام حسنؑ کی شکل و شباہت نبی اکرمؐ کے مشابہ تھی۔ یہ حضرت بی بی فاطمہؓ کی نبی اکرمؐ سے محبت کا نتیجہ تھی۔

عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''کسی چیز کے قریب ہونا اور کسی چیز کو پہچاننا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آدمی اس شے کی طرف ہمہ تن متوجہ نہ ہو۔ جب تک آدمی کسی چیز کی معنویت میں خود کو گم نہ کردے، اس کی کنہ سے واقف نہیں ہوتا۔ معنویت میں گم ہوجانا اس وقت ممکن ہے جب عقل و فہم اور سوچ کا ہر زاویہ ایک نقطہ پر مرکوز ہوجائے۔''

امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

''کارخانۂ قدرت میں تفکر کرنا عبادت ہے۔''

فکر ایسا آئینہ ہے جو خیر و شر میں امتیاز کرنا سکھاتا ہے۔ غور و فکر اپنی روح سے ہم کلام ہونا ہے۔ روح اللہ کا امر ہے جس میں رموز و اسرار ہیں۔ اسرار و رموز کا انکشاف — تدبر و تفکر سے ہوتا ہے۔

محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ ہر وقت یاد میں رہے۔ جس کی فکر درست ہوتی ہے اس کے کلام میں سچائی اور عمل اخلاص پر مبنی ہوتا ہے۔ کام کرنے سے پہلے ابتدا، انتہا، نتیجہ، اصلیت، ماہیت پر غور و فکر کرنے کو تدبر کہتے ہیں۔ ہم دنیا میں جتنے کام کرتے ہیں، کام کرنے سے پہلے شروع سے آخر تک چیزوں پر تفکر اور تدبر کرتے ہیں لیکن کام کی ابتدا جس خیال سے ہوتی ہے اس پر غور نہیں کرتے کہ خیال کیا ہے۔

اللہ کے دوستوں کی علامت یہ ہے کہ اللہ کی نشانیوں میں تفکر کرتے ہیں۔ اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور ان کا ہر عمل من جانب اللہ ہوتا ہے۔

تفکر کا محور وہ نقطہ ہونا چاہئے جو لامحدود ہے۔ اگر ذرّہ کی کنہ سے واقف ہونے کی کوشش کی جائے تو ذرّہ بھی لامحدود ہے۔ سورس کو نظر انداز کرکے شے میں تفکر کرنا محدودیت ہے۔ میٹر کا سورس کیا ہے، کس نے بنایا ہے اور میٹر کون سے قانون کے تحت متحرک ہے — ان عوامل پر غور سے ذہن لامحدودیت میں سفر کرتا ہے۔

قارئین! ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ آیات قرآنی میں تفکر کرنے سے معرفت الٰہی، اللہ کی نعمتوں میں تفکر کرنے سے محبت الٰہی اور اللہ کے وعدوں پر تفکر کرنے سے اللہ کی شان اور جلالت کا اظہار ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں تدبر اور تفکر کیا جائے تو عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ذکر کے بغیر تفکر بے جان قلب کی مانند ہے۔

ہر مذہب میں طہارت اور پاکی کی بہت اہمیت ہے۔ ذکر و تفکر سے ذہن پاکیزہ ہوتا ہے۔ بدن کی صفائی بھی خیالات کی صفائی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح خیالات اور کلمات بھی بدن کی صفائی کو متاثر کرتے ہیں۔ ناپاک خیالات سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے تصور اور تفکر کو مجتمع کرنا ضروری ہے جس سے قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے۔ خیالات کا انتشار

دل کی کم زوری کا باعث ہے۔

غور و فکر کی اہمیت کے بارے میں قدسی نفس ہستیوں کے ارشادات گرامی پیشِ خدمت ہیں۔

حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ ''تفکر ایسا آئینہ ہے جس میں مومن اپنی خوبیاں دیکھ سکتا ہے۔''

حضرت عامر بن عبدِ قیسؒ کا قول ہے کہ غور و فکر ایمان کی روشنی ہے۔ حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے لئے تفکر حجابِ آخرت ہے۔ آخرت کے بارے میں تفکر کرنا خیر و فلاح ہے۔ ڈاکٹر میر ولی الدینؒ کا قول ہے کہ تفکر انوار کی کنجی اور بصیرت کا نقطۂ آغاز ہے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے ''عَلَّمَ الْاَسْمَاء''
مقامِ ذکر کمالاتِ رومیؒ و عطارؒ
مقامِ فکر مقالاتِ بوعلی سینا
مقامِ فکر ہے پیمائشِ زمان و مکان
مقامِ ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں:

''جو قوم تلاش و جستجو، فکر و دانش اور غور و تدبر سے عاری ہوتی ہے وہ زمین پر غلام بن کر ذلیل و خوار ہو کر زندگی بسر کرتی ہے۔''

اولیاء اللہ کی گفتگو اسرار و رموز اور علم و عرفان سے پُر ہوتی ہے۔ ان کے الفاظ پر ذہنی مرکزیت کے ساتھ تفکر کیا جائے تو کائنات کی ایسی مخفی حقیقتوں کا انکشاف ہوتا ہے جن کا مشاہدہ انسان کو اس امانت سے روشناس کرا دیتا ہے جس کو سماوات، ارض اور جبال نے یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اس امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

ٹرین سے لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ جس ڈبے میں سفر کر رہا تھا اس میں ایک بوڑھا بھی تھا۔ عمر مجھ سے کافی زیادہ تھی۔ داڑھی بڑھی ہوئی اور بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ جسم سے بدبو آ رہی تھی۔ لگتا تھا کہ دن بھر جسمانی مشقت کرتا رہا ہے۔ حسب عادت اس سے باتیں کرنے لگا۔ بابا کہاں جانا ہے؟ وہ شخص مسکرایا اور کہا ''گھر''۔ میں تلملایا لیکن مجھے لگا کہ وہ عام شخص نہیں بلکہ کوئی ''بابا'' ہے جو اس نے مختصر اور جامع جواب دیا ہے۔ ذرا قریب ہوا اور کہا کہ ''جوانی اچھی ہوتی ہے یا بڑھاپا؟ اس نے کہا، جوانوں کے لئے بڑھاپا اور بوڑھوں کے لئے جوانی! میں نے کہا، وہ کیسے؟ بولا، بوڑھے جوان ہو جائیں تو وہ اپنی غلطیاں شاید نہ دہرائیں اور اگر جوان بوڑھوں کے تجربہ سے سیکھیں تو ان کی جوانی بے داغ اور بے عیب گزرے۔ (کتاب: زاویہ ۳)

نامے میرے نام

کرم فرما خواتین و حضرات نے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو دل کی گہرائیوں سے نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ قبول فرما کر روپ بہروپ کو دلہن کا روپ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قارئین کی خدمت کی توفیق دیں۔ رابطہ کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعہ موصول ہونے والے خطوط میں سے منتخب خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔

سلمان سلطان (کینیڈا): ورکشاپ 2017ء کے کتابچہ میں درج ہے کہ ''شعور، لاشعور، تحت لاشعور سب خیال کی بیلٹ پر سفر کر رہے ہیں۔ بیلٹ کی رفتار کی مناسبت سے اسپیس پھیلتی یا سمٹتی ہے۔ بیلٹ کی رفتار کا تعلق ''وقت'' سے ہے۔ وقت کیا ہے، یہ تشریح طلب بات ہے۔ اگر خواتین و حضرات نے اس سلسلہ میں دلچسپی لی اور رجوع کیا گیا تو اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ بیان کر دیا جائے گا۔'' براہ مہربانی تشریح فرما دیں۔ بیلٹ کی رفتار سے اسپیس کے پھیلنے اور سمٹنے کا کیا تعلق ہے—؟

محمد سعید انور (کراچی): روحانی ورکشاپ 2017ء کے کتابچہ میں ابتدائیہ کے عنوان سے آپ کی تحریر سے مستفید ہوا۔ گھر آکر دوبارہ پڑھا۔ تحریر ہے: شعور، لاشعور، تحت لاشعور سب خیال کی بیلٹ پر سفر کر رہے ہیں۔ بیلٹ کی رفتار کی مناسبت سے اسپیس پھیلتی یا سمٹتی ہے۔ بیلٹ کی رفتار کا تعلق ''وقت'' سے ہے۔ جاننا چاہتا ہوں کہ شعور، لاشعور، تحت لاشعور کی بیلٹ خیال ہے تو رفتار کم یا زیادہ ہونے کی وجہ کیا ہے۔ وقت کیا ہے، وقت کا بیلٹ سے کیا تعلق ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک خیال کئی روز ذہن پر مسلط رہتا ہے اور جمود طاری ہو جاتا ہے۔ ایسے موقع پر ذہن — رفتار — وقت کے مابین کیا تعلق ہے؟ جمود کو کیسے توڑا جائے؟

★ **آپ حضرات کے سوال کا جواب، نمبر آنے پر ''فقیر کی ڈاک'' میں دیا جائے گا، انشاء اللہ۔**

ڈاکٹر حمید احسن (کراچی): ایک سال سے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کا قاری ہوں۔ ''آج کی بات'' بہت زیادہ تفکر طلب ہے۔ ہر سطر — کائناتی سائنس کا فارمولا ہے۔ فروری کے شمارہ میں دن اور رات کا فارمولا پڑھ کر احساس ہوا کہ ہر سطر سے کسی نہ کسی فارمولے کا انکشاف ہوتا ہے۔ جس طرح آپ کی تصنیف ''احسان و تصوف'' بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان کے ایم اے اسلامیات کے نصاب میں شامل ہے اسی طرح ''آج کی بات'' یونی ورسٹیوں کے

نصاب میں شامل ہونی چاہئے باوجود اس کے کہ .Ph.D والا بھی اسے پڑھ کر اپنی علمی قابلیت صفر محسوس کرتا ہے۔ تجویز ہے کہ اسے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ رسالہ کا معیار بہت اچھا ہے۔ تمام مصنفین مبارک باد کے مستحق ہیں۔

★ **آپ اپنی درخواست بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان کے وائس چانسلر صاحب کو لکھ کر بھیج دیں۔**

نمیرہ شہزاد (اسلام آباد): ''آج کی بات'' میں لکھا ہے کہ ''حواس میں تفریق ـــــ رفتار ہے۔'' غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ رفتار کی وجہ سے حواس میں فرق پیدا ہوتا ہے۔ جب ذہن کی رفتار تیز ہوتی ہے، فرد دوسروں سے زیادہ فعال ہوتا ہے۔ آپ نے زمین پر آنے سے پہلے کے مقام کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ابا جی! مجھے یاد کیوں نہیں ہے کہ میں زمین پر آنے سے پہلے کہاں تھی ـــ؟

ذکیہ عابد (مظفر آباد): فروری 2017ء کا سرورق بے حد خوب صورت ہے۔ مرید ـــ مراد کے تصور میں گم ہو جاتا ہے تو ''من تو شدم، تو من شدی'' بن جاتا ہے۔ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا سرورق پر رنگوں کے استعمال میں بھی کوئی حکمت ہے جیسے فروری کے شمارہ میں بنفشی رنگ غالب ہے۔

★ **اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں ان میں سمجھ بوجھ سے کام لینے والوں کے لئے نشانی ہے۔'' (النحل:۱۳)**

نور العین (پاک پتن): پورا رسالہ پڑھتی ہوں۔ مضامین کے معیار میں اضافہ کے ساتھ مضمون کو عام فہم رکھنا مشکل ہے، اس کے لئے ادارہ تعریف کا مستحق ہے۔ لکھنے والوں میں نئے نام شامل ہو رہے ہیں ـــ محمد عاصم صاحب، فرزانہ پرویز، گلِ نسرین اور شبانہ بانو صاحبہ کے مضامین اچھا اضافہ ہیں۔

ذاکر الٰہی (بحرین): آپ نے روحانی ڈاک میں مریضوں کو اکثر یہ جواب دیا ہے کہ چمڑے کا جوتا پہنیں جب کہ مجھ سے فرمایا کہ ربڑ کا جوتا پہنیں کیوں کہ آپ (ذاکر الٰہی) کی روشنیاں زمین میں ارتھ نہیں ہو رہیں۔ اس وقت میرے ہاتھ پیر کام کے دوران پھٹ جاتے تھے۔ چمڑے یا ربڑ کا جوتا پہننے کی وجہ بیان فرما دیں کہ اس سے جسم پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ کسی مریض کو Distant Healing دیتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ سب کو ہیلنگ دی جائے۔ کیا کسی ایک مریض کو ہیلنگ کے ساتھ مجموعی طور پر پوری انسانیت کا تصور کر کے ہیلنگ دی جا سکتی ہے؟

ثمرین ملک (لاہور): میں بچوں کو کہانیاں پڑھ کر سناتی ہوں۔ ایک ماہ میں دو کہانیاں بہت کم ہیں، بچوں کے صفحات میں اضافہ کیا جانا چاہئے۔ اس کے ساتھ خواتین کے حوالہ سے بھی کوئی سلسلہ شروع کیا جائے جس میں بچوں کی تربیت، طبی مسائل اور قانون میں خواتین کے حقوق کے حوالہ سے کوئی سیریز ہو سکتی ہے۔

★ **تجویز زیر غور ہے۔**

ڈاکٹر زبیر احمد

آواز کی دنیا

سوالاکھ باروردکرنے سے جوفریکوئنسی بنتی ہے وہ قوی ارادہ شخص کےایک دفعہ کے کہنے سے پیدا ہوجاتی ہے۔اصل چیزتوانائی ہےجس سے باطنی علوم کے ماہرین واقف ہیں۔

کائنات کا ہرفرد ایک دوسرے سے لہروں کے ذریعے منسلک ہے ۔حیوانات میں بھی یہی ربط کام کرتا ہےاور وہ ایک دوسرے کوآواز کے ذریعے متاثر کرتے ہیں ۔آوازلہروں کے دوش پر سفر کرتی ہے ۔رابطہ مختلف نوعیت کا ہوسکتا ہے۔

حیوانات موقع کی مناسبت سے مختلف آوازوں کا استعمال کرتے ہیں ۔ امریکہ کے نرمگر مچھ مادہ کو راغب کرنے کے لئے آوازیں نکالتے ہیں ۔ شمالی امریکن بھیڑیا(کویوٹ)محسوس کرتا ہے کہ مخالف اس کی عمل داری پر قبضہ کرنا چاہتا ہےتو وہ اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے مختلف آوازیں نکالتا ہے۔ جانور اپنی حدود میں نئے جانور کے آنے پر بھی آوازیں نکالتے ہیں۔ عام مثال کتے کی ہے جو دوسرے کتوں کو اپنی حدود میں آنے نہیں دیتے اور بھونک کر تنبیہ کرتے ہیں۔

ڈولفن آوازوں کی وسیع رینج رکھتی ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ ڈولفن خاص زبان(Language) بولتی ہے ۔ محققین کوشش کررہے ہیں کہ کسی طرح آدمی ڈولفن سے رابطہ کرسکے ۔ ہرڈولفن کی دوسرے سے الگ مخصوص سیٹی جیسی آواز ہوتی ہے جس کے ذریعے غذا تلاش کی جاتی ہے ۔سر کے اگلے حصہ میں تھیلیوں کو Clicking Sound کے طور پر استعمال کرتی ہے۔آواز پانی میں سفر کر کے کسی شے سے ٹکراتی ہےتو پلٹ کر واپس ڈولفن کے پاس آتی ہے۔چمگادڑ کی طرح ڈولفن بھی ایکو لوکیشن کے قانون سے واقف ہے۔

حیوانات اپنی آواز سے مختلف کام لیتے ہیں۔ان میں تنبیہ کرنا، غذا کے مقام کی نشان دہی، مخالف جنس کوراغب کرنااورمعاشرتی اکتساب (سوشل لرننگ) وغیرہ شامل ہیں۔حیوانات کی اکثر نوعوں میں نر— مادہ کوسگنل دینے کے لئے مختلف آوازیں نکالتے ہیں اور ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں ۔ ان میں Hammer Headed Bats، سرخ ہرن ، ہاتھی،دریائی بچھڑااورسونگ برڈزشامل ہیں۔

اس کے علاوہ بندروں کا الارم کال دینا جسے دیگر حیوانات سمجھ لیتے ہیں۔ بندر کی ایک قسم Gibbons اپنی عمل داری کے لئے آواز نکال کر ساتھیوں کو اطلاع اور مخالفوں کو خبر دار کرتی ہے کہ ان کی حدود میں داخل نہ ہوں۔ دوسرے بندر آواز کے ذریعے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں کہ انہیں پیغام مل گیا ہے۔ مثلاً اگر کسی بندر نے اژدہے کو دیکھ لیا تو اس موقع پر جو آواز نکالی جاتی ہے اسے سن کر سارے بندر درخت پر چڑھ جاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ اژدہا آ گیا ہے۔

جانور مخصوص جسمانی اعضا کو رگڑ کر بھی آوازیں پیدا کرتے ہیں جیسے جھینگر اور ٹڈا۔ ان کے علاوہ مکڑی، قشریے (ایسے جانور جن کے خول سخت ہوں)، بچھو، چیونٹیاں، تتلی، ہزار پا (Millipedes)، صدپا (Centipedes) اور پروانے وغیرہ چرچراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ صوتی رابطہ کی ایک مثال استخوانی مچھلیوں کے Swim Bladder میں ہونے والا ارتعاش ہے۔ Swim Bladder اور اس سے ملحق صوتی پٹھوں کی ساخت میں اتار چڑھاؤ سے آواز کی وسیع اقسام پیدا ہوتی ہیں۔

اعضا کے آپس میں ٹکرانے کی آواز بھی صوتی سگنل کہلاتی ہے۔ نمایاں مثال ریٹل ناگ ہے جس کی دم سے آواز نکلتی ہے، یہ امریکہ میں پایا جاتا ہے۔ دم سے آواز نکلنا وارننگ سگنل ہوتا ہے۔ یہ آواز رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری مثالوں میں پرندوں میں چونچ کی کھٹ کھٹ اور گوریلاؤں کی سینہ کوبی شامل ہے۔

حیوانات کی دنیا میں ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ وہ تاخیر سے کوئی فیصلہ کریں۔ اکثر و بیش تر فوری فیصلے کرنا ہوتے ہیں کیوں کہ ان کی زندگی ہمہ وقت شکار اور شکاری کے گرد رہتی ہے لہٰذا صوتی رابطہ اضافی اطلاع ہے جس کی وجہ سے وہ بروقت فیصلہ کر کے اپنی حفاظت کرتے ہیں۔ سگنل دینے والے کو پیغام کنندہ کہتے ہیں۔ سگنل قبول کرنے والے کو وصول کنندہ کہتے ہیں۔ وصول کرنے والا پیغام کی نوعیت دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے کہ اطلاع وصول کرنا ہے یا نہیں۔ عموماً جانور اپنے سے بڑے جانور سے نہیں لڑ سکتا۔ لہٰذا کم فریکوئنسی والی آواز کو وہ اس طرح معنی پہنا تا ہے کہ یہ بڑی جسامت کے جانور کی آواز ہے۔

مختلف فریکوئنسی کی آوازیں اور متبادل حالات کے رابطہ کو کوڈ کہتے ہیں۔ پرفیکٹ کوڈ کے لئے ایک سگنل کافی ہوتا ہے۔ وصول کنندہ دوسری اطلاعات کے بجائے صرف اس سگنل کو وصول کرلے تو بہتر فیصلہ کرتا ہے۔ حیوانات میں سگنلز کے کوڈ کو وصول کرنے کی میکانیت مختلف ہے۔ کچھ کوڈ جینیاتی طور پر منتقل ہوتے ہیں۔

آواز کا پیدا ہونا میکا نزم ہے۔ یہ موجوں میں سفر کرتی ہے اور مخصوص طول موج رکھتی ہے۔ آواز کا طول موج — فریکوئنسی اور رفتار پر منحصر ہے۔ آواز کی

رفتار سب سے زیادہ ٹھوس اشیا میں ہوتی ہے۔ پانی میں رفتار درمیانی جب کہ ہوا میں کم ہوتی ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ حیوانات رابطہ کے لئے صوتی ترسیل کو استعمال کرتے ہیں کیوں کہ جسامت سے زیادہ طول موج کی آواز پیدا کرنا ان کے لئے طبعی طور پر مشکل ہے۔ چھوٹے حیوانات میں آواز کی فریکوئنسی زیادہ اور بڑے حیوانات میں کم ہوتی ہے۔

حشرات، مینڈک اور پرندوں کے سگنل ایک سیکنڈ میں کئی ہزار طول موج ہو سکتے ہیں۔ مفصلی پایہ (Arthropods) کا بیرونی ڈھانچہ سخت ہوتا ہے لہٰذا کوئی عضو جب ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً جھینگے (Shrimps) اپنے اینٹینا کو، بھونرے اپنے پیر اور جھینگر پروں کو رگڑتے ہیں۔ اوسط جسامت کے حیوانات کم فریکوئنسی کی آواز پیدا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آواز سے پہلے یا تو وہ درخت پر چڑھ جائیں گے یا اونچی جگہ پر بیٹھ جائیں گے۔ ہاتھی درخت پر چڑھ سکتا ہے نہ اڑ سکتا ہے لہٰذا اس کی آواز کی فریکوئنسی کم ہوتی ہے اور کئی کلومیٹر دور سے سنی جا سکتی ہے۔ یہی صورت وہیل کی ہے۔

محققین نے حیوانات پر مختلف تجربات کر کے مشاہدات حاصل کئے اور برسوں محنت کے بعد ان کی زبان سیکھنے اور ان سے باتیں کرنے میں کام یاب ہوئے۔ جیسے چند محققین جنہوں نے کوکو نامی گوریلا پر کئی سال کام کے بعد دعویٰ کیا کہ کوکو گوریلا ہزار اشارے اور دو ہزار الفاظ سمجھ سکتا ہے۔ اسی طرح ایلکس افریقی طوطا ہے جو انگریزی کے سو الفاظ جانتا ہے، چھ سے آٹھ تک گنتی کرتا ہے اور مختلف اشکال اور رنگوں کو پہچان لیتا ہے۔ عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطہ کا ذریعہ اور معلومات کے تبادلہ کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت ہم بہت سی چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھی چڑیوں کی چہچہاہٹ، پنگوڑے میں کھیلتے بچوں کی کلکاریاں، گلی میں پھیری والے کی صدا، کارخانہ میں متحرک مشینوں کی گڑگڑاہٹ اور لاتعداد دوسری آوازیں ہماری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں لیکن بہت سی آوازیں ایسی بھی ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ آوازیں ہماری سماعت سے ماورا ہیں۔''

آدمی کی سماعت کا دائرہ، بیس ہرٹز سے بیس ہزار ہرٹز فریکوئنسی تک محدود ہے جب کہ ورائے صوت موجوں کی فریکوئنسی بیس ہزار ہرٹز سے زیادہ ہے اس لئے ہمارے کان ان آوازوں کو نہیں سنتے۔

پیچیدہ امراض کی تشخیص و علاج، صنعت و حرفت اور تحقیق و تلاش کے لئے الٹرا ساؤنڈ ویوز کا استعمال عام ہو گیا ہے۔ لہریں صدائے بازگشت کے اصول اور آواز

کے ارتعاش کی بنیاد پر کام کرتی ہیں۔ لہریں مادہ (میٹر) کی مختلف حالتوں کے درمیان امتیاز کرسکتی ہیں۔

جسم کو حرکت دینے والی ایجنسی روح ہے۔ بندہ روح سے واقف ہوجائے تو جسم کی محدودیت سے آزاد ہوکر ٹائم اور اسپیس میں سفر کرسکتا ہے۔ روح سے واقف ہونے کے بعد شعور جس رینج میں آواز سنتا ہے وہ عام شعور کی حد سے ماورا ہے۔

دھیمی آواز کی طول موج کم ہونے سے فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے۔ آواز میں دماغ کے ساتھ دل کی آواز شامل ہو جائے تو فریکوئنسی کی طاقت عام شعور سے ماورا ہوجاتی ہے۔ اس کے اثرات ماحول میں سرایت کرجاتے ہیں۔

حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور چرند پرند حمد پڑھتے تھے۔ حضرت داؤدؑ بہت خوش الحان تھے۔ جب لحن کے ساتھ زبور کی تلاوت کرتے تو چلتا پانی ٹھہر جاتا، اڑتے پرندے قریب آکر بیٹھ جاتے تھے۔ پہاڑ اور چرند پرند آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تسبیح کرتے تھے۔

''ہم نے تابع کئے پہاڑ، اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جان دار جمع ہوکر، سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے۔'' (ص: ۱۸-۱۹)

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

''حضرت داؤدؑ کے ہمراہ پرندوں اور پہاڑوں کی تسبیح کی توجیہ یہ ہے کہ قوی ہمت والا نفس جب کسی کیفیت سے بھر جاتا ہے تو قریب رہنے والے نفوس میں اس کی کیفیت سرایت کرتی ہے اور جب وہ کسی پتھر یا درخت سے کچھ سنتا ہے تو اس کی قوت دوسرے لوگوں میں بھی سرایت کرتی ہے اور پھر دوسرے لوگ بھی اسی طرح سنتے ہیں جس طرح اس نے سنا ہے۔''

آواز کے قانون میں اہم بات فریکوئنسی سے واقف ہونا ہے۔ جانوروں کی دنیا میں آواز کا استعمال وسیع معنوں میں ہوتا ہے۔ وہ قریب اور دور بہت سے افعال آواز کی مدد سے انجام دیتے ہیں۔ ان کی حس سماعت اس قدر تیز ہے کہ دور دراز موجود شے کا پتہ لگالیتے ہیں اور اپنی نوع کے فرد سے پیغامات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ یہ خصوصیت صرف حیوانات میں نہیں، دیگر مخلوقات میں بھی ہے۔

ایسی بہت سی باتوں کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ دور رہنے والے کسی فرد کے بارے میں سوچا اور اس کا فون یا اس کی طرف سے جواب آگیا لیکن فرد اتفاق سمجھ کر اس میکانزم پر غور نہیں کرتا۔ اس طرح کسی کو کچھ نہ کہہ کر بھی ہم اپنے تاثرات اس تک پہنچا دیتے ہیں ۔ یہ سب لہروں کے ذریعے ہوتا ہے۔ لہریں وائبریشن پیدا کرتی ہیں اور وائبریشن ـــــ آواز ہے۔

سوا لاکھ بار ورد کرنے سے جو فریکوئنسی بنتی ہے وہ قوی ارادہ والے شخص کے ایک دفعہ کے کہنے سے پیدا ہوجاتی ہے۔ اصل چیز توانائی ہے جس سے باطنی علوم کے

ماہرین واقف ہیں کہ شے میں کتنی توانائی درکار ہے۔

رابطہ آواز کے ذریعے ہوتا ہے۔ جو آواز مادی سماعت کا حصہ بنتی ہے وہ محدود فریکوئنسی میں سفر کرتی ہے یعنی بیس ہرٹز سے بیس ہزار ہرٹز۔ بالفاظ دیگر کائنات میں بہت سی آوازیں ہیں جو ہماری سماعت کا حصہ بنتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کی فریکوئنسی ہماری سماعت کی حد کے برابر ہو مگر — جب کوئی شے ہماری سماعت کا حصہ بن جاتی ہے تو اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ محدود ہوگئی اور پوری طرح سے آواز کا ادراک نہیں ہوا لہٰذا جو سنا اس میں تغیر پیدا ہوگیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ تفکر سے سماعت کی حد بڑھ جائے تو بندہ ان آوازوں کو سن لیتا ہے جو عام فہم میں نہیں آتیں۔

آواز چوں کہ ہوا کے دوش پر سفر کرتی ہے لہٰذا ہوا کی رفتار کا آواز سے براہ راست تعلق ہے۔ ہوا کی فریکوئنسی بہت بڑھ جائے تو آواز کی فریکوئنسی بھی اس شدت کی ہوتی ہے جس سے اقوام تہس نہس ہو جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں ایسی قوموں کا ذکر ہے جنہوں نے نافرمانی کی اور ان پر آندھی اور ہوا کا عذاب آیا۔

''اور عاد کو نہایت تیز آندھی سے تباہ کر دیا گیا۔''

(الحاقۃ: ٦)

'' پھر جب انہوں نے اس کو دیکھا کہ بادل ان کے میدانوں کی طرف آرہا ہے تو کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ نہیں، بلکہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے یعنی آندھی جس میں درد ناک عذاب بھرا ہوا ہے۔'' (الاحقاف: ٢٤)

سوال یہ ہے کہ فریکوئنسی کیا ہے —؟

کسی لہر میں فی سیکنڈ ارتعاش کی تعداد یا کسی شے کے وقت کے ایک یونٹ (سیکنڈ) میں واقع ہونے کی تعداد کو فریکوئنسی کہتے ہیں۔ فریکوئنسی دراصل مقداریں ہیں اور کائنات میں ہر شے مقداروں پر قائم ہے۔ مثلاً تربوز کی تعریف اس وقت مکمل ہوگی جب تربوز جن رنگوں سے بنتا ہے وہ سارے رنگ جمع ہوں تو اس کا نام تربوز ہے۔

آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطہ کا ذریعہ اور معلومات کے تبادلہ کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت ہم بہت سی چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھی چڑیوں کی چہچہاہٹ، پنگوڑے میں کھیلتے بچوں کی کلکاریاں، گلی میں پھیری والے کی صدا، کارخانہ میں متحرک مشینوں کی گڑگڑاہٹ اور لاتعداد دوسری آوازیں ہماری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں لیکن بہت سی آوازیں ایسی بھی ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ آوازیں ہماری سماعت سے ماوراء ہیں۔

عظیمی

چاند کی کرنوں سے ــــــ

گھنے اور لمبے بالوں کی نشو ونما

45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

روغن گلوسبز

کراچی: 021-36039157
حیدرآباد: 0222781798
میر پور خاص: 03133508543
ڈگری: 03453700144
ملتان: 03006338192

فیصل آباد: 041-8540132
لاہور: 03224112737
راولپنڈی: 051-5169242
اٹک: 03135168800
ہری پور: 03135914147

پشاور: 03219110156
مانسہرہ: 03005621447
مظفر آباد: 05822446661
میر پور: 03455701558

کوکب شاہ عالم

چمک دار دانت

قدرت نے مخلوق کی غذائی ضروریات کے لئے انواع واقسام کی چیزیں پیدا کی ہیں۔رنگ اور خواص کے اعتبار سے ہر شے دوسری سے مختلف ہے اور متعدد فوائد رکھتی ہے۔ زیرِنظر مضمون کیلے سے متعلق ہے جو بچوں، بڑوں اور ہر عمر کے افراد میں یکساں پسند کیا جاتا ہے۔ اسے عربی زبان میں موز، بنگالی میں کلہ،سواحلی (افریقی) میں اندازی ، فرانسیسی میں بنانے، انڈونیشی میں پیسنگ اور انگریزی میں Banana کہتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں کیلے کی کئی اقسام کاشت کی جاتی ہیں جو مختلف ذائقوں اور غذائیت کی حامل ہیں۔ چند مشہور اقسام میں انوپان، سلہٹ، ڈھاکا جنگلی، مال ٹھوک، سون بیجا، کوکنی، رائے کیلا، رام کیلا، چینیہ، بگیرا، نہنگا، چھپا، صغری، بھینسا، بمبئی کیلا، ہری چھال کا کیلا اور چتی دار کیلا وغیرہ شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وادیٔ سندھ میں کیلا سب سے پہلے سکندرِ اعظم کے زمانہ میں کاشت کیا گیا۔

آدھا کلو کیلے میں 450 حرارے، غذائی اجزا 80 فیصد، تقریباً 4/3 حصہ پانی، شکر 5/1 حصہ اور باقی نشاستہ، حل پذیر ریشے، معدنیات اور حیاتین ہوتے ہیں۔ جسم کو فربہ کرنے والے جزو نائٹروجن کے علاوہ اس میں میگنیشیم، فاسفورس، گندھک، لوہا اور تانبا بھی پایا جاتا ہے۔

کیلے میں سیب کی نسبت چار گنا زیادہ پروٹین، دوگنا زیادہ کاربوہائیڈریٹ، تین گنا زیادہ فاسفورس، پانچ گنا زیادہ وٹامن اے اور دیگر حیاتین اور معدنیات سیب کی نسبت دگنے ہیں۔ یہ حیاتین (وٹامن) کے لحاظ سے بہترین پھل ہے۔نشاستہ وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔

شوگر تین اقسام کی پائی جاتی ہیں۔ سکروز، فرکٹوز اور گلوکوز۔ یہ کیلے کے ریشوں میں موجود ہوتی ہیں جس کی وجہ سے کیلا فوری اور دیرپا توانائی فراہم کرتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں کچا کیلا بطور سبزی استعمال ہوتا ہے۔ مالا بار، مدراس، آندھراپردیش، کیرالا، بنگال اور برما وغیرہ میں کچا کیلا دال اور گوشت میں ملا کر پکاتے ہیں۔ بنگال میں جھینگے کے ساتھ اس کی بڑی لذیذ ڈش بنتی ہے۔ افریقہ میں گندم کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کچے کیلے کو سکھا کر اس کا پاؤڈر بنا کے روٹی کی شکل میں کھاتے ہیں۔

تحقیق کے مطابق ڈیڑھ گھنٹے کی سخت مشقت کے بعد

توانائی کی بحالی کے لئے دو کیلے کافی ہیں۔ کھلاڑی (ایتھلیٹ) غذا میں اس کا استعمال ضرور کرتے ہیں۔

کیلے کو روزمرہ غذاؤں میں شامل کرنا متعدد بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ وٹامن بی 6 سے بھرپور کیلے کے استعمال سے آپ نیند کے لئے خواب آور ادویات کو بھول جائیں گے۔ اس میں وافر مقدار میں آئرن کی وجہ سے جسم میں خون کی کمی نہیں ہوتی۔ بلند فشار خون (High Blood Pressure) کو معتدل رکھنے میں مفید ہے۔ کیلے میں پوٹاشیم کی مقدار زیادہ اور نمکیات کم ہونے سے خون کا دورانیہ بہتر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کیلا دماغی طاقت میں اضافہ بھی کرتا ہے۔

کیلے کا استعمال قبض، سینے کی جلن، ذہنی تناؤ، اعصابی کھچاؤ اور السر میں مفید ہے اور حاملہ خواتین کے جسمانی درجہ حرارت کو کنٹرول کرتا ہے جو ماں اور بچہ دونوں کی صحت کے لئے ضروری ہے۔

کیلے میں غذائیت کے ساتھ کینسر جیسے امراض سے نجات کے بھی خواص ہیں۔ ماہرین کے مطابق ٹیومر نیکروسز فیکٹر (Tumor Necrosis Factor) نامی مادہ، کینسر کے جراثیم کو کم زور کرتا اور اس کی افزائش کو روکتا ہے۔

دوائی کے طور پر پھل کے علاوہ کیلے کے درخت کے پتے، جڑ اور دیگر حصے استعمال کیے جاتے ہیں۔ کیلے سے خشک کھانسی اور گلے کی خشکی دور ہوتی ہے۔ باقاعدگی سے کھایا جائے تو دبلا پن اور کم زوری دور ہوتی ہے۔ جلے ہوئے مقام پر اس کا لیپ لگانے سے سوزش اور درد دور ہوتا ہے۔ آشوب چشم اور گرمی کے لئے کیلے کے پتے آنکھ پر رکھنے سے راحت ملتی ہے۔

ڈپریشن کے مریضوں کو کیلا کھلایا گیا اور مفید نتائج سامنے آئے۔ ایک وجہ کیلے میں ٹرپٹوفان ہے۔ اس پروٹین سے اعصابی تناؤ کم ہوتا ہے۔ یہ موڈ کو بہتر بناتا ہے۔ کیلے کے چھلکے رات کو سونے سے پہلے دانتوں پر رگڑنے سے دانتوں میں چمک پیدا ہوتی ہے کیوں کہ اس میں موجود پوٹاشیم، میگنیشیم اور مینگنیز دانتوں کا پیلا پن دور کرتے ہیں۔

محمد عدنان خان

پرتیاہار

نورِ ہدایت سے معمور ایک ایسے تشنہ روح فرد کی سرگزشت جس کو حوادث نے استدراج کی سیاہ گھاٹیوں اور کالے علوم کے اندھیرے راستوں کا مسافر بنا دیا تھا۔

بابا سونیری کی تربیت سے میرا شمار بڑے جادوگروں میں ہونے لگا۔ایک روز دادا محلّہ میں ادھیڑ عمر مجذوب کا شکار ہو کر بصارت سے محروم ہو گئے اور ہمیں علاقہ چھوڑنا پڑا۔ بقول بابا سونیری تربیت کی نئی سمت کا تعین ہو چکا تھا۔ایک قدیم قبرستان کے قریب رہائش اختیار کی۔تاریک رات میں جھونپڑی میں اجنبی کی موجودگی سے خوف زدہ ہو گیا۔وہ وڈیرا دھاندل سے انتقام لینا چاہتا تھا لیکن میرے دادا کی وجہ سے قید میں تھا۔دادا ملوکا کے دوست کرم علی کے مرشد سے خوف زدہ تھے۔کرم علی نے ملوکا کے مرشد کے منع کرنے کے باوجود گھڑ دوڑ میں حصہ لیا۔وہ دوڑ جیت گیا اور دھاندل سے مزید دشمنی مول لی۔کرم علی کے مرشد کے حکم پر گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔صبح اس کا گھر شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ملوکا کو انصاف دلانے کا وقت آ گیا تھا۔سب سے پہلے دھاندل کو تحفظ دینے والے سہاسی جادوگر کو ٹھکانے لگایا اور پھر عیاش بیٹوں کی موت نے دھاندل کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ملوکا آزاد ہو چکا تھا،کرم علی کے مرشد نے اسے قبول کرلیا اور میرے لئے نیک راہ اختیار کرنے کا پیغام بھجوایا۔میں ہنی دان پہنچا تو ہر طرف آگ تھی۔دادا بری طرح زخمی تھے اور بابا سونیری راکھ کے ڈھیر پر پڑے تھے۔باطناری اجنّہ نے حملہ کر دیا تھا۔بابا سونیری نے باطناریوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔جانتا تھا کہ وہ بدلہ لینے پھر آئیں گے۔ہم جوابی حملہ کے لئے تیار تھے۔گھمسان کا معرکہ ہوا جس میں دونوں طرف بھاری نقصان ہوا۔جالموت کے اکثر ساتھی مارے گئے۔دادا اور بابا سونیری جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور میں بے ہوش ہو گیا۔آنکھ کھلی تو سلطنتِ اجنّہ میں باطناریوں کی قید میں تھا۔موقع ملتے ہی فرار ہوا اور ظربوق سے ملاقات ہوئی—میرے جسم پر کیڑے لگ چکے تھے۔ظربوق نے بتایا کہ وہ حضرت صاحب کا معتقد ہے اور حضرت صاحب ہی کیڑوں سے نجات اور سلطنت اجنّہ سے نکلنے میں میری مدد کر سکتے ہیں۔

جنات کی کھال سخت ہوتی ہے۔مسام نسبتاً بڑے ہوتے ہیں جنہیں دیکھنے کے لئے باریک بینی کی ضرورت نہیں۔عصری علوم کی تعلیم کے دوران پروفیسر صاحب نے مجھے انسانی خلیوں (Cells) سے متعلق بہت کچھ پڑھایا اور دکھایا تھا۔ایک جیسے خلیے کس طرح مل کر ٹشو بناتے ہیں اور کس طرح ایک جیسے ٹشوز سے کسی عضو کی تشکیل ہوتی ہے۔خلیے کن اجزا پر مشتمل ہیں۔ان میں نیوکلیس (مرکزہ) کا کیا کردار ہے۔

کروموسومز کیا ہوتے ہیں اور کہاں پائے جاتے ہیں، کیسے بنتے اور تقسیم ہوتے ہیں۔ ڈی این اے کیا ہے، جینیٹک کوڈ میں ڈی این اے کا کردار کیا ہے۔ گویا خلیہ کی حیثیت جسمِ انسانی میں اینٹ کی ہے۔

نگاہ خوردبین کی مانند ظربوق کے ہاتھ میں جناتی خلیوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ جس طرح انسانی خلیوں میں کروموسومز کے 23 جوڑے ہوتے ہیں ، جناتی خلیوں میں بھی کروموسومز کے 23 جوڑے تھے ۔ مگر جوڑے میں ایک کروموسوم خاصا بڑا — دوسرا اس کے مقابلہ میں چھوٹا تھا۔ ڈی این اے (ڈی آکسی رائبو نیوکلک ایسڈ) کے مالیکیول ''نیوکلوٹائڈ'' کے تین اجزا میں سے ''فاسفیٹ گروپ'' اور ''فائیوکاربن شوگر'' تو انسانی ڈی این اے جیسے تھے۔ جب کہ تیسرا جزو جو نائٹروجن رکھنے والے ''نیوکلیوبیس'' پر مشتمل ہے، اس کی چار اقسام ہیں ، جنات میں ڈی این اے کا تیسرا جزو قطعی مختلف تھا۔ اسے ''نیوکلیوبیس'' کے بجائے ''فاسفوبیس'' کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کیوں کہ اس بیس کا بنیادی حصہ فاسفورس پر مشتمل تھا اور اقسام چار کے بجائے سات تھیں۔

کائنات آگ، مٹی، ہوا اور پانی کا عجیب وغریب سنگم ہے۔ ہر چیز کی اپنی جزویات وخصوصیات ہیں جو ایک دوسرے میں فنا ہو رہی ہیں۔ ظربوق کے جسم میں لرزش نے میرے ارتکاز کو توڑ دیا۔ وہ خوف سے لرز رہا تھا۔

میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر پیٹھ تھپتھپائی۔

ہماری زمین جو نوعِ آدم کے علاوہ دیگر مخلوقات کا مسکن ہے ، یہاں ہوا اور مٹی میں نائٹروجن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ نائٹروجن رکھنے والے مرکبات کی بڑی مقدار ہوا اور مٹی میں موجود ہے جو کہ آدمی کے مادی وجود میں معین مقداروں کا تسلسل برقرار رکھنے میں مددگار رہے۔ اسی طرح جنات کی دنیا میں فاسفورس کو خاص اہمیت ہے۔ سلطنتِ اجنّہ میں فاسفورس رکھنے والے مرکبات کی بڑی مقدار ہوا اور پانی میں موجود ہے جو جنات کے وجود میں معین مقداروں کا تسلسل رکھنے میں مددگار ہے۔ سائنس بتاتی ہے کہ سرخ اور سفید، فاسفورس کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں۔

ظربوق کھانے کے ساتھ سفید فاسفورس اور پارے کا مرکب ''شنگرف'' لایا تھا۔ کھانے کے بعد میرے جسم پر اس کا لیپ کیا۔ ظربوق کے بقول خلیفہ صاحب کا کہنا ہے کہ اس سے نئی کھال بننے میں مدد ملے گی۔

باظناریوں سے لڑائی کے دوران کھال جھلس جانے اور کیڑے پڑنے سے میں جس اذیت سے گزرا تھا، وہ میں ہی جانتا ہوں۔ ظربوق اور اس کے بزرگوں کا شکر گزار تھا کہ انہوں نے کسی غرض کے بغیر میری مدد کی۔

سرخ فاسفورس کی وجہ سے عام طور پر شنگرف سرخ ہوتا ہے مگر لیپ کی تیاری میں دیگر ادویات کے ساتھ سفید فاسفورس استعمال کیا گیا تھا اس لئے رنگ سفید تھا۔ سفید رنگ کے لیپ نے وجود کو ڈھانپ لیا۔

شنگرف کے لیپ میں نہ جانے کیا بات تھی کہ ذہن یک سو ہونے سے کمرے کے سفید رنگ میں گم ہوگیا اور خود کو ایک ایسی جگہ دیکھا جہاں صرف دو چیزیں تھیں،

۱۔ اپنے ہونے کا احساس

۲۔ سفید رنگ

وجود سفید رنگ میں مغلوب ہوگیا۔ چھت تھی زمین نہ دیواریں—ہر طرف سفیدی تھی۔ ٹھنڈک کے لطیف احساس اور سکون کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں— فقط مشاہدہ اظہار کا ذریعہ ہے۔

نہیں معلوم اس کیفیت میں کتنا وقت گزرا۔ ارتکاز ٹوٹا اور میں ایک بار پھر کمرے کے ماحول سے وابستہ ہوگیا۔ یہ کیفیت کئی روز تک جاری رہی۔ اس دوران ظربوق کے مطابق سفید لیپ اور کمرے کے سفید ماحول کی وجہ سے اسے مجھے دیکھنے میں دقت پیش آتی تھی۔ اس کے بقول ایسا بھی ہوتا کہ وہ کمرے میں آتا اور مجھے ڈھونڈ کر واپس چلا جاتا۔ وہ میری کیفیت اور کمرے کے میکانی نظام سے بے خبر تھا۔

سرور کی کیفیت اختیاری نہیں تھی خود بہ خود طاری ہوتی اور ٹوٹتی تھی۔ اس کیفیت کو اختیاری طور پر قائم رکھنے کے لئے ''حبس دم'' کا عمل شروع کیا۔

عمل تکمیل کے نزدیک تھا کہ کمرے میں ہل چل ہونے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ لرزنے لگا اور ایسا شور و غوغا ہوا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے۔

گھبرا کر باہر نکلا تو خلیفہ صاحب کو تیزی سے اپنی جانب آتے دیکھا۔ وہ مجھے کمرے میں جانے کا اشارہ کر رہے تھے۔ میں واپس پلٹا۔ اس دوران وہ بھی کمرے میں آگئے اور تیز لہجے میں بولے—

تمہاری حفاظت ہمارے لئے امتحان بن گئی ہے۔ آئندہ کوئی عمل کرنے سے پہلے ہمیں ضرور آگاہ کرنا۔ شیاطین اور باطناری اجنّہ تمہاری کھوج میں ہیں۔ ہم تمہیں زیادہ دیر یہاں نہیں رکھ سکتے۔ تمہیں واپس زمین پر اپنے ماحول میں جانا ہوگا۔ خلیفہ صاحب کے چہرہ پر سنجیدگی معاملہ کی نزاکت کا پتہ دے رہی تھی۔

باہر کیا ہو رہا ہے—؟ میں پریشان ہوگیا تھا۔

وہ تمہیں لے جانا چاہتے ہیں، تم ان کے قیدی ہو۔ خلیفہ صاحب سپاٹ لہجہ میں بولے۔

میں نے کہا، اگر انہوں نے یہاں یورش کی کوشش کی تو مجھے بھی لڑنے کا موقع دیا جائے۔

وہ بولے، تم ہمارے مہمان ہو اور ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں بحفاظت زمین پر بھیج دیا جائے۔ رہ گئی بات شیاطین اور باطناریوں کی تو ہم اللہ کی مدد سے ہم ان کا مقابلہ کرلیں گے۔

میں حضرت صاحب سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔ میرا لہجہ حتمی تھا۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد مجھے غور سے دیکھتے ہوئے انہوں نے پوچھا، کیا تم استدراجی زون سے نکلنا چاہتے ہو؟

مجھے کچھ سوالوں کے جواب چاہئیں۔ حضرت صاحب

سے ملاقات میری راہ نمائی کرے گی۔ میں یک دم اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرلوں ـــــ؟ اپنے استاد بابا سونیری کی محنت پر کیسے خاک ڈال دوں، مجھے راہ نمائی چاہیئے۔ زندگی بھر کی محنت تیاگنے کے لئے وجوہات درکار ہیں۔

خلیفہ صاحب نزدیک آئے اور دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھ کر سر کو خفیف جنبش دی۔ شفقت سے دونوں ہاتھ میرے گالوں پر رکھے اور خاموشی سے باہر نکل گئے۔ شفقت اور محبت سے اندازہ ہوگیا کہ اب حضرت صاحب سے میری ملاقات جلد ہوگی۔

تھوڑی دیر کے بعد باہر کی فضا معمول پر آگئی۔ آج خلاف معمول ظربوق کی جگہ کھانا دوسرا جن لے کر آیا تھا۔ میرے اشارہ پر وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

بھاکا زبان میں ظربوق کے بارے میں پوچھا، وہ سمجھ نہ سکا۔ معلوم ہوا کہ وہ ہندی اور سنسکرت سے واقف ہے۔ اس نے ہندی میں بتایا کہ ظربوق بیمار ہے اور خلیفہ صاحب اس کی دیکھ بھال کررہے ہیں۔ ظربوق کی جگہ آنے والے جن کا نام ”مردال“ تھا۔ مجھ سے زیادہ بات کرنے سے گریزاں دکھائی دے رہا تھا۔ بہرحال اس کے ذریعے ظربوق کو سلام ودعا بھجوائی۔ مزید دو دن مردال کھانا لے کر آتا رہا۔

میں نے خود کو حالات کے سپرد کردیا تھا۔ حضرت صاحب سے ملنے کا متمنی تھا کہ وہ فیصلہ کرنے میں راہ نمائی کریں کہ میں کیوں کر ایک راستہ کو چھوڑ کر ایک ایسا راستہ اختیار کرلوں جس کے متعلق آگے جا کر پتہ چلے کہ میں نے ایک بار پھر غلطی کی۔

بہت سے سوالات ذہن میں کلبلا رہے تھے۔ جواب میں اندھیروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جس راستہ پر چلانے کے لئے بابا سونیری نے دن رات تربیت کی، بڑی بڑی ریاضتیں کروائیں، کنارہ کش ہونے کے لئے میرے اندر مزاحمت تھی جس نے مجھے توڑ دیا تھا۔

تیسرے روز ظربوق کھانا لے کر آیا تو ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ کم زور دکھائی دے رہا تھا اور رنگ جلا ہوا تھا۔ کھانا بیڈ پر رکھ کر وہیں ڈھے گیا۔

کیا بات ہے ظربوق تمہیں کیا ہوا ہے، ماتھے پر چوٹ کیسے لگی؟ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ کم زور آواز میں بولا، تم نے میری جان بچائی تھی تو میں کیسے پیچھے رہتا دوست۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں چونک گیا۔

شیاطین نے باطناریوں کے ساتھ مل کر تمہیں یہاں سے لے جانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

اس کی بات کاٹی اور پوچھا، لیکن تم زخمی کیسے ہوئے؟

مجھے غصہ آگیا تھا اور میں خلیفہ صاحب کے روکنے کے باوجود ان سے لڑنے کے لئے احاطہ سے باہر چلا گیا۔

ظربوق تم ایک اچھے جن ہو اور تمہیں اچھا شاگرد بھی بننا چاہیئے۔ استاد کے روکنے یا منع کرنے پر رک جانا چاہیئے تھا۔ حکم عدولی کرکے تم نے غلطی کی۔

ٹھیک کہتے ہو حمورابی۔

ظربوق کی زبان سے آج اپنا نام بڑا عجیب لگا۔

خلیفہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں—؟

وہ تھوڑی دیر میں یہاں آئیں گے۔

باتوں میں مگن تھا کہ خلیفہ صاحب آ گئے اور مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا۔فضا پر کیف تھی۔

خلیفہ صاحب میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولے، تم حضرت صاحب سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

میں تو آپ سے بھی کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے کہا، پوچھو!

شعور کس کے تابع ہے—؟

خلیفہ صاحب نے یک لخت مجھے دیکھا اور کچھ دیر رک کر دوبارہ چلنا شروع کیا۔انہوں نے کہا، وہ جس کے احاطۂ قدرت میں تمام کائنات ہے۔ جو سماعت و بصارت و گویائی اور دیگر حواس عطا کرتا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر شے اس کے حکم کی تابع ہے۔بحر و بر میں ہر شے کی حرکت اس کے علم میں ہے ۔اس ہستی کا تعارف پیش کرنے سے الفاظ عاجز ہیں ۔ وہ ایسی ہستی ہے جس کی مرضی سے ہر وجود قائم ہے مگر وہ خود سانس لینے کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہے۔اسے جس نام سے پکارو، اس کے سب نام اچھے ہیں۔ وہ اللہ ہے—وحدہ لاشریک ہے۔

جب میرا شعور اس کے تابع ہے تو جو راستہ میں نے اختیار کیا، شعور کے تابع ہو کر کیا۔ پھر میں غلط کیسے ہوسکتا ہوں —؟ میں نے پوچھا۔

خلیفہ صاحب نے فرمایا، راستہ کے انتخاب کا اختیار دیا گیا ہے۔ اچھا کیا ہے اور برا کیا — نفس واقف ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے پر آدمی پرسکون یا بے سکون ہو جاتا ہے۔کھرے اور کھوٹے کی کسوٹی کو شعور خوب جانتا ہے اور اللہ کسی پر جبر نہیں کرتا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے،

''دین میں جبر نہیں۔صحیح بات غلط سے الگ رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لایا، اس نے مضبوط سہارا پکڑلیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ: ۲۵۶)

خلیفہ صاحب کی باتوں میں وزن تھا مگر میرے لئے فوری یہ سب قبول کر لینا ممکن نہیں تھا۔مزید سوالات پوچھنے کی ہمت نہیں کرسکا۔

ذہن پر بوجھ بڑھ گیا۔ دماغ میں وحدانیت کا تصور مبہم لیکن موجود تھا مگر میں دل کے آئینہ میں حقیقت کا عکس دیکھنے سے قاصر تھا۔

خلیفہ صاحب میری اندرونی کیفیت سے آگاہ تھے۔ مسکرا کر میری جانب دیکھا اور کہا—سب دھول چھٹ جائے گی اور غبار بیٹھ جائے گا جب رحمت کی برکھا برسے گی اور پھر—سب صاف صاف نظر آنے لگے گا۔

الفاظ میں نہ جانے کیا اثر تھا کہ آنکھیں سمندر بن

گئیں۔ دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر بیٹھتا چلا گیا کہ خلیفہ صاحب نہ دیکھ لیں لیکن ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ آنسو تھے کہ رک نہیں رہے تھے۔ وہ بہت دیر تک میرا سر سہلاتے رہے اور میں روتا رہا۔ خون میں شامل ہونے والی سیاہی آنسوؤں کی صورت نکل رہی تھی۔

جب آنسو تھم گئے اور دل سنبھل گیا تو خلیفہ صاحب کمرے تک لے کر آئے اور دروازے پر چھوڑ کر پلٹتے ہوئے کہا، ایک دو دن میں ظربوق تمہارے جسم سے شنگرف اور دواؤں کا آمیزہ صاف کر دے گا، نئی کھال کی تشکیل مبارک ہو۔

ظربوق پرانے لیپ کو ہٹائے بغیر اس پر نیا لیپ کر دیتا تھا جس سے جسم پر سفید ماسک کی تہیں بن گئی تھیں۔ بعض اوقات طبیعت الجھ جاتی مگر یہ الجھن کیڑوں کی اذیت سے بہت کم تھی۔ برداشت اور ضبط کی تربیت مجھے دی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ حالت میں بھی میرے معمولات بیماروں جیسے نہ تھے۔ باظناریوں سے جنگ اور جسم پر کیڑے لگنے سے جس اذیت سے میں گزرا تھا، وہ ناقابل بیان ہے۔ کم زور یا عام فرد اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ خوش آئند بات یہ تھی کہ میرا جسم پہلے جیسا ہو جائے گا۔ خلیفہ صاحب مجھے پیشگی مبارک باد دے چکے تھے۔ سلطنت اجنّہ میں آنے کے بعد یہ پہلی خوشی تھی۔ دل کہتا تھا کہ یہ خوشیوں کی ابتدا ہے — ذات پاک کی طرف سے رحمت کی برکھا کا پہلا تحفہ ہے مگر پہلا تحفہ کہنا غلط ہوگا کیوں کہ سلطنت اجنّہ میں ظربوق سے ملاقات، رحمت کی برکھا کی پہلی بوند تھی۔

خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا جیسے خوشیوں نے حصار میں لے لیا ہو۔ ظربوق رات کا کھانا لایا تو بہت خوش نظر آیا۔ حضرت صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اور اس کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ بار بار حضرت صاحب کا ذکر چھیڑ دیتا اور جھوم جھوم کر تذکرہ کرتا۔ اس نے حضرت صاحب سے میرے متعلق بھی بات کی تھی۔ جاننے کے لئے بے تاب تھا کہ انھوں نے میرے بارے میں کیا کہا۔

حضرت صاحب نے میرے بارے میں فرمایا کہ وہ ہمارا بااختیار مہمان ہے جب تک چاہے ہمارے پاس رہے۔ البتہ ہم میں شامل ہونے کے لئے اسے راستہ تبدیل کرنا ہوگا۔ (قسط نمبر ۲۲)

ایک درویش کی کسی بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا، اگر تمہیں کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔
درویش نے کہا کہ میں اپنے غلاموں کے غلام سے کچھ نہیں مانگتا۔ بادشاہ نے پوچھا، میں کس طرح تمہارے غلاموں کا غلام ہوں جب کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میں سلطنت کا مالک ہوں؟
درویش نے کہا، میرے دو غلام ہیں اور وہ دونوں تیرے آقا ہیں — ایک حرص، دوسری توقع قائم کرنا!

بادشاہ کا بیٹا

ایک مشہور استاد کے اسکول میں دور دراز شہروں سے بچے تعلیم حاصل کرنے آتے تھے — امیر، غریب، وزیر سب کی کوشش ہوتی کہ ان کے بچوں کا داخلہ مشہور استاد کے اسکول میں ہو جائے، جہاں سفارش قبول کی جاتی تھی نہ کسی کے امیر یا با اثر ہونے کی وجہ سے داخلہ ملتا تھا۔ اسکول میں بچے تعلیم مکمل کرنے کے بعد جہاں جاتے کامیاب رہتے تھے۔

مملکت کے بادشاہ نے سوچا کہ محل میں استاد مقرر کرنے کے بجائے اگر وہ شہزادہ کو مکتب میں داخل کروا دے تو نہ صرف شہزادہ تعلیم حاصل کرے گا بلکہ رعایا سے تعلق قائم ہونے سے ان کے حالات سے واقف ہوگا۔ وزیر کو استاد کے پاس بھیجا۔

استاد نے منع کر دیا۔ وجہ یہ بتائی کہ میری تربیت کا انداز مختلف ہے۔ شہزادہ ناز و نعم میں پلا ہے، سختی برداشت نہیں کرے گا۔ ہوسکتا ہے کہ شہزادہ کی وجہ سے بادشاہ کی طرف سے دخل اندازی ہو۔ مکتب کا نظام متاثر ہوگا جو مجھے کسی صورت قبول نہیں۔ بادشاہ نے استاد کا پیغام سنا تو کہا کہ وہ کسی طرح کی مداخلت نہیں کرے گا۔ استاد کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ شہزادہ اسکول میں تعلیم حاصل کرے تاکہ تعلیم کے ساتھ تربیت بھی ہو۔ یقین دہانی کرانے پر استاد نے شہزادہ کو داخلہ دے دیا۔

ناز و نعم میں پلنے والا شہزادہ جب اسکول میں آیا تو پریشان ہو گیا۔ محل میں خادم کام کر کے دیتے تھے لیکن یہاں سارے کام خود کرنا ہوتے تھے۔ اسے دیگر طالب علموں کے ساتھ ایک کمرے میں رہنا پسند نہیں تھا۔ اس نے احتجاج کیا لیکن استاد نے پرواہ نہیں کی۔ شہزادہ بستر پر لیٹتا تو محل کا نرم بستر یاد آجاتا اور وہ روتے روتے سو جاتا۔

آہستہ آہستہ ماحول کا عادی ہونے لگا اور دوست بھی بنا لیے۔ اپنے کام خود کرنا اب اسے اچھا لگتا تھا — استاد نے سب طالب علموں کو سمجھایا تھا کہ یہاں سب برابر ہیں اس لئے شہزادہ کو اس کے نام سے پکارا جائے، کوئی اسے شہزادہ نہ کہے۔ شہزادہ کو یہ بات ناگوار گزری لیکن بادشاہ نے کہا تھا کہ استاد کا حکم ماننا ہے — جیسا استاد کہیں ویسا کرنا ہے۔

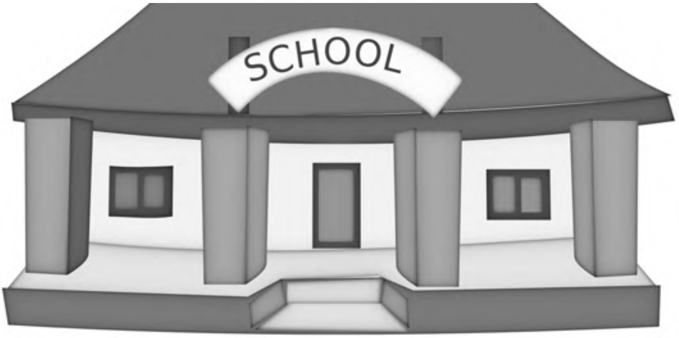

کچھ مہینوں بعد شہزادہ نے اسکول کا ماحول اپنا لیا تو استاد نے اس کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا شروع کردی۔ دوسرے بچوں کے مقابلہ میں زیادہ سختی کرنے لگا۔ شہزادہ کی تو شامت آگئی—— دوسروں کی غلطیاں معاف ہوجاتیں لیکن شہزادہ کو معافی نہیں ملتی تھی۔ دیگر بچوں سے زیادہ پڑھنا پڑھتا تھا ایک دن شہزادہ کی ساتھی طالب علم سے لڑائی ہوگئی۔ شہزادہ نے اس کو مارا۔ استاد کو پتا چلا تو سخت سزا دی۔ شہزادہ دل برداشتہ ہوا اور اسکول سے بھاگ گیا۔

بادشاہ نے شہزادہ کو محل میں دیکھا تو بہت خفا ہوا۔ بیٹے نے ہاتھ آگے کردیئے۔ دیکھا کہ ہاتھ اور بازو پر سرخ نشان ہیں۔ باپ بے چین ہوگیا۔ شہزادہ نے بتایا کہ استاد مجھ پر دوسرے بچوں سے زیادہ سختی کرتے ہیں۔ اگر میری بات پر یقین نہیں تو اسکول میں میرے دوستوں سے پوچھ لیں۔ بادشاہ نے جب سنا کہ شہزادہ دوسرے بچوں کو اپنا دوست کہہ رہا ہے تو بہت خوشی ہوئی۔ یقین ہوگیا کہ تربیت صحیح ہورہی ہے لیکن مارنا مناسب نہیں۔ اس کا اثر اچھا نہیں ہوتا۔ سوچا کہ وہ خود استاد سے بات کرے گا۔

استاد سے ملاقات میں کہا—— مجھے یاد ہے، میں نے وعدہ کیا ہے کہ اسکول کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔ میں آپ کی تعلیم و تربیت کے طریقہ کار پر مطمئن ہوں لیکن ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ بچوں پر ہاتھ اٹھانا مناسب نہیں۔ آپ ملک کے نامور استاد ہیں اور بچوں میں فرق نہیں کرتے لیکن میرے بیٹے کے ساتھ آپ کا رویہ مختلف ہے۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ اتنی سختی کی وجہ کیا ہے——؟

استاد نے کہا—— اچھے عمل کرنا ، دوسروں کا

خیال رکھنا، ان کی مدد کرنا، لڑائی جھگڑے سے پرہیز اور متحد ہو کر رہنا آدمی کو انسان بناتا ہے۔ حاکموں میں یہ باتیں خاص طور پر ہونی چاہئیں۔ ان کے فیصلوں کا اثر پوری رعایا پر ہوتا ہے۔ رعایا ان کے فیصلوں سے متاثر ہوتی ہے۔ حاکم کی غلطی چھوٹی کیوں نہ ہو، اس تک محدود نہیں ہوتی، اس کا ذکر ملکوں ملکوں ہوتا ہے۔ بادشاہ کا ایک غلط فیصلہ مملکت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ایسے حکم رانوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ زیادہ سختی کی وجہ یہ ہے کہ اسے تخت سنبھالنا ہے اس لئے بچہ کی تربیت بھی اس انداز میں ہونی چاہئے کہ وہ خود کو دوسروں سے بڑا نہ سمجھے — اسے احساس ہونا چاہئے کہ غلطی کے نتائج اچھے نہیں ہوتے۔ غلطی ہو جائے تو فوراً اسے درست کرے۔ بادشاہ سلامت! شہزادہ نے آپ کو یہ نہیں بتایا ہوگا کہ اس نے ساتھی طالب علم کو مارا تھا۔ اس طرح اس نے اپنی غلطی کو چھپا کر خود کو معصوم ثابت کرنے کی کوشش کی۔ شہزادہ نے ساتھی پر ہاتھ اٹھایا۔ اس کے زخم لڑائی کے دوران آئے ہیں، میں نے نہیں مارا اور سزا دینی اس لئے ضروری تھی کہ اگر سزا نہ ملتی تو یہ کل کسی اور بچہ کو مارتا۔

بادشاہ نے یہ سنا تو استاد کی تعریف کی اور بیٹے کو دوبارہ اسکول بھجوا دیا۔ شہزادہ نے بہت شور مچایا لیکن بادشاہ نے ایک نہ سنی۔

چند سالوں بعد شہزادہ کی تعلیم مکمل ہوئی تو محل واپس آ گیا۔ بادشاہ بہت خوش تھا کہ اس نے اولاد کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری پوری کی اور اچھا انسان بننے میں استاد کی مدد کی۔ اگر وہ شہزادہ کی بات کو انا کا مسئلہ بنا دیتا تو اس کے بیٹے میں ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا اور اچھا حکم ران بننے کی صلاحیت نہ ہوتی۔ اس طرح مداخلت نہ کر کے بادشاہ نے اسکول کے نظام کو قائم رکھا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ جسے بچپن میں ادب کرنا نہ سکھایا جائے اسے بڑے ہو کر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ وقت پر اصلاح کی جائے۔

بادشاہ کے انتقال کے بعد شہزادہ نے تخت سنبھالا تو اپنے والد سے زیادہ منظّم، اصول پسند اور انصاف کرنے والا تھا۔ لوگوں پر زائد ٹیکس معاف کر دیئے، مہنگائی کم ہوئی، لوگ خوش حال ہو گئے۔ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش کی کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ علم کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔

چیونٹیوں کی نانی

شیطان کا پرانا نام عزازیل ہے۔ وہ جنات کا سردار اور فرشتوں کا استاد تھا۔ اپنے علم کی وجہ سے خود کو بہت بڑا سمجھتا تھا۔ بچو! غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ مخلوق کو اللہ نے پیدا کیا اور علم بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا— اللہ تعالیٰ ''علیم'' ہیں۔ سب اللہ کا عطا کردہ ہے تو پھر غرور کس بات کا—؟

اللہ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور اپنی صفات کا علم سکھایا۔ فرشتوں اور جنات کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں۔ بچو! آپ جانتے ہیں کہ پھر کیا ہوا—؟ سب نے حکم کی تعمیل کی اور سجدہ کیا لیکن عزازیل نے گستاخی کی اور سجدہ نہیں کیا۔ اس نے کہا، میں آگ سے بنا ہوا ہوں، مٹی سے بنے ہوئے آدمی کو سجدہ کیوں کروں —؟ نافرمانی، غرور اور تکبر اللہ کو پسند نہیں۔ اللہ نے اس کے اعزازات واپس لے لیے اور عزازیل کا نام شیطان مشہور ہوگیا۔

شیطان کو ابا آدمؑ پر بہت غصہ آیا۔ وہ بدلہ لینا چاہتا تھا۔ بھیس بدل کر جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا لیکن جنت کے دربان رضوان نے شیطان کو اندر جانے سے روک دیا۔ موقع کی تلاش میں تھا۔ ایک روز وہاں سے خوب صورت دھاریوں والے سانپ کو گزرتے دیکھا۔ میٹھی میٹھی باتیں کیں اور راضی کیا کہ وہ اسے چھپا کر جنت میں لے جائے۔

شیطان جانتا تھا کہ اللہ نے آدمؑ اور حوّاؑ کو حکم دیا ہے کہ جنت میں جہاں سے جی چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو لیکن ایک درخت کے قریب نہ جانا۔ بچو! وہ درخت کیا ہے، اس پر پھر کبھی بات ہوگی۔ اس دوران آپ خود سوچیے، قرآن کریم میں اس کے بارے میں پڑھیں، اپنے بزرگوں اور اماں ابا سے پوچھیے، وہ آپ کی مدد کریں گے۔

شیطان نے بھیس بدل کر ابا آدمؑ اور اماں حوّاؑ کو بہکایا— وہ شیطان کی باتوں میں آگئے اور درخت کے قریب چلے گئے۔ شیطان کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگئی۔

وہ بہت روئے اور معافی مانگی۔ اللہ معاف کرنے والے ہیں اور مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ نے

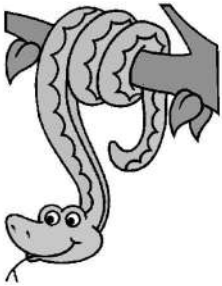

فرمایا، اب تم جنت میں نہیں رہ سکتے ۔ زمین پر جا کر ہماری فرماں برداری کرو، تمہیں دوبارہ جنت مل جائے گی ۔سانپ کو جنت سے نکال دیا گیا۔وہ دن ہے اور آج کا دن —— سانپ آدمیوں سے شرمندہ چھپتا پھرتا ہے۔

پیارے بچو! سانپ آدمی سے ڈرتا ہے۔اسے لگتا ہے کہ آدم کی اولاد بدلہ لینے کے لئے اسے مارے گی۔سانپ اور آدمی کا سامنا ہوجائے تو سانپ بھاگنے کی کوشش کرتا ہے ۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ آدمی اسے ماردے گا تو بچاؤ کے لئے آدمی پر حملہ کردیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سانپ آدمیوں کی بستیوں سے دور یا پھر جنگلوں میں رہتا ہے۔

ایک جنگل میں بہت سارے سانپ تھے ۔ سانپ کے گھر کو ''بل'' کہتے ہیں۔بل میں سانپوں کے بادشاہ کوبرا کی بیوی نے بہت سارے انڈے دیئے جو آدھے اس نے خود کھالئے اور باقی سنبھال کر رکھ لیے تا کہ ان میں سے بچے نکلیں۔ایک دن میاں بیوی سیر کرنے نکلے تو پڑوسی سانپ نے انڈے کھالیے ۔ جب دونوں سیر سے لوٹے تو ٹوٹے ہوئے انڈے دیکھ کر بہت دکھ ہوالیکن یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کام کس نے کیا ہے ۔ بچے کھچے چھلکوں کے درمیان ایک انڈا اسلامت تھا۔کوبرا کی بیگم خوش ہوئی اور اللہ کا شکرادا کیا۔

کچھ دنوں بعد انڈا کھلا اوراس میں سے کالے رنگ کا کوبرا باہر آیا۔ جسم پرخوب صورت سنہری دھاریاں تھیں۔اماں نے اس کا نام —— کنگ کوبرا رکھا۔ ماں کو بیٹے پر بڑا ناز تھا۔طرح طرح کے کھانے شکار کر کے کھلاتی ۔ ہر خواہش پوری کرتی تھی اس لئے وہ بچپن سے خودسر اور مغرور ہوگیا۔

جب وہ چھوٹا تھا تو کیڑے مکوڑے کھاتا تھا۔ بڑا ہوا تو انڈے، مینڈک، خرگوش اور دوسری چیزیں

کھانا شروع کردیں۔ مزید بڑا ہوا تو دوسرے سانپوں کو اپنی خوراک بنالیا۔سارے جانور کنگ کوبرا سے ڈرنے لگے۔یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا اورزبان باہرنکال کرخوشی سے درخت کی شاخ پر بل کھا کرالٹالٹک جاتا اورآواز نکالتا— ہس ہس !

ایک شام وہ بل میں سے نکلا اور درخت پر چڑھ گیا۔ دور سے سفید رنگ کے خرگوشوں کا ٹولا نظر آیا جو کھیل کود میں مصروف تھا۔تھوڑی دیر بعد انہوں نے قریب موجود گاجروں کے کھیت میں سے گاجریں نکالیں اور درخت کے سائے میں بیٹھ کر کھانے لگے۔کوبرا نے خرگوشوں کو بے خبر دیکھا تو زبان باہر نکالی اور ہونٹوں پر پھیری۔ درخت سے رینگتا ہوا بہت خاموشی سے ان کی جانب بڑھا۔

خزاں کا موسم تھا۔سوکھے پیلے نارنجی رنگ پتے زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔وہ پتوں کے نیچے سے چھپتا چھپاتا خرگوشوں کے قریب پہنچا اور حملہ کردیا۔ خرگوش حملہ کے لئے تیار نہ تھے، ہڑ بڑا گئے۔جس کا جس طرف منہ اٹھا اسی طرف دوڑ لگادی۔

سوائے ایک خرگوش کے جسے کوبرا نے پہلی جست میں دبوچ لیا تھا۔خوف اور تکلیف کے مارے خرگوش کی آواز نہیں نکلی اور وہ بے بسی سے اپنے دوستوں کو دیکھتا ہوا کنگ کوبرا کا لقمہ بن گیا۔

سانپ کے ذہن میں آیا کہ میں طاقت ور ہوں۔ مجھے بڑے درخت کے بل میں رہائش اختیار کرنی چاہئے۔تلاش کے بعد من پسند جگہ ملی۔درخت کے قریب چیونٹیوں کی آبادی تھی۔

غصہ آیا کہ شاہی مکان کے نزدیک چیونٹیوں کی آبادی کیوں ہے—؟ان سے کہا کہ میں کنگ کوبرا جنگل کا بادشاہ، چیونٹیوں کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً جگہ خالی کردیں۔کوئی جواب نہ آیا تو غصہ میں جاکر چیونٹیوں کی آبادی پر اپنی دم ماری۔

چیونٹیوں کی نانی باہر آئی اور کہا، یہ ہمارا علاقہ ہے، جو بعد میں آیا ہے وہ جائے گا۔اور پھر آؤ دیکھا نہ تاؤ— ایک منٹ کے اندر ساری چیونٹیاں باہر آئیں اور مل کر کنگ کوبرا پر حملہ کردیا۔اتنا کاٹا اتنا کاٹا کہ وہ سوج گیا۔تکلیف برداشت نہ کرسکا اور بالآخر بھاگنا پڑا۔چیونٹیوں کی بہادری اور اتحاد نے وہ کردکھایا جو دوسرے جانور کرنے سے ڈرتے تھے۔

پیارے بچو! جو لوگ اچھے اور برے وقت میں متحد ہوکر رہتے ہیں، چاہے وہ کتنے چھوٹے اور کم زور ہوں—اتحاد ان کی طاقت بن جاتا ہے۔

خواب تعبیر اور مشورہ

خوف زدہ بیٹا

جمال الدین۔ دور کہیں دھماکے کی آواز آتی ہے۔ میں آبادی سے باہر کی طرف بھاگتا ہوں۔ وہاں پرندوں کا غول نظر آتا ہے جو میرے داہنی طرف سے آرہا ہوتا ہے۔ گھبراہٹ اور خوف کے عالم میں موٹر بائیک پر بیٹھ کر بائیں طرف بائیک دوڑانا شروع کردیتا ہوں۔ دیکھا کہ آگے ایک یورپین، گالف کھیل رہا ہے اوراس کا کتا بال پکڑ کر واپس لاتا ہے۔

کتے کا رنگ اور گالف کی بال دونوں سیاہ ہیں۔ کتا بال کے بجائے میرے پیچھے بھاگنا شروع کردیتا ہے۔احساس ہوتا ہے کہ چھوٹے بیٹے کو خطرہ ہے۔ بیٹے کو ساتھ بٹھا کر تیزی سے بائیک بھگاتا ہوں۔ کتے کی رفتار تیز اور غراہٹ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ بیٹا سخت خوف زدہ ہے۔ راستہ کا اختتام ایسی جگہ پر ہوتا ہے جہاں فوجی رہتے ہیں۔

تعبیر: خواب سے معدہ اور آنتوں کے امراض کی نشان دہی ہوتی ہے۔ایسی نشانیاں ہیں کہ شدید درد بھی رہتا ہے۔ مرض اور درد کی وجہ حبس ریاح ہے۔ مریض نے دواؤں کا استعمال بہت کیا ہے اور غیر مناسب دوائیں کھائی ہیں جن سے سخت ردعمل ہوا۔

نام شائع نہ کیا جائے، ٹیکسلا۔ دیکھا کہ میں اور مرشد گاڑی میں کسی پروگرام میں شرکت کے لئے جارہے ہیں۔کوئی منظر ایسا ہے کہ ہمیں اسٹیج کے پیچھے سے چڑھ کر جانا ہےاوراوپر دوسری طرف خواجہ سراؤں کا مجمع ہے جو کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ جب ہم اوپر چڑھ کر آئے تو اسی اثنا میں پولیس وین وہاں پر آگئیں۔ جو لوگ وہاں موجود تھے سب چلے گئے۔تعبیر بتادیں اور مشورہ وتجاویز سے نوازیں۔

''التماس''

معذرت کے ساتھ عرض ہے کچھ حضرات من گھڑت اور شوقیہ خواب لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔نہایت خلوص کے ساتھ عرض ہے الحمدللہ خواب کی تعبیر کا سلسلہ بہت مقبول سلسلہ ہے اور خواب میں بیماریوں، پریشانیوں، اور حادثات سے محفوظ رہنے کی لاشعوری تحریکات ہوتی ہیں۔طویل یا شوقیہ خواب لکھ کر بھیجنے سے مستحق لوگ مشورہ سے محروم ہوجاتے ہیں۔ براہ کرم اس بات کا خیال رکھیں۔

گڑھے میں گڑیا

نسیمہ بی بی۔ لوہے کے زینہ پر مرحومہ خالہ کھڑی نظر آئیں۔ خیال آیا، ان کے پیروں کے نیچے زمین کھودوں، گڑھا کیا تو ایک گڑیا دبی ہوئی تھی۔ خالہ نے کہا، اس کے جوڑ جوڑ الگ کردو۔ میں نے کئی حصے کئے اور باہر پھینک دیئے۔ اس کے علاوہ مجھے جاگتے میں ایک گنجی خاتون اور مرد نظر آتے ہیں۔ ابتدا میں بہت خوف محسوس ہوتا تھا مگر اب ان سے ڈر نہیں لگتا۔

تعبیر: نمک کی مقدار خون میں اعتدال سے زیادہ ہوجائے تو دماغ کی گہرائی میں ایک حرکت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جاگتے یا سوتے میں آدمی اور عورت نظر آتے ہیں۔ ان شبیہوں کو بند کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لو بلڈ پریشر نہ ہوتو نمک کے استعمال سے مکمل پرہیز کریں۔

لوگ غائب ہوگئے

عبدالمجید۔ خواب دیکھا کہ والد صاحب کی دکان پر بیٹھا ہوں، لوگوں کا رش ہے جس میں والد صاحب بھی موجود ہیں۔ مجھے لگا کہ لڑائی ہوگئی ہے۔ قریب پہنچا تو لوگ اچانک غائب ہوگئے۔ دیکھا کہ ایک پارک میں کچھ لوگ کسی لڑکے کے پیچھے چاقو لیے بھاگ رہے ہیں۔ خوف کے عالم میں بھاگنے کی کوشش کو زمین نے ناکام بنادیا اور پیر جکڑ لئے۔ ایک آدمی مجھے پکڑ کر چاقو کا وار کرتا ہے۔ بہن قریب موجود ہے اور میں زمین پر پڑا ہوا ہوں۔ ہم گھر سے باہر دروازہ کے سامنے ہیں۔ پہلے والا آدمی چاقو لیے میری طرف بڑھتا ہے تو بہن سرگوشی کرتی ہے کہ بے جان جسم کی مانند ہوجاؤ تاکہ وہ تمہیں مردہ سمجھ کر چلا جائے۔ میں لاش کی طرح سیدھا لیٹ کر سانس روک لیتا ہوں۔

تعبیر: آپ کو ملیریا بخار ہوا تھا جس کا اثر خون میں سے ختم نہیں ہوا ہے۔ صحیح علاج کرایئے تاکہ بیماری ختم ہو۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، آمین۔

جلا ہوا فلیتہ

زاہدہ خاتون۔ تہجد کے وقت خواب میں دیکھا کہ ساس صاحبہ جارہی ہیں۔ ان کے اور بچوں کے لئے پراٹھے پکاتی ہوں۔ ان کا سامان بمع بستر گھر کے باہر رکھ دیا جاتا ہے، اتنے میں میرے شوہر گھر آتے ہیں اور اپنی والدہ سے پوچھتے ہیں کہ کہاں جارہی ہیں۔ وہ کہتی ہیں، میں لاہور جارہی ہوں— مجھے ریل کا ٹکٹ کروا کر بٹھا دینا اور واپس آجانا۔ وہ ٹیکسی میں چلی جاتی ہیں۔ میں صحن میں موجود پانی کی ٹنکی کے پاس بیٹھی تو جلا ہوا فلیتہ نظر آیا، بہت پریشانی ہوئی کہ یہ کیا ہے۔ اتنے میں نند نے قریب آکر کہا، میرے گھر میں جو انگیٹھیاں آپ نے بنوائی تھیں وہ بہت بڑی ہیں۔

تعبیر: خواب میں رشتہ دار کے بارے میں اطلاع اور خوش خبری ہے کہ وہ پردیس میں بیمار ہیں مگر انشاءاللہ صحت یابی ہوجائے گی، آمین۔

دیگ کے پاس بزرگ

مظفر حسین۔ کچھ بزرگ ایک دیگ کے پاس

تشریف فرما ہیں۔ دیگ میں زردہ پکایا گیا ہے۔ مجھے دیکھ کر فرماتے ہیں، تم بھی کھاؤ، میں سیر ہو کر زردہ کھاتا ہوں۔

تعبیر: مبارک خواب ہے۔ انشاء اللہ کسی نیک بندہ کی دعا سے آپ کو فائدہ ملے گا۔

نادیدہ طاقت

تجمل حسین۔ یہ خواب کچھ عرصہ پہلے دیکھا۔ ایک دوست کے ساتھ خالی گھر کے سامنے سے گزر رہا ہوں۔ خیال آیا کہ گھر اندر سے دیکھنا چاہیئے۔ کھڑکی سے جھانکا— ایک کمرا ہے جس کے تمام دروازے بند ہیں مگر اچانک سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دو مسہریاں چھت سے اترتی ہیں جن پر چند مہینوں کی عمر کے دو بچے لیٹے ہیں۔ واقعات کو دیکھ کر احساس ہوا جیسے کسی جادوگر کا گھر ہے۔ خیال ذہن میں آیا ہی تھا کہ کسی نے ہمیں گرا دیا، گرانے والا نظر نہیں آیا۔ عرض ہے کہ خواب میں واقعات کا تجزیہ و تعبیر بتا دیجئے۔

تعبیر: خواب میں ظاہر ہونے والے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی اہم بات خاندان میں اختلاف کا سبب بنی ہوئی ہے اور آپس میں تعاون کا فقدان ہے۔ ضروری ہے کہ مل کر ایک متفقہ فیصلہ کیا جائے وگرنہ نااتفاقی بڑھنے کا خدشہ ہے جس سے نقصان ہوگا۔ جو وقت خواب میں گزرا ہے اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے اس خواب کی تعبیر سامنے آنی چاہیئے۔

تجزیہ: غیر مرئی طور پر کسی کا زمین پر گرا دینا پریشانی اور نقصان کو ظاہر کرتا ہے۔ خالی گھر اور دروازے خود بخود کھلنا اختلاف کا خاکہ ہے جس نے خاندان والوں کو پریشان کیا ہوا ہے۔ چھت سے مسہریوں کا نمودار ہونا، جادوگر کا خیال آپ کے مطالعاتی ذوق کا مظہر ہے۔ طلسماتی کہانیاں جن میں پریوں، جنات اور جادوگروں کا ذکر ہوتا ہے، آپ شوق سے پڑھتے ہیں۔

راشدہ۔ **تعبیر:** لاپرواہی اور سستی کے نتیجہ میں نظر آنے والا خواب اس بات کا متقاضی ہے کہ فوری طور پر ان چیزوں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ کامیابی اور ترقی کے دروازے آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جدوجہد اور محنت سے ان کو کھولا جائے۔

خون پانی بن گیا

رحمان بیگ۔ ایک میدان میں دور دور تک کوئی درخت نہیں۔ ایسا لگتا ہے دھوپ کی شدت نے ہر چیز کو جلا دیا ہے۔ پیاس سے بے حال کسی سایہ کے نیچے کھڑا ہو کر دھوپ سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ الٹے ہاتھ میں جھنجھناہٹ محسوس ہوئی، ہاتھ اٹھا کر دیکھا تو انگوٹھے میں تبدیلی کا احساس ہوا۔ گوشت پھول کر سیاہ انگور کے برابر ہوا اور پھٹ گیا، اس میں سے پودا نمودار ہونا شروع ہوا جو کچھ دیر میں سایہ دار شجر بن گیا۔ درخت کے نیچے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے مجھے بے خود کر دیا۔ اچانک خیال آیا کہ یہ تو عجیب و غریب ساخت بن گئی ہے، لوگ

کیا کہیں گے۔ میں نے اس درخت کو اکھاڑ دیا جہاں اب گول سوراخ ہے اور اس میں سے پانی کی دھار نکلنے لگی۔ آس پاس ہر شے کو میرے انگوٹھے سے خارج ہونے والے پانی نے بھگو دیا۔ کچھ دیر میں خیال آیا کہ یہ تو میرا خون ہے جو پانی کی شکل میں بہہ رہا ہے۔ پریشان ہوگیا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو میں کم زور ہو جاؤں گا۔ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی کہنی پکڑتا ہوں تاکہ خون ضائع نہ ہو اور میں کم زوری سے بچ جاؤں۔

تعبیر: آپ کا ماضی، حال اور مستقبل اس خواب میں مخفی ہے۔ ابتدا میں جو معاشی پریشانی آپ کو لاحق تھی اس میں اچانک بہتری کی وجہ حالات کا بہتر ہو جانا تھا جس نے آپ کو خود کفیل بنا دیا۔ نقصان کی وجہ دوستوں پر اعتماد کرنا تھا جس سے معاشی پریشانی کو دوبارہ راہ ملی۔ تھوڑی سی جاں فشانی کی گئی تو قدرت نے ہاتھ پکڑ کر حالات کو قابو میں کر دیا۔

تجزیہ: بغیر سایہ کے میدان، سورج کی تپش اور دھوپ کی تیزی معاشی پریشانیوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ غیبی مدد انگوٹھے پر درخت کا اگنا ہے۔ بنے بنائے کام کا بگڑنا درخت کو اکھاڑ پھینکنا ہے۔ قدرت نے دست گیری کی، یہ انگوٹھے سے پانی کا بہنا ہے۔ لوگوں کی فکر کہ کیا کہیں گے آپ کی طبیعت میں موجود غیر ضروری مروت اور لحاظ کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ عمل آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ نے دوستوں کو فائدہ دیا اور آگے بھی دیں گے، اس کی علامت پانی سے آس پاس چیزوں کا بھیگنا ہے۔

مشورہ: دوستوں پر اعتماد اچھی عادت ہے مگر کاروبار کا ایک تقاضا نگرانی اور ذمہ دار ہونا بھی ہے۔ لاشعور نے خبردار کیا ہے کہ لاپرواہی اور کاہلی سے دور رہیں، نقصان ہوگا۔ خواب میں ایسے تمثلات بھی ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ اقربا اور دوستوں پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کی ایک وجہ آپ کا کاروبار کو ضرورت سے زیادہ پھیلا لینا ہے۔ کام کو اتنا پھیلائیں، جتنا سنبھال سکیں۔

سالکہ رحمت، **تعبیر:** اسباق میں Regular نہیں ہیں، کوتاہی ہو جاتی ہے۔ موتی سے مراد یہ ہے کہ آپ میں روحانی صلاحیتیں شاندار ہیں لیکن تساہل کی بنا پر اسباق میں یک سوئی نہیں ہوتی، ناغہ بھی ہو جاتا ہے۔ خواب میں ہدایت دی گئی ہے کہ روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ذہنی یک سوئی ہو اور ترجمہ کے ساتھ تلاوت قرآن کریم، جتنی آسانی سے ہو سکے، پڑھا جائے۔ نماز اور اسباق کی پابندی کریں۔ چھوٹی سورتیں ترجمے کے ساتھ پڑھیں اور نماز میں تلاوت کے ساتھ ترجمہ یک سوئی کے ساتھ پڑھیں۔ انشاءاللہ کامیابی ہوگی۔

چوڑیوں کی آواز

محمود الحسن۔ گزشتہ عید میں والد صاحب انتقال فرما گئے۔ خواب میں اپنے بستر پر لیٹے نظر آئے۔ باقی لوگ سونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ بڑی بھابھی گھر پر

نہیں ہیں، ابو کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا پیدا ہوا تھا۔ والد صاحب کے بستر پر زعفران اور سرمہ پڑیوں میں رکھا ہے۔ بتایا کہ یہ سب پوتے کے لئے لائے ہیں۔ اس کے بعد بڑے بھائی سے کہتے ہیں لاؤ! ذرا نئے مہمان کو دیکھیں۔ اس تسلسل میں ایک اور خواب دیکھا کہ بہن کا گھر ہے اور چوڑیوں کی آواز غسل خانہ سے آرہی ہے۔ اس طرف متوجہ ہوا تو بہن آتی نظر آئیں جو مجھے دیکھ کر لپٹ گئیں اور میں بلاوجہ رونے لگا۔ بہنوئی مجھے روتا دیکھ کر گھبراہٹ میں قریب آئے، میں ان کے پیروں سے لپٹ کر اور زیادہ رونے لگا اور آنکھ کھل گئی، رات کے پونے چار بجے تھے۔

تعبیر: ہر باپ کی طرح آپ کے والد صاحب کی بھی خواہش ہے کہ بھائیوں میں ایک دوسرے سے محبت وتعاون ہو۔ البتہ ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ اس معاملہ کی ابتدا چھوٹا بھائی کرے۔

تجزیہ: مرحوم والد کی روح سے زیادہ تر تمثلات و اشارات اس خواب کے اجزائے ترکیبی و علامتیں بنے ہیں۔ بھائیوں کا اختلاف بھابھی کی غیر موجودگی سے ظاہر ہے۔ آپ کے والد صاحب کو بڑے بھائی سے زیادہ قربت رہی جو آج بھی موجود ہے اس کا اظہار پوتے کو گود میں لینا ہے۔ والد صاحب کی خواہش کہ بھائی شیر و شکر ہو کر رہیں اس کا اشارہ زعفران اور سرمہ

ماہنامہ قلندر شعور اپریل 2017

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:............................ والدہ صاحبہ کا نام: ....

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:.................. وزن (تقریباً): .... آنکھوں کا رنگ..................

نیند کیسی آتی ہے:.................. بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................. تاریخ پیدائش:..................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................. فون نمبر..................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

ہے۔ بھابھی کو اختلاف کی وجہ سمجھنا اس کا تمثل چوڑیوں کی جھنکار سننا اور بہن کا سامنے آنا ہے۔ آپ کا یہ سمجھنا کہ آپ کی حق تلفی ہوئی ہے، بہن سے لپٹ کر رونا ہے۔ حق تلفی دنیاوی معاملات کے ساتھ اخلاقی تقاضوں کی صورت میں ممکن ہے۔ والد صاحب کا تمثل آپ کے بہنوئی ہیں اور ان کے پیروں سے لپٹ کر رونا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو بڑے بھائی سے شکایت ہے۔ ان کا متاثر ہونا مگر چپ نہ کرانا ظاہر کرتا ہے کہ والد صاحب کی خواہش ہے کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ بڑے بھائی کی بات مان لیں۔ آپ کے لئے مشورہ ہے کہ آپ معاملات پر غور کر کے بہتر طریقہ کو اختیار کر لیں۔

خالدہ اطہر، سرجانی۔ نادیہ افتخار، پشاور۔ رحیم بخش، واہ کینٹ۔ ریحانہ، کورنگی۔

تعبیر: آدمی جب کسی خیال میں مصروف رہتا ہے وہ خیالات نقش ہوجاتے ہیں اور مختلف شکل اور واقعات میں نظروں کے سامنے آجاتے ہیں جس کی تعبیر یہ ہے کہ خیالات، خدشات، وسوسے، ڈر اور خوف مختلف شکلیں تبدیل کر کے خواب میں نظر آتے ہیں۔ ان کی تعبیر اگر ہوسکتی ہے تو یہ ہے کہ آپ کا خواب خیالات کی فلم ہے۔

بااختیار مرض ــــ؟

علم روحانی کی رو سے کینسر ایسا مرض ہے جو شریف النفس اور بااختیار ہے، سنتا ہے اور حواس رکھتا ہے۔ اگر اس سے دوستی کر لی جائے اور کبھی کبھی تنہائی میں بشرط یہ کہ مریض گہری نیند سو رہا ہو، اس کی خوشامد کی جائے اور یہ کہا جائے ''میاں کینسر! تم بہت اچھے ہو، بہت مہربان ہو، یہ آدمی بہت پریشان ہے، اسے معاف کردو، اللہ تمہیں اس کی جزا دے گا۔'' تو کینسر مریض کو چھوڑ دیتا ہے اور دوست داری کا ثبوت دیتا ہے۔

سرخ رنگ میں جو برقی رو دوڑتی ہے، وہ کینسر کی خوراک ہے اس لئے خون کے سرخ ذرات کے اندر دور کرنے والی برقی رو کینسر کی خوراک بن جاتی ہے اور کینسر کا مریض زندگی کو قائم رکھنے والی برقی رو سے محروم ہو کر ختم ہوجاتا ہے۔ اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ مریض کے ماحول کو پوری طرح سرخ کر دیا جائے۔ مثلاً جس کمرے میں مریض کا قیام ہے اس کمرے کی دیواریں، دروازے اور کھڑکیوں کے پردے، پلنگ کی چادریں، تکیوں کے غلاف حتیٰ کہ مریض کے پہننے کے کپڑے سب سرخ کر دیئے جائیں۔

5 DAYS SATISFACTION GUARANTEED

یقیناً گورا کرے!

وائٹ فلیم

بیوٹی کریم اینڈ فیس واش

- صرف چند دنوں میں رنگت کو دلکش، خوبصورت اور گورا بنائے۔
- کیل مہاسوں، چھائیوں اور داغ دھبوں کا خاتمہ کر کے جلد کو نئی تروتازگی بخشتی ہے۔
- آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا خاتمہ کر کے جلد کو قدرتی تازگی فراہم کرتی ہے۔
- جلد کی جھریوں کو ختم کر کے جواں اور خوبصورت بناتی ہے۔

Stockist
Azeemi Medical Store
Densohal Karachi 021-32439104

A Product of
White Flame Cosmetics
Marketed by
NIMSA TRADERS
0344-3311313, 0335-3311313

جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے قاعدہ پڑھنا ضروری
ہے اسی طرح روحانی علوم کا بھی قاعدہ ہے۔فرق یہ ہے
کہ ظاہری علوم میں علم پہلے اور عمل بعد میں ہے ـــ
باطنی علوم میں عمل کے بعد علم ہے۔

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال فیصل آباد: الٰہی ٹاؤن، گوکھووال ملت روڈ، فیصل آباد، پاکستان۔

041-8766190 0321-6696746

vi Based on the brave nature of my mother and the feats which she had displayed, it was my personal belief that if the angels came in to contest with the jinn then they would be making a very grave mistake indeed and surely they would face a humiliating defeat. And without a doubt the angels would have been humiliated had not there been an inner power working in them that was specifically granted to them by the Lord. Those feeble and weak angels, how else could they be any match for us Jinn in battle! Only the Lord knows too well as to why we became suppressed, otherwise we would have displayed such strength that the angels would have been left staring at the prospect of early retirement. The loss of this mesmerising battle was so shocking and unbearable for us that the entire nation of the Jinn was left bewildered. Every attack of the angels was completely effective but our retaliation was not having any effect on them at all, this was to the point that we ourselves were baffled and dumbstruck. We felt the full force of the attack from the angels but when we attacked them back it felt as if our blows were landing on soft piles of sand.

In this unthinkable and logic defying battle both my mother and father were martyred. I was a married Jinn and the soul of my beloved queen departed and returned back to the Lord during this battle. My son whose name was Marah, he too perished in this very battle. He was due to be married shortly. If this war took place sometime later then Marah would have tasted the blessings of marriage, but regretfully due to the deeds of my grandfather Hamoos, I had to participate in such an event in which the Lord was not on any circumstance prepared to grant any more delay or intermission. Poor Marah died well before his time, he had not properly set foot in this earth yet. Upon his birth Marah was destined to be sacrificed in this manner due to the sins of his forefather Hamoos jinn. Together with his grandfather Abu-alghawi Chalipa and his grandmother Nabliss and in the distorted intense oceans of the eyes of the human biographers he was taken away for good. And for the new coming generations of mankind he left behind this misconception that the father (i.e. Shaitan-Iblees) is an angel and that perhaps he was born without a mother and father. And furthermore it is an untrue belief that the Shaitan has no offspring, and is not married (the Lord forbid that I am without any children).

However, I have no quarrel as to what my dearest Marah has left behind in his legacy on earth and as to what he has taken with him. I pity the ignorant human historians who bear the wisdom of clay matter who make claims that they are able to retrieve history from the remotest of dark wells and from the furthest confines of shells. Yet the pinnacle of their knowledge of history is such that they are unable to distinguish between angel and Jinn.

Continue…

V ferent features depending upon which part of the earth they originated from. The only difference is that the facial features of human beings tend to vary slightly in comparison to one another but never the less their features remain distinctive of that of a human being. However in our time things were not like this for the Jinn. For example, one male could have a face like that of a horse and the other could have a face of a cat, and this was not considered to be unusual or surprising at all. Every individual had a similar body figure, and this is in the same way that most human beings have body features that are similar regardless of what part of the world the individuals originate from. In the same manner that the body of a human can differ by being slim, fat, tall, short, strong, fragile etc., it was the same for the jinn too. Only the facial features differed significantly and this was the means of recognition.

Mother and Father

The ancestral family name of my father was Chalipa. However because of his prominent position in the family out of respect he was addressed by the name of Abu-Alghawi. His facial features were broadly similar to that of a male lion which you see on earth today. He was tall, strong and very brave. In the units of weights and measure that are used in this present day, his body weight would equate to about 595 Kg. His nation had given him the title of Shah-Sheen. In our language the literal meanings of the words Shah-Sheen translate to 'the one who shakes the heart' (meaning one who sends fear into the heart). The entire nation was gripped by the fear of my father; if he was displeased with anyone then the life of that individual became burdensome and oppressive, and if he was pleased with someone then he would make that individual become exalted in position and prosperous too. Every child of the nation knew the name of my father.

My mother too was very strong and extremely brave. Her name was Nabliss. It is difficult to describe her facial features to you but to a degree they resembled that of a lioness which you see on earth today. The one thing that was said about her was that she was the most elegant and beautiful female of her time. As well as being granted beauty at the same time she was a brave fighter. She was so brave that in a time of battle she put thousands of males to shame. In the last battle with the angels she displayed such feats of bravery that the onlookers could not help but express their admiration for her. The difficulty was however that the Jinn and angels were not evenly matched otherwise as long as there were females as brave Nabliss in our nation, our defeat would not have been imaginable. During the battle it was the belief of every child that in a land where there is Nabliss, there was no power on earth that could bring the downfall of that nation.

iv stances and events kept on playing their part.

O yes, as I was saying, the angels arrested me and took me up to the heavens. At that time I was 282 years of age. It may be that in this present era my age may sound surprising. I have also said that at the time I was arrested I was very young and you may ask yourself, how can someone who is 282 years of age consider himself to be young? The reason for this is that in my era the life span of an individual was not so limited. This limitation can only happen if after a beginning there is a planned ending, after a commencement there is termination, and after birth the means of death has been pre-established. Because there was no fixed time appointed for our death then for this very reason even after a time span of thousands of years an individual was still considered to be of a young age.

Genealogy and Family Lineage

Before I commence on to the future events I feel it is necessary that I should talk briefly about my lineage and my age to date.

When my birth and existence came in to being, the earth was 140,000 years old. First of all my dear forefather, Jinn Taranoos was created. He governed the whole earth and established his prophet hood for a period of 36,000 years. In the end he was destroyed due to his rebellion against the heavenly laws.

After this the second era began and the honour of being a prophet along with the throne was bestowed upon Chalpanis. His reign lasted for 36,000 years, in this time he governed the earth in splendid glory before he forgot about the true Divine Laws. And by forgetting about the Divine Laws, he had to forget about his own existence.

The third era was that of Baliqa and he too passed the phase of rise and decline in a similar time period. The fourth era was that of my dear fore parent Hamoos Jinn, and for a time period of 36,000 years he kept the flag of the Divine Laws raised high. He became a casualty of the same crimes that his forefathers had committed and so he too was made to vanish along with the gods of evil.

My dear father was from the children of Hamoos, and my dear mother was blessed with the same fortune. By the curse of the same calamity, I was blessed with the same misfortune, and so in the end a completely innocent and young aged grandson had to endure the same punishment as his grandfather. However these are the erupting bubbles of my heart and so let then burst. Now listen and take note as to who am I, and who were my parents and fore parents!

In the same way that the human beings on the different parts of the earth have different facial features, then in exactly the same manner the race of the Jinn of my time had dif-

iii so they asked for intercession on my behalf from the Lord Creator.

The main point that I am trying to make is that I was not raised to the heavens due to my own will or my own choice. A few angels submitted a request to the Lord and He approved their request. What harm was this to me and actually what harm was there? It was in my benefit, that one way or the other that my life was spared. I had seen the brutal and merciless killing of the rebellious traitors in my nation with my own eyes. It was better this way, that rather me being obliged or being in gratitude to anyone for the rest of my life that my life was spared in this way. I thought to myself that I was safer for me not to express any relief for the saving of my life in the presence of the angels; otherwise the angels and the Lord would figure out that this child was joyful because his life was saved and that deep down in his heart he wanted his life to be spared. The reality is that if at this time the Lord was informed of this fact, or if the angels learnt that I was delighted about the outcome of this revolution, then without a doubt certain conditions would have been attached to me being released. However it turned out for the better that the angels intervened on my behalf and that Lord Creator accepted their request.

But little did I know at this time that this thought of mine was utterly foolish and that one day it would cause me a great deal of distress. I was unaware and I had no understanding of the reality of the invisible realms. I wish that at this time someone had brought it to my attention that the Lord Creator comes to learn of the events of the far away distances and by some power He also becomes aware of the affairs of the heart too. If the truth be told, had I even once expressed my gratitude for the favour upon me then it wouldn't be a miracle for that gratitude to come in handy to me today. But the time has now passed and the opportunity to recompense or making amends for it is not possible at all. Oh, how was I to know that the impressions of the light of that time would fall on me like an awful calamity?

When I was residing in the heavens the angels repeatedly taunted me saying that it was we who interceded on your behalf, we saved your life, we conferred with the Lord Creator to give you the opportunity for you to live and the Kind Lord accepted our plea. You have never to date expressed your gratitude for this great favour that was granted to you.

At that moment in time I paid no attention to these matters, and yes, today I admit that I do regret being negligent. If at that time I had made even a half-hearted submission in front of them, then what would I have lost? I was engrossed in my own wisdom and the circum-

ii amongst themselves and then requested before the Almighty Lord that they be given permission to raise this young child to the heavens. They thought to themselves that because this child is very intelligent then with the right guidance there is a possibility that he could be corrected and reverted on to the right path.

The angels confessed their wish to the Almighty Lord:

"O Almighty Creator, You have knowledge of the unseen and only You are versed with the events of the future, however in our opinion if this child receives a good education, then we think that he could be brought on to the correct path."

The Almighty Lord had other plans in His Mind and commanded:

"Okay, bring this child up to the heavens and leave the other children to stay on earth".

And so by the Divine Command the angels brought me up in to the heavens.

The Deception by the Heavenly World: I have heard that the historians from the human world are extremely fascinated by me. They hold the belief that the angels did not take me prisoner at all, on the contrary they are of the view that the situation was that upon witnessing the wickedness and the sinful deeds of the nation of jinn Azazeel (Azazeel was name before I was granted the title of Iblees) sought refuge from the horrors of the jinn and he chose to be in a state of confinement and hid away from the mischief. And whilst remaining in a bewildered place he remained busy in the worship of the Lord. When the angels finished the job of ridding the mischievous and wicked ones off the face of the earth and saw me busy in worship of the Lord, they became astonished and requested in front of the Lord that they should be allowed to keep this devout individual with themselves. Furthermore, this sinful world did not deserve this innocent being and by the angels remaining by his side, together they will accomplish a great deal. The Lord approved this request and so Azazeel was allowed to stay in the heavens with the angels.

By narrating the event like this, the historians of the world of man have not insulted my reputation, and if I have become famous for this version of events then so be it. However, it was important for me to write the correct version of events and they are as I have already mentioned previously, i.e. during the war with the angels I was taken prisoner and was saved because of my young age and my beauty.

The angels did not take pity on me because of my act of worship. They took pity on me because of my young age, the innocence on my face, and of my sheer beauty. Due to my intelligence and having a sharp mind the angels too attached hopes and expectations on me, and

Autobiography of the Devil (Iblees)

The angels did not take pity on me because of my act of worship. They took pity on me because of my young age, the innocence on my face, and of my sheer beauty.

This level of dismal wickedness had not been seen in the era of the three previous prophets. Whereas in the previous eras a very small number of God fearing individuals could be seen now and again, but in this fourth era all of them were completely in a state of arrogance regarding the consequences of their actions. Jinn in every corner of the land were disgracing themselves to infamy and they were all jointly content in tearing the Divine Laws in to pieces and trampling upon them.

The Divine Nature had made the decision from day one, that if this nation committed treachery like their previous counterparts, then the punishment that it would give to them would be far greater in magnitude compared to that of the previous three generations. As a consequence the Almighty God instructed an army of angels to go down to earth and destroy the nation of Jinn in the most horrific and barbaric manner possible, so much so that this blood shed would serve as a permanent reminder to those who would ever dare to conduct treachery against the Divine Laws again.

The army of angels descended down to earth and immediately began to carry out their work in accordance to commands set out to them by the Lord God. The Jinn fought back with bravery but after all these angels were angels that were specifically sent by the Divine Lord for this task and so they quickly became dominant over the Jinn. There were a small number of Jinn who were able to survive the onslaught of the angels by escaping and hiding on deserted islands. A large number of very young aged Jinn were taken in to custody as prisoners by the angels. Due to my young age I was one of those Jinn who were taken as prisoners. I tried to escape on numerous occasions but the angels were immensely powerful and I was unable to escape their clutches.

In my youth I was extremely handsome and fine looking. Because of my intelligence and my capabilities my parents had great expectations from me. Many of the individuals from my clan were envious of me and out of jealousy they were malicious towards my parents for this very reason that they were not blessed with a son who was as beautiful and gifted like myself. After I was taken prisoner by the angels these attributes of mine did not go to waste. When the angels saw my beauty and my capabilities they became soft hearted towards me. They conferred

iv His tomb is in the Miani graveyard in Lahore, Pakistan.

Khawaja Khawand Mahmood, known as Hazrat Ishan (RA), is a disciple of Khawaja Abu Ishaq Sufaidaki Naqshbandi (RA). He also has *Nisbat-e-Owasia* with Khawaja Shah Baha-ud-din Naqshband (RA).

Through *Nisbat-e- Owasia*, knowledge is transferred into the soul of the disciple, and from there this knowledge gushes out like a spring. This same spring or treasure of knowledge flows inside and pours out as from a fountain.

The blessing of *Nisbat-e-Owasia* showers either secretly through archangels, or through the souls of prophets and saints. The physical body is not necessary in this *Nisbat*. This association is very strong and the results become visible after a while. Occasionally, the person who has this association is not even aware of it until their last moments.

Once Hazrat Ishan (RA) was travelling from Kashmir to Rostaq. It was the month of Ramadan and the weather was very warm. His companions were suffering due to the weather. When they were left with no strength, they requested him to pray for the rain. Hazrat Ishan (RA) made a prayer. All of a sudden clouds appeared and it started raining. The cloud kept the sky covered till sunset.

Once he was a guest at someone's house. The people in the gathering requested him to pray for rain since it did not rain that year at all. Hazrat Ishan (RA) moved his lips in prayer while looking at the sky. Suddenly, clouds appeared and rain fell so heavily that the drought ended.

Hazrat Ishan (RA) said to his disciple Nawab Iftikhar Khan Aali Jah,

"I will depart from this world after 15 days." On the 16th day, before the Isha prayer, he prostrated and departed to meet the Creator.

"Bow down in adoration, and bring thyself the closer (to God)!" (Quran, 96:19)

To carry out the last rituals, he was placed on a wooden board. The knot of his cloth *loosened* and was about to open. He moved and held it tightly with both hands. Everyone who witnessed this, said: "Indeed, the friends of Allah do not die."

Miran Syed Jalaluddin (RA), a representative of King Shah Jahan, was present to administer the burial process. When the body of Hazrat Ishan (RA) was lowered into the grave, Miran Syed Jalaluddin (RA) removed the cloth from his face to see him one last time, and witnessed the movement of Hazrat Ishan's (RA) lips as if he were reciting something. The date of departure was 12th Shaban, 1052 Hijri.

iii about transferring an image of a personality on to the screen of disciple's mind over and over again. The more thoughts are reflected, a pattern forms within, in a proportional manner. It is known as thinking pattern in Sufism.

When we imagine our spiritual mentor or *sheikh*, the divine lights working in the mentor, enlighten us. As lights are transferred, the mind of disciple accepts them. This continues to the extent that the thinking pattern of both the disciple and the mentor are aligned to the same point. It is termed as '*Nisbat*' , a specific association where the disciple gains the thinking pattern of the spiritual teacher.

The company of a spiritual mentor is important to acquire '*Nisbat'*.Closeness activates the waves of love in the disciple and helps him gain the thinking pattern of the *sheikh*. There comes a time when the disciple becomes familiar with the divine lights that are active in the spiritual mentor.

In Sufism this state of mind is termed as '*Fana-fil-Sheikh*',the disciple completely adapts the thinking pattern of his spiritual mentor and is completely absorbed in it.

"The *sheikh* works even harder to bring forward sincere people. For example, using his spiritual abilities he takes a disciple to such a world of dreams where he meets saints and prophets. After continuous dreams and observations, the thinking pattern of the prophets and saints become engraved in his mind.The spiritual mentor helps him see things through inner eyes. After acquiring *'Fana-fil-Sheikh'*, the abilities which the mentor received from Prophet Muhammad's (PBUH) *Nisbat* activates in the disciple too. In Sufism, this status is called '*Fana-Fil-Rasool'* , a disciple completely adapts the thinking pattern of Prophet Muhammad (PBUH) and is completely absorbed in it. A disciple gains knowledge from the Prophet (PBUH) step by step, with love and compassion. There comes a time when according to their capacity or ability, they acquire all of the knowledge that they are able to obtain.

Knowledge is gained according to the capacity of the disciple and they are blessed with the *Nisbat* corresponding to the same proportion. In Sufism this *Nisbat* is termed as '*Nisbat-e-Muhammadi*'. "The mind of a disciple becomes attentive to the attributes of God after being blessed with '*Nisbat-e-Muhammadi'*. Eventually, with the association of Prophet (PBUH), a time comes where one bows before God and says 'Indeed, you are our Lord', this is called "*Nisbat-e-Wahdat*." To summarise, *Nisbat* is mandatory to gain spiritual knowledge. It's objective is to instil the thinking pattern of the *sheikh.*

Hazrat Sheikh Muhammad Tahir (RA) passed away in the Islamic month of Muharram in 1040 Hijri.

ii Murtaza– peace be upon them), I spend most of the time in the company of Prophet Muhammad (PBUH) and feel very happy. Peace be on you!"

Allama Noor Bakhsh Tawakkali (RA) has written in his book Tazkarah-e-Mashaeikh Naqshbandia:

"Shah Sikandar Kaithali (RA), the grandson of Shah Kamal Kaithali (RA), handed over the robe of Hazrat Owais Qarni (RA), in accord with his will, to Hazrat Mujaddid Alf Sani (RA), that had come to him through Sheikh Abdul Qadir Jilani (RA).

Hazrat Mujaddid Alf Sani (RA) wore the robe and saw Hazrat Sheikh Abdul Qadir Jilani (RA) there along with all of his deputies. Later, the pious, elderly people of Naqshbandia, Kibrawiyyah and Chistia also came. The souls of God's friends gather at one place on special occasions, and at other times, they visit on their own."

Hazrat Mujaddid Alf Sani (RA) has written in one of his letters: "One day, during a gathering in the remembrance of God, Prophet Ilyas (PBUH) and Hazrat Khizr (PBUH) came as well. In that spiritual meeting, they mentioned that they were from the realm of souls ('*Aalm-e-Arwah*'). God has blessed our souls with the ability to appear with a physical body and carry out those actions that are performed by a physical body."

Captain Wahid Baksh Syal (RA) writes in his book 'Mushaahada-e-Haq' (Observation of the Truth):

"The messenger of God (PBUH) trained Hazrat Sheikh Abdul Qadir Jilani (RA) by himself. However, in order to run a Sufi order, the Prophet (PBUH) mentioned to Hazrat Jilani (RA), 'You need a physical, spiritual mentor – go to that spiritual person and take the oath of allegiance.'"

Prophet Muhammad (PBUH) is aware of the conditions of his followers and helps them. With the blessings of prophethood qualities, saints who have inherited spiritual knowledge from Prophet Muhammad (PBUH), also have the capability to help the poor and people in need.

'*Owaisi Nisbat*' is the term given to the attainment of spiritual blessings from Sufis who have departed from this world.

The scholars of the unseen world, who have inherited spiritual knowledge from Prophet Muhammad (PBUH), can purify their disciples and enlighten their hearts with the divine light of God.

The leader of the Azeemia sufi order, Mr. Azeemi says:

In Sufism… orders, lessons, principles, activities, contemplation, meditation, and *Tasavvure Sheikh* – if we look at all of these things as a researcher, we come to the conclusion that they are all

Voice of the Unseen

People requested him to pray for rain since it did not rain that year at all. He moved his lips in prayer while looking at the sky.

Sheikh Muhammad Tahir Lahori (RA) is a friend and *khalifa* (deputy) of Hazrat Mujaddid Alf Sani (RA). He was appointed by Hazrat Mujaddid (RA) to educate his sons.

With the blessings of his spiritual mentor, he went through the stages of self-cognition and cognition of the Lord. He was awarded *khilafat* for Naqshbandia, Qadria and Chistia Sufi orders and was appointed to preach and deliver sermons in the city of Lahore.

Sheikh Tahir (RA) wrote many letters to his spiritual mentor, in which he wrote of his inner feelings. One of his letters read:

"Hazrat! Peace be unto you,

Since I left your spiritual school for Lahore, I, an ordinary person, have been saying to myself, "O' unwise one! Where am I going after leaving my destiny behind in *Hind*?" I heard a voice, "Keep walking and do not stop."

I reached Lahore and settled down anxiously at the corner of a mosque, not knowing what to do. The soul of Hazrat Khawaja Naqshband (RA) appeared and ordered me, "Engage yourself in the work that you are appointed for." I followed his and your order and spoke to a number of people about the remembrance of our Lord. Now, this gathering is at a peak and a number of souls of the saints attend and bless us. Hazrat Ghaus Ul Azam (RA), Khawaja Buzurg Naqshband (RA), and Hazrat Gunj Shakar (RA) are present in all gatherings of remembrance and prayer.

The highest blessing is from the presence of the prophet Muhammad (PBUH) who comes with thousands of companions to enlighten and bless us. During the ten days of *Aitikaf* (the last ten days of Ramadan when people optionally stay at a mosque), they bless us with *'Khalwat-e-Khas'* (special personal attention) and *'Nisbat-e-Taza'* (renewal of spiritual association). Hazrat Fatima (RA) is very kind and she also blessed us with her presence.

Earlier, '*Nisbat-e-Salasa*' (all three associations i.e. Naqshbandia, Qadria and Chistia) were established one after the other. However, now, all three have become one. These days, because of the association with the companions of Prophet Muhammad (PBUH), with whom God is pleased, I often go through '*Sayr'* (inner journeys). Apart from the company of the four caliphs (Abu Bakar, Umar Farooq, Usman Ghani and Ali

screen of Earth.

What is the source of characters, imprinted on film?

What is the mechanism behind unwind and windup of spool?

Our material senses apparently can perceive the display of these characters and their various capacities during their life tenure on Earth, but the archetype of characters and their roles are beyond human percept. Even conventional science or scientist are sealed lips when simple question boils up around the reality of phenomenal world, the display of information and source of information.

Thoughts play a key role in the observation and experience of phenomenal world.

Spiritual scholars emphasis on the key importance of thoughts especially on their clear perceptivity. In order to seek divine knowledge, spiritual teachers train the perceptivity of thought. It is exactly similar to the training of a child to use in correct order how to put feet, stretch arms, grab hands and utilize mental faculties. In fact, whether it is material world or spiritual world, in all the circumstances, thought is the key factor. Its focus enables it to continue acquisition and achieve what it desires. Its observations and experiences may or may not be constrained by the spatio-temporal limits. For example, getting scared, feeling warm or cold or smiling are the states, which every individual experiences either awake or asleep. In either experience, the impression is recorded and eventually realized at the inner screen of mind as depicted in Figure 9. It shows how similar feelings are reflected onto the body, despite the different states.

This experience can be divided into four parts, they are screen of mind, a switch and two sources of information. Two information sources are labelled as Type 1 and Type 2, which are always in active state. Switch can take any of two positions as shown, that is either point A or point B. Readers are encouraged to identify, what would be the position of switch? That is either A or B and how! Also how switch can move from one point to another point.

Continue….

Ahmed and Ahsan both claimed ownership of the same mango tree. One day they approached Birbal and asked him to settle the dispute.

Birbal said to them, “ there is only one way to settle the matter. Pluck all the fruits on the tree and divide them equally between the two of you. Then cut down the tree and divide the wood.”

Ahsan thought it was a fair judgment and said so. But Ahmed was horrified. “ Your honour” he said to Birbal, “ I have tended that tree for seven years. I would rather let Ahsan have it than see it cut down.”
“Your concern for the tree has told me all I wanted to know” said Birbal, and declared Ahmed the true owner of the tree.

iii

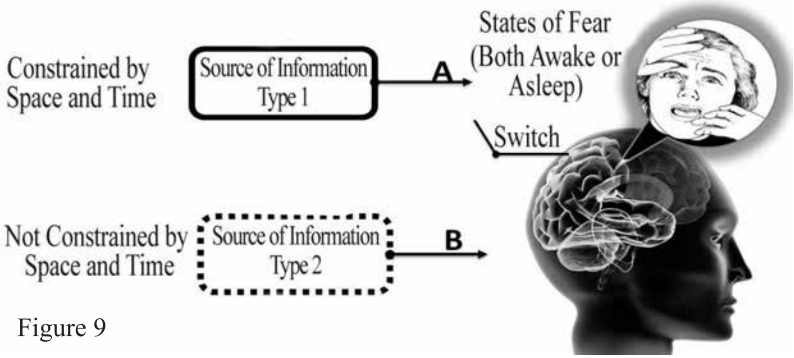

Figure 9

ever evolved. The individuals from their species born (or appear) in this world, continue to perform their role and depart. It is like a long reel of movie film, set in motion linked with the spin of the Earth, both rotational and elliptical. A closer look at Figure 8 reveals the minutiae of characters in film. Like a cinematic film reel, the spool can be considered as performing the rotational part and tape itself as longitudinal motion of the Earth. The unwinding speed of spool can be measured as our physical perception of time. Therefore one may consider the imprint of reel as an outcome of rotational motion, which appears on the Earth due to elliptical motion creating a notion of time.

A title of Monthly Qalandar Shaoor, April 2014 reveals the myth behind the spatio-temporal existence of any genre. Readers are required to pay closer attention to all words enclosed in commas and are encouraged to create association between them.

A 'projector' machine is fitted with 'two spools', one unwinds the film reel that is 'original film'—not yet displayed and other winds up the 'remaining film'.

A 'specific light' is used to 'light' a 'segment' of film reel, which 'spreads' onto the screen.

What is difference between the characters imprint on the film reel and one displayed over the cinema screen?

Readers may notice that, when finite beam of light emerges from projector and travels towards the screen, they neither merge, nor cross each other. It may be interesting to investigate, if whole film spool is displayed onto the screen in a definite interval of time or at once, what would be the perception of observer? What would be role of spatio-temporal perception of human mind during two distinct experiences?

A similar perception is depicted on the title of Monthly Qalandar Shaoor, May 2015. Readers are encouraged to review and share their viewpoints.

In short, the individuals of genre are displayed on the

Figure 8

around its axis in its orbits since eons. Neither the time, nor the space remains same—a dominating reality. There are several such instances, ages and dynasties are narrated in Divined books. We shall describe many cogent experiences of Mr. Azeemi in the upcoming parts of this article to elaborate the impact of duality of Earth spin and intricacies of time and space. Readers are encouraged to go through these articles profoundly, they will unveil various dimensions of regular events of our daily life, which usually are ignored.

For example, at an instant under the temporal scale of both rotational and longitudinal spin of Earth, birth of an infant occurs. The instance of birth creates a 'space' for the self of infant. It is an instance which is revealing its self every moment, or reveals the hidden attributes. Later the inclination towards the material interest mar the innocence of growing infant and end up nothing but a body of flesh and bones. Neither arrival into this world, nor departure to unknown world are maneuverable—so is lame to reign the growth or diminution.

This very spin is an outcome of spatio-temporal movement. Like a cinematic film, series of events are appearing, which contain resources of all kinds, for example body, food, climate, people and atmosphere to name a few. The continuity of events had neither paused, nor been delayed.

Characters appear on the screen of Earth. We observe the diversity of characters, resources, atmospheres and zillion of other events on the Earth, as we watch them on a movie at cinema screen.

The mother Earth mimics a cinema screen, where man is produced from a man, a peacock from a peacock, a tree from a tree, a stone from a stone, a mountain from a mountain and ocean from an ocean etc.

Each genre has a unique life style, specific food and pertain emotions. We cannot identify a single instance when a peacock has produced a tree or cat is produced out of a peacock? Neither we witness over the passage of time, lifestyle of peacocks have

The Death and Birth of Oceans

This very spin is an outcome of spatio-temporal movement. Like a cinematic film, series of events are appearing, which contain resources of all kind, for example body, food, climate, people and atmosphere to name a few. The continuity of events had neither paused, nor been delayed.

The ruins of Persepolis extended over 25 square kilometer in Sheraz at Iran reflect an astounding impact of their dynasty. Palaces were constructed carving the mountains at a significant height. Tourists can witness the technological development around stone during that age, which appears to be impossible today.

Unlike the warm and dry climate in the suburbs, this area is a bit cold. Built about 2500 years ago, trivial details of architecture shows the dexterity of masons and architects. The channels for hot and cold water were laid under the floor throughout the residential part of palace. According to historians, a bird 'Huma' over the head was a symbol of kingdom charm. One can find the statues of bird 'Huma' above 120 feet long pillars.

Hitherto, the architects and engineers are unable to find the secrets of technology to erect such a taller structure and carved huge stone slabs. The structure of a passage is still intact, known as 'Gate of the King of the Kings'. It was assumed as main entrance for all the kings under the kindgdom of Persepolis. Remaining infrastructure of ruins clearly demonstrate the impact of 2500 years long Earth's longitudinal and rotational motion.

There are also tombs of two famous characters in the regional folklores, Rustam and Sohrab. These graves are carved in shape of two caves in the middle of 500 meter high mountain. While standing at the graves, one can see farthest to the horizon and feels nothing but quietness, barren land, and sadness.

At another far end, a huge cubical structure made of stone is visible, which was the worship chamber of the Persepolis. Whole structure is isolated from the boundary. It is said worship chamber used to float in a big pool of water. But now chamber is laid on the floor of pool. Similar structure of worship chamber can be witnessed among the Greek mythologies, for example Apollo and Delphi where pilgrims from distant places visited to fulfil their vows, offer pledges and perform solemn rituals. Some holding deep desire to long life, used to take animal blood showers. On the contrary , neither the destiny, nor the signature of aspirant can be found there. Rampantly growing wild grass, bizarre plants, cactus and scattered huge store structures are prevalent.

The Earth continues to spin

iii that is present on earth has been created for man.

Istaghnaa does not merely mean that a person becomes unconcerned with wealth and money, as no one can be completely independent of wealth and desires. To fulfil the requirements of life and to provide for one's family is a necessary act and it deals with *huqooq-ul-ibaad* (the rights of people on a person).

Istaghnaa means that everything a person does, should have God's approval; the way of thinking or action should not harm anyone in any way; and that each person should remain happy and does not become a burden or cause grief to others.

It must be instilled in mind that it is God who is the complete and ultimate owner of everything in the universe. It is He who has granted the earth the ability to turn a seed into a tree and water should run into its veins like the blood runs in human body. It is He who allows the air to become light so it becomes the source to meet the deficiency of light in the tree. The sunshine plays its role to ripen fruit and moonlight produces sweetness within it. The duty of earth is to nourish trees and other resources that fulfil the needs of man. It is the responsibility of the trees to grow such leaves and fruits that may provide creatures with their needs according to the season.

Kiwifruit, or kiwi, is an edible berry about the size of a large hen egg that packs a lot of flavour and plenty of health benefits. It has a fibrous, dull brownish-green skin and bright green flesh with rows of tiny black edible seeds and a creamy white centre.

Kiwifruit is native to north-central and eastern China. Cultivation of it spread from China in the early 20th century to New Zealand, where the first commercial plantings occurred.

It has a slightly sweet, tangy and unique flavour. It is a rich source of vitamin C, K, E, and a good source of dietary fibre. It prevents skin degeneration, boosts immune system, and contains antioxidants similar to those found in orange and grapefruit. Kiwi seeds are packed with omega 3 fatty acids which support brain, heart and joint health. Study suggests that having two kiwi fruits one hour before bedtime can help in inducing sleep.

ii love and raise their children, look after them, and provide them with all things needful.

Generally, it is considered that acquisition of resources is not possible without struggle and hard work whereas we see that the resources that we struggle for are already present according to definite principles.

When a farmer toils and sows seeds in the field, the growth and development of the seed provides man with varying nutriments. This is possible when resources are present beforehand.

For instance, the presence of seeds and land, the ability of the earth to grow and develop the seed, the existence of water for the growth and development, moonlight and air, warm and cool environment as per season and other necessary resources. If there is no seed, or earth lacks the ability to provide growth and development to the seed, or if water or air are not present, then all efforts of man will go in vain.

"He is the One who sent down water from the heavens. Then We brought forth with it vegetation of all kinds. Then from it We brought grains set upon one another. (Quran, 6:99)

It is an attribute of God that billions and trillions of creatures come into existence from one seed or creation. We have before us the example of electricity. One of God's creations is electricity. Through it, thousands of inventions have taken place and will continue to occur. Thus a secret is revealed that Allah has created resources with the purpose that humankind should find the hidden powers within them and should benefit from them.

When a nation engages itself in research and contemplates the universe, God bestows upon them revelations, and in the light of those revelations, new inventions come into existence.

Qalandar conscious (neutral thinking) guides us that everything in the universe is established in two different aspects. One is apparent and visible, while the other aspect is invisible and hidden.

Water is in a liquid form. This is its apparent and visible aspect. But when the hidden abilities of water are searched, we witness innumerable attributes.

Similarly, iron is a metal. When one contemplates over the hidden properties of iron, new inventions come into existence through his intentions and directions.

"And We sent down iron in which there is strong power, and benefits for the people." (Quran, 57:25)

When we look for the attributes of God in the universe, it is revealed that His signs are present in each object. Everything that has been made in the universe and everything

i

Two Dimensions

When a nation engages itself in research and contemplates the universe, God bestows upon them revelations, and in the light of those revelations, new inventions come into existence.

As far as goodness and evil are concerned, no action in this world is good or evil. In actual, it is the act of giving meaning to an action that constitutes goodness or evil. The act of giving meaning refers to the intention that is behind the action.

The attribute of fire is to burn. If a person uses fire to cook food for the welfare of people, this act constitutes goodness. But if it is used to burn down houses, the act becomes evil.

If we carefully study the way of thinking of the nations that dominate us, it becomes clear as daylight that all their scientific progress focuses on the goal of becoming dominant, making the rest of humankind subservient to them. Or that such material benefits should be amassed through inventions that a particular nation becomes wealthy while humanity may suffer at the hands of poverty and deprivation. This progress does not contain the underlying intent of human welfare according to God's pattern of thinking, that is why it has turned into hardship and affliction for humanity, as well as for those nations that have discovered inventions through struggle and effort.

Focus remains intact and mind does not get divided when the belief is maintained that life and death are from God. When the belief weakens, the person gets caught up in superstitions that results in mental chaos, worries, grief and fear.

Even though it can be clearly observed that every action and every movement is under control of a Being who cannot be seen through physical eyes.... The dwelling of an infant in mother's womb where provisions and nutrition are supplied for nine months, helps in balanced growth of the baby. The formation and birth of the child, growing of a baby into a six feet tall man, the demands of adulthood, the creation of resources in fulfilment of these demands, and the presence of resources beforehand, are all blessings of God.

If God commands earth not to produce crops, it would become impossible to acquire sustenance on earth. The rise of the desire in parents that there should be someone to remember them deepens the feeling and in result one becomes parents.

Parents' love for their children is not only specific to humans but these emotions are common among all creatures. It helps parents to

خوشی

یہ کیسا الم ناک اور خوف ناک عمل ہے کہ ہم دوسروں کو نقصان پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ درخت ایک ہے، پتے اور شاخیں لاشمار ہیں۔ اگر کوئی شاخ درخت کی جڑ پر ضرب لگائے تو وہ خود کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے؟ خوشی اگر ہمارے لئے معراج تمنا ہے تو ہم اپنے ہم جنسوں کو تکلیف پہنچا کر خوش نہیں رہ سکتے۔

Happiness

How tragic and frightening an act it is that we attain happiness by harming other beings. Tree is a central unit that has innumerable leaves and branches. If one of the branches strikes its roots then how the branch can itself remain safe? If happiness is the height of our aspiration, then we can never attain it by afflicting pain on our own fellow beings.

AZEEMIA SPIRITUAL & HEALING CENTRE MISSISSAUGA CANADA

مُراقبہ ہال کینیڈا

Email: mhcanada@hotmal.com Phone: 1-905 2811928

İVnipotent. He waits for the Lord's plans and decisions on delays and failures of his efforts. He agrees with whatever Nature gives him.

The whole system of patience is a program to strengthen obedience in the mind. By practising it, one experiences helplessness at the hands of Nature. A portion of divine light enters into him through patience. When patience takes root, every difficulty becomes easy, and a permanent link is established between him and God. God has described such people as courageous:

"So, (O prophet,) observe patience, as the resolute messengers observed patience" (Quran, 46:35)

Patience makes a person courageous, and that is a quality of prophets. It teaches the way of living. It is a force that pulls a person from hell to heaven.

"Surely We will test you with a bit of fear and hunger, and loss in wealth and lives and fruits, and give good tidings to the patient." (Quran, 2:155)

"Except those who are patient and do good deeds. Such people will have Allah's forgiveness and a great reward." (Quran, 11:11)

"Seek help through patience and prayer. It is indeed exacting, but not for those who are humble in their hearts." (Quran, 2:45)

"Who, when a suffering visits them, say: We certainly belong to Allah, and to Him we are bound to return." (Quran, 2:156)

"And We appointed leaders from among them who guided under Our command, when they observed patience, and kept firm belief in Our verses." (Quran, 32:24)

"Such people will be given their reward twice, because they observed patience. And they repel evil with good, and spend from what We have given to them." (Quran, 28:54)

"Of course, you shall be tested in your wealth and yourselves; and, of course, you shall hear hurting statements from those who have been given the Book before you, and from those who associate (others with Allah in His divinity). If you observe patience and fear Allah, then this is among the matters of firm resolution." (Quran, 3:186)

"Our Lord, pour out endurance on us, make firm our feet and help us against the disbelieving people." (Quran, 2:250)

"How many small groups have overcome large groups by the will of Allah. Allah is with those who remain patient." (Quran, 2:249)

Jalaluddin Rumi (RA) says, "Whatever you keep hidden in heart, God manifests in you outwardly. Whatever the root of the tree feeds on in secret, affects the bough and the leaf.

iii weariness and pain upon me" (Quran, 38:41)

The mercy of the Lord poured out and he was ordered:

"Strike (the ground) with your foot: Here is a cool water to bathe, and a drink!" (Quran, 38:42)

Prophet Ayyub (PBUH) struck his foot on the ground and water poured out of the earth. He drank some of the water and took a bath with it. Within no time, his body was free of sores and boils.

When his wife, Bibi Rahma (RA) returned in the evening, she became worried when could not see her husband, and began to look for him. She saw a young man at a nearby bridge and learnt that it was her husband. Prophet Ayyub (PBUH) told her the whole story with a smile on his face.

The age of youth returned to him and his wife. God blessed them with more children and increased his provisions manifold than that was lost during the time of suffering. In the holy Quran, chapter Al-Anbiya, the story of prophet Ayyub (PBUH) is discussed as follows:

"And (remember) Ayyub (Job), when he called his Lord saying: Here I am, afflicted with pain and You are the most merciful of all the merciful. So, We answered his prayer and removed whatever pain he had, and gave him his family and the like thereof along with them, as a mercy from Our own Self and as a lesson for the worshippers." (Quran, 21:83-84)

In the Quran, chapter Al-Anbiya, God has mentioned the name of Prophet Ayyub (PBUH) among those who are blessed with knowledge and wisdom.

"We bestowed (the same wisdom, judgement and knowledge) upon Ayyub" (Quran, 21:83)

The mosque of Prophet Ayyub (PBUH) and the well (spring) from where he was cured still exists near Batana in Jordan. People call it the 'Bath of Ayyub', and call his place of stay as '*Maqam-e-Ayyub*' (Place of Ayyub).

When a spring poured out according to God's plan, Prophet Ayyub (PBUH) was cured from that water. The water had such minerals that it turned an old person into a young adult. The prophet and his wife turned into youths due to this water and saw the spreading of their fourth generation.

"Say: O My servants who believe, fear your Lord. Those who do good deeds in this world will have a good return, and the earth of Allah is wide. Certainly those who observe patience will be given their reward in full without measure." (Quran, 39:10)

Patience is the divine light of God that enlightens the physical senses of a person and brings him closer to God. Patience means to leave the result of one's planning and efforts to God. The person negates his own will and believes in God, the Om-

ii regularly because of the blessings he had received from God – he would not be thankful if he were tested with misery.

Suddenly, things changed for the worse for him. Problems, troubles and general suffering left him penniless. Fire broke out in his warehouses and his inventory turned to ashes. Robbers attacked and killed all of his servants and took away the cattle. His children were attending a feast where the roof of the house that they were in, fell down and all of them passed away. His children, provisions, and wealth, all vanished in no time. Not a single sign of prosperity was left.

People used to bring bad news one by one but nothing caused a sign of worry on his face. People lost their senses due to the continuous chain of terrible events. There was a huge gathering of people crying outside his home. Prophet Ayyub (PBUH) prostrated and praised the Lord.

"Naked came I out of my mother's womb, and naked shall I return thither: the Lord gave, and the Lord Lord hath taken away; blessed be the name of the Lord." (Bible, Job: 1:21)

His prosperity vanished, however the time of challenges was not yet over. Loathsome sores appeared from his head to toe, which were very painful. He used to sit down on ash with a piece of baked clay and scratched his body. He kept praising the Lord, and did not utter a single word of complaint. All his relatives left him, and only his wife remained with him to share in the misery. His wife cared for him and worked to earn a living.

Prophet Ayyub (PBUH) spent 18 years in this condition. It is narrated that he used to pick up the worms that fell from his open sores and put them back onto his boils and sores.

One day, his wife complained about it. Prophet Ayyub (PBUH) was not pleased with her and in order to warn her, he took a vow to hit her a hundred strokes after recovering from illness. God forgave his wife and after recovering from illness, he was ordered:

"Take (a bundle of) thin twigs in your hand, and strike with it, and do not violate your oath" (Quran, 38:44)

Prophet Ayyub (PBUH) made a broom from a hundred blades of straw and struck it once on his wife and his oath was fulfilled.

After the news of his suffering and illness spread, three friends came to visit. When they saw him scratching his body with a piece of baked clay, they felt his pain and turned speechless. They stayed with him for seven days and nights. The holy Quran has mentioned the last days of his suffering in these words:

"And remember Our servant, Ayyub – when he called his Lord saying, the Satan has inflicted

Prophet Ayyub (PBUH)

Patience means to leave the result of one's planning and efforts to God. The person negates his own will and believes in God, the Omnipotent.

The name of Prophet Ayyub's (PBUH) father was Amoos. His forefather, Esau was a son of Prophet Isaac (PBUH) and the elder brother of prophet Jacob (PBUH). His mother was a descendent of prophet Lot (PBUH).

After separating from Prophet Jacob (PBUH), Esau migrated from Canaan and settled in the valley of mount Ash Sharah or mount Seir. It is located between the north west of Arab and the Gulf of Aqba. According to historians, this area had red soil and the colour was called 'Edom'. For the same reason, this nation became famous and known by the name of Edom.

He was the resident of Bozrah. The town still exists near Palestine, in the north of Arabia. Prophet Muhammad (PBUH) stayed here while travelling towards Syria.

His name in Hebrew is "Job" and in the Torah, he is called 'Jobab'. God not only blessed him with prophethood but also made him the leader of his tribe.

He was blessed with honour and prosperity. He had thousands of cattle and hundreds of workers and owned many gardens and fields. Actions like aiding the poor, helping the needy, supporting those who are dejected and despondent, providing subsistence and shelter to orphans and widows and assisting the oppressed were a part of his life. He was a perfect, trustworthy, generous and pious person.

Prophet Ayyub's (PBUH) wife's name was Bibi Rahma (RA). She was the daughter of Afrahim, a son of prophet Joseph (PBUH). They had seven sons and three daughters together.

Prophet Ayyub (PBUH) used to preach the Abrahamic faith to the people and taught them to avoid worshipping idols and refrain from carrying out evil deeds. He taught people about the concept of good and bad, and educated them on those deeds favoured by God and those disliked by Him.

He preached them about the Oneness of God, prophethood, belief in the day of judgement, self-realisation, and the cognition of God. Being thankful was one of his attributes and speaking the truth was the way of his life.

According to a tale, one day angels were praising him for his obedience to God and his down to earth behaviour. Upon hearing this, Satan claimed that Prophet Ayyub (PBUH) was only pious and prayed

bedroom window were the custodians of these daily secret meetings.

Over time as I grew up I realized, that a woman close to God would perform her duties responsibly as a daughter, wife and mother. I came to know that a woman in love with God is the only woman who is complete. A woman in love with God, comes back more powerful as a daughter, as a wife, mother and so much more. God does not isolate a woman from her duty, He inspires her to raise a whole generation of believers and lovers through her.

God has not put rules between her and Him. He has granted her a direct access through her heart and the code for access are listed below.

Love: A woman drenched in the fragrance of God only spreads the fragrance around her and through her. I have seen myself incapable of building anything, which has no foundation of love. And when love becomes base, I have seen nothing but abundance around me. Families raised on high dosages of love have only built happy universes.

Service: A woman who is educated about her beloved God's innumerable ways of being in service to His creation, cannot and will not deviate from her own duties of service towards her family, friends, community and universe. The communities that she builds around her will be actively involved in the service of humanity and all mankind.

Awareness: A woman in constant conversation with God sees Him in everything around her, probing her to explore every atom around her. Channelling her ability to dissect into the microscopic details of everything she finds so much self-explored, value based education to share with the generations she raises. An aware woman is like a Sun, the center and powerhouse of life giving energy.

Faith: The lullaby that a woman in love with God sings is full of revelation. The bedtime stories that she weaves and narrates are full of universal truth. She raises her children not on the pressure of achievement and results but on the basis of surrender and faith.

Surrender: A woman surrendered to God becomes ego free.

A woman is not one who holds a fist full of sand and worries that time slipped from her hand; A woman clutches clay to mould her life the way she wants, and lives it on her terms.

A woman is not who beholds tears in her eyes and frets over opportunities lost;

A woman is one who builds new bridges over waters, that lead to unexplored land of hearts that require love.

There are no women, created to lead obsolete lives, she is born to live and unfold lives of extra-ordinary worth

Through love, for herself, for all

And above all, her love for her God.

i

A Woman

The bedtime stories that she weaves and narrates are full of universal truth. She raises her children not on the pressure of achievement and results but on the basis of surrender and faith.

I am a woman. I do not remember having put any efforts to be born as one. But thereafter being a woman has been quite a task I must say.

A woman born in the culture, environment and time zone like I did, was often handed over a heavy invisible manual of do's & don'ts, which was strapped tight on to our tender shoulders as children.

This rulebook had guidelines, which decided how we fitted in the tapestry of the society. And this 'fitting in' decided the brightness of our future in the roles of daughter, wife, mother and so forth.

So what is the biggest challenge in being a woman? It is constantly trying to complete herself through others. The first step she grows on is that, she can never be complete until she is wedded. Once wedded, she can never be complete until she procreated. Once a mother, she can never be complete until she grand mothered and the list continued.

The rulebook never suggested an independent method to her completeness. Not a single defined route suggested, she on her own was enough. Route to God was also via and never direct. One could not enter the sacred premises a man could. One could not chant the names of God that a man could.

In the wakes of too many don'ts often is born a revolutionary who has only one burning question "Why not?" Many women like me over the next decade or two, woke up asking the same burning question every day and finally broke out of the tight cocoons and saw our colorful wings. I am glad I was part of this stepping out, breaking free era, it has definitely played a huge role in the raising of my two beautiful daughters and watching them from bud to blossom.

So what brought out this change? It was education. It was awareness. It was contemplation. It was observation. It was clarity. It was expression. It was acceptance. It was love. But foremost it was my relationship with God. Proximity to my only invisible friend was my strength.

Who was this friend I constantly chatted with? Who was this friend who bailed me out each time? He was God. So could I chat with him openly? No! of course not. There were set rules for this communication if it was in public. So I chose to be discreet about this relationship.

I chose to speak in the darkness of the nights where it would only be He and me, the moon, the stars, the wind and the rustling leaves of the huge jackfruit tree outside my

iii Similarly, to read a hundred pages of a book, 99 pages must be turned so that the desired page appears. 99 pages go out of sight, so that the 100th page will appear.

Therefore, 99 pages become unseen and the 100th page becomes apparent. To read the first page of the book again, we will have to go back to it, or else we won't be able to read it.

Likewise, we can travel back in time and witness when we submitted and prostrated before God. When God asked,

"Am I not your Lord? They said: Yes, verily. We testify."
(Quran, 7:172)

The ever changing pattern in life is a prime example that if something does not go into the process of evolution, it will not grow.

A tiny vulnerable seed of the Oak tree is actually a micro-film that contains the record of a huge tall tree with its trunk, branches, leaves, etc. If the seed does not disappear into soil, the Oak tree will never appear.

So, is a tree anything but a seed?

Sperm disappears into the womb of a woman and during the span of nine months, transforms into a person. Sperm can be thought of as analogous to a seed. If a tree is nothing but a seed, then what is a person? The answer may be offensive to some, but a person is nothing but sperm: this reality cannot be changed.

Sperm evolves and changes into a walking, talking child. The carefree baby turns into an adult whose face tells tales of worries, fears, apprehensions, unfulfilled dreams and desires, and very rarely joy and happiness. They do not look, in any way, like what they looked when they were born – serene and happy. But we are taught that the real truth is eternal and does not change.

The eternal truth dismantles, dissects, disassembles all material objects and helps us see the one truth hidden behind everything. It constructs the core of everything and gives life to each substance on earth.

If concentrated, the power which binds the mountains, binds our bodies of clay too. That energy, or life stream; that unseen magnanimous strength is hidden, yet apparent.

We need to find the point from where everything emanates, appears and then settles back to the point of origin---forming a circle. Divine books invite us to contemplate the signs of God and through them we can unravel the hidden secrets of the universe.

The Almighty Allah says in the Quran, "We belong to Allah and to Him shall we return." (Quran, 2:156)

Imam Ghazali (RA) says,
"Desires make slaves out of kings and patience makes kings out of slaves.''

ii oval shape and returns to the loading area through a second opening in the wall, and the luggage it carries is hidden again.

Everything that exists on this planet is a living being and works on the same principle:

Hidden + Apparent + Hidden

This forms a chain in which each hook is held up by the other, if hooks don't entangle in each other, will a chain be formed? Similarly, the sensory world is supported and fed by the world unseen. Everything in the universe is linked with each other and is held in balance; if the balance is not maintained, structure will collapse.

The height of a mountain tells that to grow tall one should firmly keep hold its feet to the ground. Height is dependent upon its foundation. For a tall building, foundations are laid deep in comparison to a double story house.

A mountain that appears to be hundred feet tall has the same proportion inside the ground. If it is not equally deep, it will collapse. That's because a tall structure cannot stand on a weak foundation. This way, height of mountain is 200 feet; Part of it that is visibe is *zahir* and the one invisible is *ghaib*; the picture has two dimensions, but the picture is one.

Let's assume our life is a TV series that is recorded, and is now being played live on TV. It comprises of five acts; infancy, adolescence, adulthood, middle-age and old age.

You cannot view the phase of adolescence, if the period of infancy has yet to pass – the next scene cannot usher in until its correct time. After passing through infancy and reaching the second phase, the first scene on which the foundation of adolescence was constructed, now becomes hidden (*ghaib*). Adolescence is not discussed until infancy has been crossed. Crossing and leaving a phase behind means that it becomes a thing of the past, but it does not mean that infancy has ceased to exist.

A movie or program on TV is first recorded elsewhere before being displayed. After its display, it once again becomes a part of the record. In other words, the movie comes from the *ghaib* (unseen), becomes *zahir* (apparent), and then once again returns to the unseen. Our life follows the same pattern. The years gone by that we call the past have become unseen, but can always appear again if we look back in retrospect.

As an experiment, imagine your school days. In a split second, you will find yourself back in that moment of time. In that moment when the picture of your past appeared before you, did you find yourself attached to the present moment? We are actually detached from the present moment to see the past, and the past becomes apparent whilst the present becomes unseen.

i

Living in the Illusion

This episode left me with a puzzling question: am I what I am now, or am I what I was yesterday? Who am I – me or myself?

In an old family album, there was a picture of a baby girl who resembled me, so I simply assumed it was me.

For eight years, I believed that the photo was of me, until one day, I saw a tiny bit of text written at the back of the photo, and was taken aback. It was actually a photo of my elder sister, as the text had a date written before I was even born.

Over all those years, I mistook someone else's photo for mine. Not just that, even my sister could not tell that the photo was of her. I realized, that if we are not told what we once looked like as infants, we would probably never be able to correctly identify ourselves in childhood photos.

A new born undergoes frequent cycles of change. Later in life, the changes become so subtle that they go unnoticed. We keep changing every day, evolving every second into a new being. If this transformation does not take place, will we be able to grow? Reality is a phenomenon that does not change and always remains constant. Then how can something which transforms, and reshapes continually be called real? And if it is real, then why are their stark contradictions? Why would anyone trust an ever changing person whose ideas and beliefs change with the exposure to new information and environment? Are we all living in the illusion? This episode left me with a puzzling question: am I what I am now, or am I what I was yesterday? Who am I – me or myself?

When a boy grows into a 20 years old man, the consciousness of his past 20 years has become a part of his present consciousness.

If those years of experience do not add into his current conscious, the man will not be considered a grown up.

Once the years are added, they disappear in such a manner that past years are apparently invisible but are presently forming his personality and conscious. What is this disappearance upon which the growth of life is constructed?

Life travels on the belt of hiding and appearing. If disturbance occurs in the flow, the belt seizes to move. Let's assume our life is a carousel belt that delivers checked luggage to the passengers at the baggage claim area; Luggage appear in the terminal from behind a wall, the place from where the luggage sneaks in is hidden from the public eye. The belt travels a short distance, then turns, forming a long

iii Allah addressed to some object, ‘to be’ in a zone. When a particular object is addressed in an infinite zone, the object is ripped off of infinity to attain its own identity and very existence. Before this separation, the identity of object was merged in the infinity. E.g. a drop extracted from an ocean exhibits all the attributes of ocean. Because it merges into the ocean without any distinction, when allowed to return to ocean.

Allah said, “And We have made from water every living thing.”(Quran, 21 :30)

It means that everything in the universe is created from water. What is water? *Abdal-e-Haq* (A divined administrative position) Qalandar Baba Auliya (RA) elaborated the fact that, “The moment of ‘*Amr*’(Be) is an instant when initial descend of idea occurred, that is when ideas were introduced into the void and information were revealed. These ideas are called ‘*maa’*. In fact, water is encapsulated with ideas of infinite architectures. Each architecture is an archetype of individual idea or being.”

Sky or unconscious is infinite, whereas earth or conscious is finite. Infinity cannot be perceived, while finite conscious can be perceived. Information are dispersed omni-directionally. When they enter in any dye of earth, it produces that particular object.

Every being is an assembly of well proportionated ideas or information. A ‘word’ is formed when an idea is introduced in sound and eventually voice is uttered. In nutshell, a voice is uttered when ideas are encapsulated in sound.

The consciousness in the brain is known as mind that is manifested especially in thought, perception or imagination. The range of mind is stretched over the corners of the universe. When a person living in one geographical location thinks about someone else living at other corner, an image is displayed on the inner screen of mind. The limits of this perception is beyond the boundaries of universe. When a person addresses Allah, Allah listens to him.

“Allah is the One who created the heavens and the earth and sent down water from the sky, then brought forth with it sustenance for you from the produce, and subjugated for you the ships, so that they may sail in the sea with His command, and subjugated for you the rivers.”(Quran, 14:32)

Contemplate on the aforementioned verse and go through the article, it will open your mind. The encapsulated ideas in words shall shine upon the dark areas of inner screen of mind. Insha Allah.

Allah Hafiz

ii occurs in appearance (*hazir*) and disappearance (*ghaib*). The process of *ghaib-hazir-ghaib* continues in the domain of its spatio-temporal existence. Spatial existence is called *makaan* and temporal is termed as *zamaan*. All creatures of Allah follow the temporal cycle (that is *zamaan*). The temporal flow can be noticed by special vision, where both spatial and temporal existence are perceived as sensation. Neither an apparent nor hidden phenomenon are beyond these two aspects of senses. Whereas at any instant of time one aspect is dominated (that is apparent) and other is concealed (that is hidden). This very order of two senses build the conscious.

احوال ومقامات پر موقوف ہے لیکن　　ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

Translation: The state and place conclude the appearance;

The spatio-temporal instant of spiritual student is distinct.

Every individual being has a distinct and well proportionated structure, where material aspect is overwhelmed by the non-material aspect. Only a conscious attention could lead to recognition of existence of anything.

ک *(kaf),* ن (*noon*)—کن that is *Kun* (Be) is an instant of birth of spatio-temporal aspects. Unlike the temporal, spatial existence is usually visible to eyes, but an invisible thing is not void of existence.

What is space and time? A distribution of a moment that is the beginning which is revealed upon the screen of mind at every instant.

Earth is a screen, where species, animals and plants are projected. Unlike the usual perception of birth of animals or plants, where water is introduced to form their composition, in reality everything is projected on earth from another zone that is reflected from their prior existence. Our conscious is unaware of this zone.

An object appears on earth, when water is introduced in it. It is similar to the projection of light waves onto inner screen of mind, where it is spread to reveal modulated information. Similarly, when water enters (that is projected) into the earth (which acts as dye that can give impression of zillions of creations); the cumulative effect gives rise to birth (appearance) of an object. Information is projected or descends in the shape of water, followed by its expression and later ascends as the process known as evaporation.

There are two aspects of a discourse, either accept or reject. Both of them form or create an impression, which is essentially a thought or more precisely can be termed as ideas. In short neither acceptance nor rejection are void of information.

Message of the Day

"Allah is the One who created the heavens and the earth and sent down water from the sky, then brought forth with it sustenance for you from the produce, and subjugated for you the ships, so that they may sail in the sea with His command, and subjugated for you the rivers."(Quran, 14:32)

To supplement means anything which is vital to human life whether temporarily or permanent. Allah said, He supplements anyone, countlessly.

The nurturing and protection of resources is assured with the creation of days and nights. During the day, resources are made available to supplement life whereas moonlight during night sweetens the resources. The sunshine provides the warmness in fruits to make them edible.

An infinite impression of vastness beyond the boundaries is reflected on mind when a widely familiar word 'universe' is uttered. It is revealed upon mind, that as Allah said, people who strive towards Allah, Allah guides them on pathways. We are all familiar with pathway. Life becomes a big ask, if there is nothing to follow.

When we contemplate on vastness of universe, it leaves an impression on mind—an impression of eternity. The impression consists of expressions of the universe, the process of creation, variations in seasons, sunshine and moonlight, air and oxygen, shimmering galaxies, a ceiling-less sky, zillions of lives extended in heavens, nailed mountains to stabilize the Earth—indeed an ever regulated system. A series of so many secrets, which manifests into infinite species including animals, mammals, birds, plants and trees, man and supreme creation *insaan* (the human).

"We have created man in the best composition, then We turned him into the lowest of the low" (Quran, 95:4-5)

Universe is an expression of program laid in the mind of Allah. The will of Hayyo Al-Qayyum (One who provides life and keeps alive) Allah activated the very creation of all creatures in a definite proportion. Hayyo Al-Qayyum are the attributes of Allah which regulate and maintain the life. Rooh (the soul) actuates each being and it is command of Allah.

"His practice, when He intends to do something, is no more than He says, Be! and it comes to be." (Quran, 36:82)

The very existence of attributes of all creatures are in definite proportion. There are two aspects of universe from any viewpoint—shape and movement. The spatio-temporal existence of physical phenomenon (or shape)

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	172
Living in the Illusion	Sarah Khan	169
A Woman	Bibi Anuradha	166
Prophet Ayyub (PBUH)	Extracted	164
Two Dimensions	Qudsia Lone (Canada)	159
The Death and Birth of Oceans	Dr. Naeem Zafar (UAE)	156
Voice of the Unseen	Muhammad Zeeshan	152
The Autobiography of the Devil (Iblees)	Nasser Abbas (UK)	148

"It's too bad if a heart lacks fire,
and is deprived of the light
of a heart ablaze.
The day on which you are
without love
is the most wasted day of your life."

Omar Khayyam

Vol 5 Issue 3 | April 2017 | Rajab_Shabaan 1438AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu—English)

Patron in chief
Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor
Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor
Hakeem Salam Arif

Circulation Manager
Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.60/- Per issue. Annual subscription Rs.820/- with Reg. Post (Domestic), US$ 60/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

OPENING SOON

BOULEVARD MALL

A project of:

HERO CONSTRUCTION

Boulevard Mall, A/14, Auto Bhan Road, Hyderabad

UAN: 022 111 169 425 | Toll Free: 0800 69425 | Fax: 022 388 5280 | Email: myhcl.info@gmail.com

Meditation of Blue Light

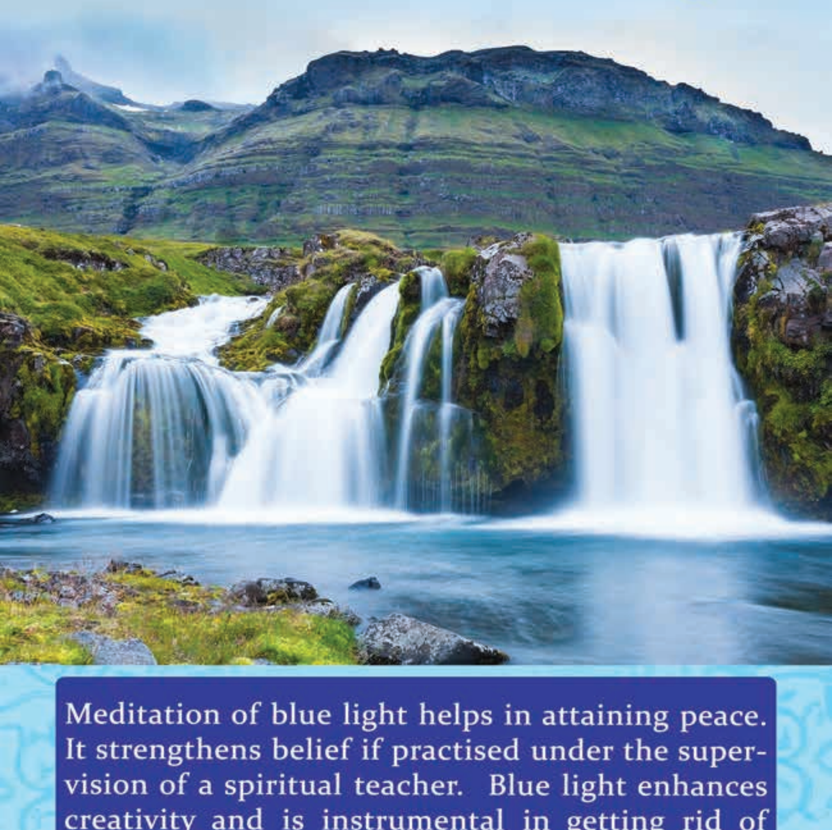

Meditation of blue light helps in attaining peace. It strengthens belief if practised under the supervision of a spiritual teacher. Blue light enhances creativity and is instrumental in getting rid of mental disorders, depression, inferiority complex and weak will power.

Khawaja Shamsuddin Azeemi

~ Like us on Facebook ~

English translations of Mr. Azeemi's work available.

https://www.facebook.com/BlueroomCanada

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

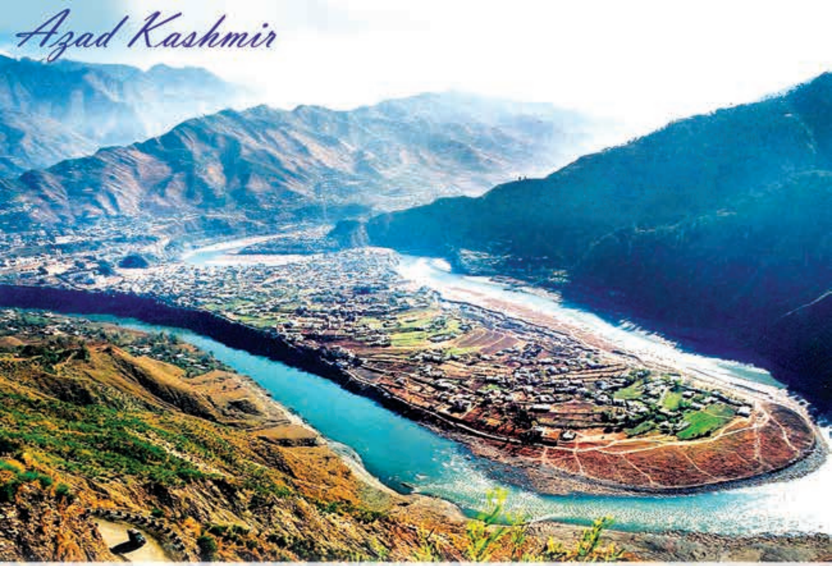

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD
HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587
Email:sangamhotel@hotmail.com

حکیم ایلوویرا شیمپو

Repairs
Damaged Hair

- نرم وملائم چمک دار اور صحت مند بال
- خشکی کا خاتمہ

جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ تیل

روغن پرسیاؤشاں

- گھنے، لمبے اور چمکدار بالوں کی نشوونما کے لئے
- حافظہ روشن کرتا ہے
- دماغ کو تقویت دیتا ہے
- سر درد میں مفید ہے

عظیمی میڈیکل اسٹور

ہول سیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

ELEVATE YOUR STYLE WITH
COROLLA ALTIS
Grande
1.8L
TOYOTA
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
Grande
facebook.com/Toyota.Hyderababd
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
A/41, S.I.T.E, Auto Bhan Road, Hyderabad, UAN #: (022) 111 555 121 , Fax: (022) 3885126
email: toyota.hyd@cyber.net.pk, web: www.toyota-hyderabad.com